عبد الرشید عراقی

حیاتِ نذیرؒ

شیخ الکل سید نذیر حسین محدث دہلویؒ
کی سوانح حیات اور اُن کی علمی خدمات

نشریات

شیخ الکل حضرت مولانا سید محمد نذیر حسین محدث دہلویؒ
کی سوانح حیات اور ان کی علمی خدمات

ان کے ۸۰ جلیل القدر تلامذہ کے حالات اور علمی خدمات کا تذکرہ

تالیف

عبدالرشید عراقی

نشریات
۴۰ اُردو بازار، لاہور۔ فون: ۰۳۲۱-۴۵۸۹۴۱۹

۹۲۲،۹۷ عراقی،عبدالرشید
ع را ـ ح حیاتِ نذیرؒ
لاہور: نشریات
۲۰۰۷ء ، ص:۲۲۴
ا۔سوانح۔تذکرہ۔تاریخ
ISBN 978-969-8983-18-5

۲۰۰۷ء

نام کتاب : حیاتِ نذیرؒ
تالیف : عبدالرشید عراقی
اہتمام : نشریات، لاہور
مطبع : میٹرو پرنٹرز، لاہور
قیمت : [illegible] روپے

ڈسٹری بیوٹرز
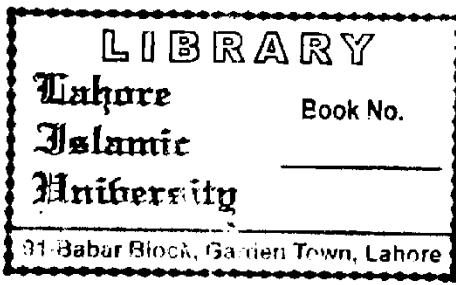
انتساب

میں اپنی اس کتاب کا انتساب حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد علی جانباز، مہتمم جامعہ ابراہیمیہ سیالکوٹ کے نام کرکے دِلی مسرت محسوس کرتا ہوں، جو اِس وقت درس وتدریس اور تصنیف وتالیف کے ذریعہ خدمت حدیث میں گراں قدر خدمات انجام دے رہے ہیں۔

آپ نے صحاح ستہ کی مشہور کتاب سنن ابن ماجہ کی شرح بزبان عربی ۸ جلدوں میں لکھی ہے جس کی پہلی دو جلدیں اس وقت زیر طبع ہیں۔ علاوہ ازیں تدریس میں جامعہ ابراہیمیہ میں صحیحین (صحیح بخاری ومسلم) کی تدریس فرماتے ہیں۔

حرفِ اوّل

اسلامی تعلیمات اور دین وشریعت کے حقیقی مصادر قرآن وحدیث ہیں، جن کی حفاظت کی ذمہ داری اللہ تعالیٰ نے خود اُٹھائی ہے۔ قرآنِ مجید کے مماثل تو نازل شدہ کتابوں کا ثبوت ملتا ہے اور ان کے تحریف شدہ متون بھی ان کی اصلی زبانوں کے علاوہ ملتے ہیں مگر حدیث کی مانند کوئی علم یا ورثہ ہمیں ادیانِ عالم میں دکھائی نہیں دیتا۔ ذخیرۂ حدیث کے بغیر احکامِ قرآنی کو سمجھنا مشکل ہی نہیں ناممکن بھی ہے۔ اسی باعث صحابہ رضی اللہ عنہم نے اُسوۂ حسنہ کی پیروی کے لیے آپ کی مسنون زندگی کا کامل اتباع کیا اور آپ کے اقوال، افعال اور احوال حتیٰ کہ آپ کی خاموشیوں کو بھی محفوظ کیا جنہیں شریعت میں ایک اُصولی، اساسی اور تشریعی حیثیت حاصل ہے۔ محدثین کی جماعت نے علوم الحدیث میں اپنے دل و دماغ کی جن اعلیٰ صلاحیتوں کو صرف کیا، اس کے نتیجے میں اس علم وفن کو تمام علومِ انسانی میں ایک منفرد اور ممتاز حیثیت حاصل ہوگئی۔ اسماء الرجال، جرح وتعدیل، اتصال سند اور علت وشذوذ کے حوالے سے محدثین کی خدماتِ جلیلہ کو قرار واقعی استناد اور اعتبار حاصل ہوا ہے۔ روایت ودرایت کے فنی مراحل سے گزرنے کے بعد یہ ذخیرۂ حدیث انسانیت کی فوز وفلاح کا سب سے بڑا سامان بن گیا ہے۔

علوم الحدیث کی تنظیم وتشکیل، جمع وترتیب، تدوین وتسوید، تشریح وتوضیح، درس وتدریس اور نشر واشاعت اسلامی تاریخ کا ایک مستقل، روشن اور درخشاں باب ہے۔ محدثین نے اس علم کے لیے کس کس نوعیت کی محنت وریاضت اور حزم واحتیاط کو اختیار کیا ہے، اس کا تذکرہ تاریخ انسانی کا ایک دلچسپ باب اور علوم انسانی کا سرمایۂ افتخار ہے۔ علوم الحدیث کا تذکرہ ہمیں برصغیر میں اسلامی تعلیمات کے ورود کے ساتھ ملتا ہے۔ مگر اس کی نشر واشاعت اور درس وتدریس کا جو دور محدث کبیر شاہ ولی اللہ دہلوی (۱۱۷۶ھ) کے زمانۂ حیات میں شروع ہوا، اس کا تذکارِ جلیل سیکڑوں کتب میں ملتا ہے۔ آپ کے چاروں فرزندانِ گرامی شاہ عبدالعزیز، شاہ رفیع الدین، شاہ عبدالقادر اور شاہ عبدالغنی نے علومِ اسلامی کے حدود اربعہ کو واضح اور مستحکم کیا۔ ان حضرات کی تالیفات اور درس وتدریس نے برصغیر میں علومِ اسلامیہ کی نشاۃ ثانیہ کا فریضہ انجام دیا۔ شاہ عبدالعزیز کے نواسے شاہ محمد اسحاق دہلوی (۱۱۹۲۔۱۲۶۲ھ) نے مسلسل بیس سال تک اپنے نانا کی نگرانی میں مدرسہ رحیمیہ میں درس وتدریس کی ذمہ داریاں ادا کیں اور ۱۲۳۹ھ میں ان کی وفات کے بعد درس گاہ کے مہتمم مقرر ہوئے۔ ۱۲۴۰ھ میں حجاز مقدس میں شیخ عمر بن عبدالکریم مکی سے درسِ حدیث لیا۔ دوسال بعد واپس لوٹے تو پھر سولہ سال تک مدرسہ رحیمیہ میں درس حدیث میں مصروف رہے۔ تقریباً چالیس سال تک دہلی میں تدریسی خدمات انجام دینے کے بعد ۱۲۵۸ھ میں اپنے برادرِ عزیز شاہ محمد یعقوب دہلوی کے ساتھ

حجاز میں ہجرت کر گئے تو ان کے شاگرد رشید سید محمد نذیر حسین آپ کی مسند تدریس پر متمکن ہوئے اور شیخ الکل کہلائے۔

شیخ الکل سیّد محمد نذیر حسین دہلویؒ (۱۲۲۰۔۱۳۲۰ھ) نے خاندانِ ولی اللّٰہی کی خدماتِ حدیث کو درجۂ کمال تک پہنچا دیا۔ راقم کو دہلی میں پھاٹک حبش خاں کی تنگ گلی میں اس درس گاہ کو دیکھنے کی سعادت ۲۰۰۵ء میں حاصل ہوئی جہاں شیخ الکل نے ۶۲ سال تک درس حدیث دیا۔ مجھے مولانا عبدالوہاب خلجی حفظہ اللہ تعالیٰ کے ہمراہ شیدی پورہ کے قبرستان میں بھی حاضر ہونے کا موقع نصیب ہوا جہاں یہ عظیم محدث محوخواب ہے۔ دلّی میں ہمدرد یونی ورسٹی کی مدور چھ منزلہ لائبریری میں مجھے شیخ الکل کے ذاتی کتب خانہ کو بھی دیکھنے کا اتفاق ہوا جس میں ان کی ہزاروں مطبوعات اور سیکڑوں مخطوطات صدقہ جاریہ بنے ہوئے ہیں۔ ان کتب پر جا بجا ان کے علمی اشارات بھی موجود ہیں۔ کاش! کوئی صاحب دل و اہل علم اس ذخیرے کی مشرح کتابیات تیار کر دے۔

''حیاتِ نذیرؒ'' کے مؤلف محترم عبدالرشید عراقی تاریخ و تذکرہ کا ایک خاص ذوق رکھتے ہیں۔ اس ضمن میں ان کی بیسیوں کتابیں منصۂ شہود پر آ چکی ہیں۔ مجھے ان کی کتاب ''تذکرۃ النبلاء فی تراجم العلماء'' کے تقدیم و تعارف کے لیے چند صفحات لکھنے کی سعادت ملی۔ مصنف مذکورہ تذکرہ نویسی کے اسلوب اور فن سے کما حقہ واقف ہیں۔ پیش نظر تصنیف میں صرف شیخ الکل کے حالات اور سوانح ہی مذکور نہیں بلکہ انیسویں صدی عیسوی میں برصغیر میں علوم حدیث کے سلسلے میں کی جانے والی مساعی، مسائل اور مشاکل کا بھی ذکر کیا گیا ہے۔ اس تصنیف میں ان آزمائشوں کا بھی تذکرہ ملتا ہے جو علوم حدیث کی درس و تدریس، نشر و اشاعت اور اس کے موافق عقائد و عبادات کو اختیار کرنے کے نتیجے میں اس صدی میں درپیش آئیں۔ شیخ الکل کو اپنے مخالفین کے باعث کس طرح راولپنڈی میں ایک سال تک حوالۂ زنداں رکھا گیا۔ سفرِ حرمین میں مولانا ابو الکلام آزاد کے والد اور بعض کرم فرماؤں کے ہاتھوں انہیں کن آزمائشوں سے دو چار ہونا پڑا، اس کی تفصیل بھی ان اوراق میں موجود ہے۔ اس تذکرے میں شیخ الکل کی علمی اور تدریسی خدمات، ان کی تصنیفات و فتاویٰ اور تلامذہ کا بھی بھرپور تعارف ملتا ہے۔ برصغیر میں علوم الحدیث کی نشر و اشاعت کے ذوق رکھنے والے حضرات کے لیے اس کتاب کا مطالعہ ناگزیر ہے۔ حق تعالیٰ مؤلف کی اس علمی کاوش کو حسن قبول عطا فرمائے۔ آمین

۱۴ اگست ۲۰۰۷ء

پروفیسر عبدالجبار شاکر
ڈائریکٹر جنرل، دعوۃ اکیڈمی
انٹرنیشنل اسلامک یونیورسٹی، اسلام آباد

بسم اللہ الرحمٰن الرّحیم

نقش آغاز

مذاہب واقوامِ عالم کی زندگی وبقا کے لیے ضروری ہے کہ وہ اپنے اکابر کے نام اوران کے کارنامے یادرکھیں اوران کی نیکیوں کواپنی زندگی کے لیے مشعل راہ بنائیں۔ اسی لیے قرآنِ مجید میں بار بار اکابر انبیائے کرام علیہم الصلوۃ والسلام کا ذکر خیر کرنے کے لیے بصیغہ امر تاکید کی گئی ہے۔ آں حضرت ﷺ نے اسی لیے فرمایا: ((اُذْکُرُوْا مَحَاسِنَ مَوْتَاکُمْ)) (اپنے مرجانے والے لوگوں کی نیکیوں کا ذکر تازہ رکھو) تاریخ اسلام کی یہ اہم ترین خوبی ہے کہ اس کی تدوین سے مسلمانوں کی تاریخ میں لاکھوں بزرگانِ دین کے حالاتِ زندگی محفوظ ہیں۔

تیرہویں صدی ہجری یعنی ۱۲۲۰ھ میں مولانا سید محمد نذیر حسین دہلوی کی ولادت ہوئی اور ۱۳۲۰ھ میں ان کی وفات ہوئی۔ اس صدی میں علم حدیث کی بہت ترقی اور ترویج و اشاعت ہوئی۔ مولانا سید محمد نذیر حسین دہلوی نے حدیث نبوی کی خدمت میں جوگراں قدر تدریسی خدمات انجام دیں وہ برصغیر میں تاریخ اہل حدیث کا ایک درخشندہ باب ہے۔

مولانا سید محمد نذیر حسین دہلویؒ کے حالاتِ زندگی پراوران کی علمی خدمات پر بہت کم توجہ کی گئی ہے۔ سب سے پہلے آپ کے ایک شاگرد مولانا فضل حسین بہاری نے ''الحیاۃ بعد المماۃ'' کے نام سے ان کی سوانح حیات اوران کی خدمات پر ۴۴۰ صفحات پر مشتمل ایک کتاب لکھی۔ اس کے بعد ایک مختصر کتاب پروفیسر محمد مبارک (کراچی) نے ''حیات شیخ الکل مولانا سید نذیر حسین'' کے نام سے لکھی، جو ۱۹۸۶ء میں اہلحدیث ٹرسٹ کراچی نے شائع کی۔ صفحات کی ضخامت ۹۶ ہے۔

میاں صاحب کے مختصر حالات مولانا عبدالحی الحسنی (م ۱۳۴۱ھ) نے اپنی کتاب نزہۃ الخواطر جلد ۸ میں لکھے ہیں۔ اسی طرح مولوی ابویحییٰ امام خان نوشہروی (م ۱۹۶۴ء) نے اپنی کتاب ''تراجم علمائے حدیث ہند'' میں لکھے ہیں۔ مولانا محمد ابراہیم میر سیالکوٹی

(م ۱۹۵۶ء) نے ''تاریخ اہل حدیث'' میں' مولانا محمد عطاء اللہ حنیف (م ۱۹۸۷ء) نے اپنی کتاب ''اتحاف النبیہ'' میں اور مولانا قاضی محمد اسلم سیف فیروز پوری (م ۱۴۱۷ھ) نے اپنی کتاب ''تحریک اہلحدیث تاریخ کے آئینے میں'' میں مختصراً ذکر کیے ہیں۔

پیش نظر کتاب میں نے مولانا ابوکلیم مقصود الحسن فیضی حفظہ اللہ کی تحریک پر لکھی ہے۔ یہ کتاب ایک ایسی ہستی کے اوراقِ سوانح ہیں جس نے ۶۲ برس (۱۲۵۹ھ تا ۱۳۲۰ھ) تک دہلی میں حدیث نبویؐ کی تدریس فرمائی' اور ان کے فیوض و برکات سے بے شمار حضرت مستفید ہوئے اور مستفیدین میں بعض حضرات نے خدمت حدیث میں ایسی گراں قدر تدریسی و تصنیفی خدمات انجام دیں جو ہماری تاریخ اہل حدیث کا ایک روشن باب ہے۔

میں اپنے محترم دوست پروفیسر حافظ عبدالستار صاحب حامد وزیر آبادی کا شکر گزار ہوں جنہوں نے اپنی گوناگوں تبلیغی و تصنیفی اور تدریسی مصروفیات کے باوجود میری خواہش پر اس کتاب کے لیے اپنے رشحاتِ قلم کے کچھ نقوش بغرض تقریظ صفحۂ قرطاس پر منتقل فرمائے۔ میں اپنے دوست حکیم راحت نسیم سوہدروی کا بھی انتہائی شکر گزار ہوں کہ انہوں نے اپنی تصنیفی اور طبّی مصروفیات کے باوجود اس کتاب کو پڑھ کر اپنے رشحاتِ قلم کے کچھ نقوش ثبت فرمائے۔

یہ سوانح ایک ایسی جلیل القدر شخصیت کا تذکرہ ہے جس نے برصغیر کی علمی فضا میں علوم حدیث کی تدریس کے لیے ۶۲ سال تک گراں قدر خدمات انجام دیں اور عرب و عجم کے سیکڑوں طلبہ کو اپنی علمی بصیرت سے فیض یاب کیا۔ میں شکر گزار ہوں کہ ملک عزیز کے ممتاز علمی و تحقیقی مرکز بیت الحکمت کے ڈائریکٹر پروفیسر عبدالجبار شاکر صاحب نے نہ صرف اس مسودے پر کامل نظر ثانی کی بلکہ اس کے لیے تعارفی کلمات بھی عطا کیے۔ یہ سوانح ادارہ ''نشریات'' لاہور کے مہتمم محمد رفیع الدین حجازی صاحب کی مساعی سے شائع ہو رہی ہے۔ اللہ تعالیٰ انہیں جزائے خیر دے کہ انہوں نے مصنف کی حوصلہ افزائی فرمائی ہے۔

عبدالرشید عراقی

۱۶ فروری ۲۰۰۰ء / ۹ ذی قعد ۱۴۲۰ھ — سوہدرہ ۔ ضلع گوجرانوالہ

مقدّمہ

اصل دین آمد کلام اللہ معظم داشتن
پس حدیث مصطفیٰ بر جاں مسلّم داشتن

برصغیر (پاک و ہند) میں علم حدیث کی نشر و اشاعت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۱۷۶ھ) کے ہاتھوں شروع ہوئی۔ ۱۱۴۵ھ میں آپ حجاز سے واپس آئے اور اپنی زندگی کے ۳۱ سال حدیث کی نشر و اشاعت میں گزار دیئے۔ حدیث کی نشر و اشاعت کے سلسلہ میں آپ نے ایک طرف درس و تدریس کا آغاز کیا اور اس کے ساتھ دوسری طرف آپ نے تصنیف و تالیف کے ذریعہ حدیث اور متعلقاتِ حدیث پر کتابیں تصنیف کیں۔ موطأ امام مالک کی دو شرحیں بنام المسوّٰی (عربی) اور المصفّٰی (فارسی) لکھیں، اور اس کے علاوہ تراجم ابواب البخاری کی شرح لکھی۔ ان کے علاوہ مسلک اہل حدیث کی وضاحت اور تائید کے لئے انہوں نے "**الانصاف فی بیان سبب الاختلاف**" اور "**عقد الجید فی احکام الاجتهاد والتقلید**" لکھیں۔ ان کے علاوہ آپ نے "حجۃ اللہ البالغہ" جیسی غیر مسبوق کتاب تصنیف فرمائی اور یہ کتاب دین کی حجت بنی۔ اس کے ابلاغ نے حق و باطل میں امتیاز کر دیا اور اس کے ایک ایک لفظ نے تشویق الی السنۃ اور تحریض علی العمل بالحدیث کا درس دیا۔

حضرت شاہ ولی اللہ دہلویؒ نے "**حجة الله البالغة**" کے ساتویں مبحث میں قرآن و حدیث کے فہم، ان کے استدلال اور ان پر عمل کرنے کے لحاظ سے دو مستقل مکتب فکر قرار دیئے ہیں ــــــ اہل الحدیث اور اہل الرائے ــــــ ایک میں ائمہ ثلاثہ کے ساتھ تیسری صدی ہجری کے مصنفین صحاحِ ستہ وغیرہم فقہائے محدثین کو مجتہدین اُمت کی حیثیت سے ذکر کیا ہے۔ دوسرے مدرسہ فکر کے سرخیل حضرت ابراہیم نخعیؒ حضرت امام ابو حنیفہؒ اور ان کے اصحاب کو قرار دیا ہے۔ پھر دونوں کے اصولِ استدلال وطریقۂ استنباط و تخریج میں موازنہ فرمایا ہے۔

فقہائے محدثین کے مقاصد کو بروئے کار لانے کے لئے حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی نے فقہی اعتبار سے عہد محدثین کو زندہ کرنے کی تحریک شروع کی۔ جدامجد کے اس پودے کی ان کے پوتے مولانا شاہ اسماعیل شہیدؒ نے آبیاری کی اور بعد میں ان کے فیض یافتگان کے ایک محقق طبقہ کے ہاں یہ درخت بار آور ہوا' یعنی حضرت شاہ محمد اسحاق دہلویؒ (م۱۲۶۲ھ) کے تلمیذ خاص شیخ الکل مولانا سید محمد نذیر حسین دہلویؒ (م۱۳۲۰ھ) نے اسے تدریساً پھیلایا اور شاہ محمد یعقوب دہلوی (۱۲۸۲ھ) کے تلمیذ محی السنۃ مولانا سید نواب صدیق حسن خاں (م ۱۳۰۷ھ) نے تحریر و تالیف اور دولت کثیر کے ذریعہ علم قرآن و حدیث کو اکنافِ عالم تک پہنچایا۔

مولانا سید محمد نذیر حسین دہلوی نے حضرت شاہ محمد اسحاق کے حجاز ہجرت کر جانے کے بعد مسند تدریس کو زینت بخشی اور تقریباً ۶۲ سال (۱۲۵۹ھ تا ۱۳۲۰ھ) پھاٹک حبش خاں کی چھوٹی سی مسجد میں قرآن و حدیث اور فقہ کا درس دیا۔

ان دونوں حضرات کی مساعی سے محققین اور علمائے عاملین کی ایک ایسی جماعت تیار ہوگئی جن کے ذریعے ملک کی ساری فضا قال اللہ وقال الرسول کے غلغلوں سے گونج اٹھی۔

مولانا سید نواب صدیق حسن خان نے حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی کے فقہی نقطۂ نظر کی بنیاد پر ۱۲۷۸ھ میں "بلوغ المرام من ادلّۃ الاحکام" کی شرح فارسی بنام "مسک الختام" لکھی۔ ۱۲۹۴ھ میں تجرید صحیح البخاری للشرجی کی شرح "عون الباری" (عربی) اور ۱۲۹۹ھ میں "تلخیص صحیح مسلم للمُنذری" کی شرح "السّراج الوھّاج" تالیف فرمائیں۔ علاوہ ازیں اصحابِ تحقیق کے لئے ہزاروں روپے صرف کرکے ۱۲۹۷ھ میں "نیل الاوطار" از امام محمد بن علی شوکانی اور ۱۳۰۰ھ میں "فتح الباری شرح صحیح البخاری" مطبع بولاق مصر سے شائع کرائیں۔ دوسری طرف مولانا وحید الزمان حیدرآبادی (م ۱۳۳۸ھ) سے صحاحِ ستہ بشمول موطأ امام مالک کے اردو تراجم و شروح لکھوا کر شائع کرانے کا بھی اہتمام کیا تاکہ عوام براہِ راست علومِ سنت کے انوار سے متمتع ہوسکیں۔

مولانا سید محمد نذیر حسین محدث دہلوی کے تلامذہ میں مولانا شمس الحق ڈیانوی عظیم

آبادی (م ۱۳۲۹ھ) نے سنن ابی داؤد کی شرح عون المعبود ۴ جلدوں میں لکھی جو ۱۳۱۸ھ تا ۱۳۲۳ھ مطبع انصاری دہلی سے شائع ہوئی۔ مولانا عبدالرحمٰن مبارک پوری (م ۱۳۵۳ھ) نے جامع الترمذی کی شرح ۴ جلدوں میں "**تحفة الاحوذی**" کے نام سے لکھی جو ۱۳۴۶ھ میں جدید برقی پریس دہلی سے شائع ہوئی۔

مولانا ابوالحسن محمد سیالکوٹی (م ۱۳۲۵ھ) نے الجامع الصحیح البخاری کی شرح اردو بنام "فیض الباری" ۳۰ جلدوں میں لکھی۔ اسی طرح مولانا سید عبدالاوّل غزنوی بن مولانا محمد بن سید عبداللہ غزنوی نے مشکوٰۃ المصابیح کا ترجمہ وحواشی بنام "**الرحمة المهداة الى من يريد ترجمة المشكوة**" لکھا اور طبع کرایا۔ مولانا عبدالاوّل غزنوی نے الجامع الصحیح البخاری کا ترجمہ بنام "**نصرة البارى فى ترجمة صحيح البخارى**" (۶ جلد) کیا جو مطبع انوار الاسلام امرتسر سے شائع ہوا۔

حضرت میاں صاحب کے تلامذہ نے پورے برصغیر میں پھیل کر خدمت اسلام کا ایک ایک میدان سنبھال لیا اور پوری زندگی کتاب وسنت کی اشاعت میں گزار دی۔ حضرت میاں صاحب کے تلامذہ نے اس سلسلہ میں جو ذرائع استعمال کئے ان کی تفصیل یہ ہے:

(۱) درس وتدریس۔ (۲) دعوت وتبلیغ۔

(۳) تصوف وسلوک کی راہوں سے آئی ہوئی بدعات کی تردید اور صحیح اسلامی زہد و عبادات اور روحانیت کا درس۔ (۴) تصنیف وتالیف۔

(۵) باطل افکار ونظریات کی تردید۔ (۶) تحریک جہاد۔

برصغیر (پاک و ہند) میں علمائے اہل حدیث کی تدریسی و تصنیفی خدمات کا عالمِ اسلام کے نامور علمائے کرام نے بھی اعتراف کیا ہے۔

مصر کے مشہور عالم شیخ عبدالعزیز الخولی تحریر فرماتے ہیں کہ:

"ہمارے اس دور میں کسی بھی اسلامی ملک میں مسلمانوں نے علم حدیث کی طرف کما حقہ توجہ نہ کی، سوائے ہندوستان کے کہ وہاں ایسے حفاظِ حدیث اور اساتذۂ حدیث موجود ہیں جو تیسری صدی ہجری کی طرز پر پابندئ مذاہب سے

آزاد درسِ حدیث دیتے اور حسب ضرورت نقدِ روایات سے بحث کرتے ہیں۔
ان لوگوں نے حدیث کی بہت سی نادر' نایاب اور بیش قیمت کتابیں شائع کیں جن
کی طرف اگر انہوں نے توجہ نہ کی ہوتی تو غالباً دستبردِ زمانہ کی نذر ہو جاتیں۔''
(مفتاح کنوز السنۃ' ص ۱۶۵' ۱۶۶' طبع قاہرہ ۱۳۴۷ھ)

مصر کے مشہور نامور عالم اور محقق علامہ سید رشید رضا' صاحب تفسیر المنار (م ۱۳۵۴ھ)
مقدمہ مفتاح کنوز السنۃ میں لکھتے ہیں:

ولولا عناية اخواننا علماء الهند بعلوم الحديث في هذا العصر
لقضى عليها بالزوال من امصار الشرق' فقد ضعفت في مصر
والشام والعراق والحجاز منذ القرن العاشر للهجرة حتى بلغت
منتهى الضعف في هذا القرن الرابع عشر

''ہندوستان کے علمائے اہل حدیث نے علومِ حدیث کی طرف خصوصی توجہ دی۔
اگر وہ ایسا نہ کرتے تو شاید یہ علم مشرق کے ممالک سے مٹ جاتا۔ ہم دیکھتے ہیں
کہ مصر' شام' عراق اور حجاز میں دسویں صدی ہجری سے یہ زوال پذیر تھا۔ اور اس
چودھویں صدی ہجری کے آغاز میں تو ضعف کی انتہا تک پہنچ چکا تھا۔''

اور دِمشق (شام) کے ایک نامور محقق عالم شیخ محمد منیر دمشقی (م ۱۳۶۹ھ) برصغیر میں
تحریک اہل حدیث کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

وهي نهضة عظيمة اثرت على باقي البلاد الاسلامية فاقتدى بها
غالب البلاد الاسلامية طبع كتب الحديث والتفسير

''یہ وہ عظیم الشان تحریک ہے جس نے دوسرے اسلامی ممالک پر بھی اثر ڈالا۔
چنانچہ بلادِ اسلامیہ میں ان کی اقتداء کرتے ہوئے حدیث و تفسیر کی کتابیں شائع
کی جارہی ہیں۔'' (انموذج من الاعمال الخيرية' ص ۲۶۸)

مولانا مناظر احسن گیلانیؒ جو دیوبندی مکتب فکر کے جید عالم دین تھے' انہوں نے
اپنے ایک مقالہ میں برصغیر (پاک و ہند) میں علمائے اہل حدیث کی خدمات کا اعتراف
کیا ہے۔ لکھتے ہیں:

''اس کو تسلیم کرنا چاہئے کہ اپنے دین کے اساسی سرچشموں (قرآن وحدیث) کی طرف توجہ ہندوستان کے حنفی مسلمانوں کی جو پلٹی اس میں اہل حدیث اور غیر مقلدیت کی اس تحریک کو بھی دخل ہے۔ عمومیت غیر مقلد تو نہ ہوئی لیکن تقلید جامد اور کورانہ اعتماد کا طلسم ضرور ٹوٹا۔'' (برہان دہلی' اگست ۱۹۵۸ء' ج ۴۱' ص ۲)

مولانا سید سلیمان ندویؒ (م ۱۹۵۳ء) لکھتے ہیں:

''اہل حدیث کے نام سے ملک میں اس وقت جو تحریک جاری ہے حقیقت کی رو سے وہ قدم نہیں صرف نقش قدم ہے۔ مولانا اسمٰعیل شہیدؒ جس تحریک کو لے کر اٹھے وہ فقہ کے چند نئے مسائل نہ تھے' بلکہ امامت کبریٰ' توحید خالص اور اتباع نبی ﷺ کی بنیادی تعلیمات تھیں۔

بہر حال اس تحریک کے جو اثرات پیدا ہوئے اور اس زمانہ سے آج تک دَور اِدبار کی ساکن سطح میں اس سے جو جنبش ہوئی وہ بھی ہمارے لئے بجائے خود مفید اور لائق شکریہ ہے۔ بہت سی بدعتوں کا استیصال ہوا' توحید کی حقیقت نکھاری گئی' قرآنِ پاک کی تعلیم و تفہیم کا آغاز ہوا' قرآنِ پاک سے براہِ راست ہمارا رشتہ دوبارہ جوڑا گیا' حدیث نبویؐ کی تعلیم و تدریس اور تالیف و اشاعت کی کوششیں کامیاب ہوئیں۔

علمائے اہل حدیث کی تدریسی و تصنیفی خدمت بھی قدر کے قابل ہے۔ پچھلے عہد میں نواب صدیق حسن خاں مرحوم کے قلم اور مولانا سید محمد نذیر حسین دہلوی کی تدریس سے بڑا فیض پہنچا۔ بھوپال ایک زمانہ تک علمائے حدیث کا مرکز رہا۔ قنوج' سہوان اور اعظم گڑھ کے بہت سے نامور اہل علم اس ادارہ میں کام کر رہے تھے۔ شیخ حسین عرب یمنی ان سب کے سرخیل تھے۔ اور دہلی میں مولانا سید محمد نذیر حسین دہلوی کی مسند درس بچھی تھی اور جوق در جوق طالبین حدیث اُن کی درس گاہ کا رخ کر رہے تھے۔'' (تراجم علمائے حدیث ہند' ص ۳۵' ۳۶)

شیخ محمد اکرام خدماتِ علمائے اہلحدیث کے بارے میں لکھتے ہیں کہ:

''علمائے اہل حدیث نے تین باتوں میں امتیاز حاصل کیا: اوّل حدیث کی اشاعت میں' جس کے لئے کئی مدرسے قائم ہوئے اور فضلائے حدیث کے درس

کا انتظام ہوا' دوسرے عیسائیوں' آریہ سماجیوں' مرزائیوں اور شیعوں کی مخالفت میں' جس کے لئے صدہا کتابیں اور رسالے تصنیف کئے' سینکڑوں جگہ مناظرے کئے' تیسرے شرک و بدعت کی مخالفت کی۔

انیسویں صدی کے نصف آخر میں جن علمائے اہل حدیث نے نام پایا ان میں نواب سید صدیق حسن خان قنوجی ثم بھوپالی اور مولانا سید محمد نذیر حسین محدث دہلوی خاص طور پر ذکر کے قابل ہیں"۔ (موجِ کوثر' ص ۶۵'۶۶)

علاوہ ازیں برصغیر (پاک و ہند) میں اسلام اور پیغمبر اسلام ﷺ کے خلاف تین گروہوں نے اپنی سرگرمیاں جاری رکھیں' یعنی عیسائی' آریہ سماج اور قادیانی۔ علمائے اہل حدیث ان تینوں گروہوں کے خلاف نبرد آزما رہے۔ ان کے علاوہ سرسیّد احمد خان کی نیچری تحریک نے بھی اسلام کو سخت نقصان پہنچایا۔

مشہور اہل حدیث عالم اور محقق شہیر مولانا محمد عطاء اللہ حنیف (م ۱۹۸۷ء) لکھتے ہیں کہ:

"علاوہ ازیں دو قسم کے ہنگاموں سے بھی جماعت (اہل حدیث) کو دوچار ہونا پڑا۔ پہلا یہ کہ عیسائی حکومت اور مشنریوں کی دسیسہ کاریوں سے اسلام پر باہر سے بھی حملے شروع ہو گئے اور اندر سے بھی۔ باہر سے حملہ آور عیسائی مشنری اور آریہ تھے' اور اندر سے جس فرقے نے دانستہ یا نادانستہ اسلام کی جڑیں کھوکھلی کیں وہ سرسید اور ان کی تربیت یافتہ کھیپ تھی۔ ان کی کوششوں سے بلاشبہ مسلمانوں کو قومی طور پر کچھ فائدہ ضرور پہنچا' لیکن اس کے بدلے میں عقیدہ میں تذبذب' عمل سے لاپروائی کی قسم کی جو چیزیں درآمد ہوئیں' کیا ان کا نقصان کم ہے! قادیانی کا فتنۂ نبوت' فتنۂ انکارِ حدیث' نظریۂ وحدتِ ادیان وغیرہ یہ سب سرسید کی تحریک ہی کے ثمرات تلخ تو ہیں۔

اہل حدیث نے ان فتنوں کی روک تھام میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ اور علمی حلقوں میں خاصا قدر کی نگاہ سے دیکھا گیا۔ دوسرا یہ کہ مسلک اہل حدیث کی جب دن بدن ترقی ہونے لگی تو بطورِ ردِّ عمل تقلید جامد اور بدعات و رسوم کے علمبردار گھبرا اٹھے اور انہوں نے بھی اہل حدیث کے عقائد و اعمال پر تابڑ توڑ حملے شروع کر دیئے۔ ظاہر ہے کہ ان بھائیوں کی غلط فہمیوں کا دُور کرنا بھی ضروری تھا اور عملی طریقے سے یہ مرحلہ

بھی طے ہو گیا۔" (ماہنامہ رحیق لاہور' اکتوبر ۱۹۵۶ء' ج ا' شمارہ ا' ص ۳)

حضرت مولانا سید محمد نذیر حسین دہلوی کے تلامذہ نے اس کا بروقت نوٹس لیا۔ مولانا ابو سعید محمد حسین بٹالوی (م ۱۳۳۸ھ) نے اپنے رسالہ ماہنامہ اشاعۃ السنۃ میں اس سلسلہ میں قابل قدر خدمات انجام دیں۔ اس رسالے نے عیسائیوں کے الزامات کا جواب دیا اور مرزائے قادیان کے کفریہ عقائد کا استیصال کیا۔

مولانا ابو الوفاء ثناء اللہ امرتسری (م ۱۹۴۸ء) کے جریدہ "مسلمان" نے آریہ سماج کی شورش کا استیصال کیا' ماہنامہ "مرقع قادیانی" نے صرف قادیانی کفرۃ کا انسداد کیا۔ اور اخبار اہل حدیث نے تمام ادیانِ باطلہ کی سرکوبی کی۔

مولانا محمد ابراہیم میر سیالکوٹی (م ۱۹۵۶ء) کے "الہادی" نے پنجاب میں ترویج عیسائیت کا زور توڑا اور عیسائیت کی ترویج و اشاعت میں سب سے بڑی رکاوٹ بنا۔ اور اس کے ساتھ قادیانی فتنہ کے سدّباب کے لئے سم قاتل ثابت ہوا۔

مولانا احمد اللہ پرتاب گڑھی (م ۱۳۶۲ھ) کے ماہنامہ "تبلیغ السنہ" نے بھی ادیانِ باطلہ کی تردید میں اہم کردار ادا کیا۔

ان شہادات کے پیش نظر ہم کہہ سکتے ہیں کہ اِس وقت برصغیر (پاک و ہند) میں درس و تدریس' کتب حدیث کی اشاعت اور کتب حدیث کے شروح و حواشی' باطل افکار و نظریات کی تردید اور حدیث نبوی ﷺ کی صیانت و حفاظت' شرک و بدعت کی تردید و توبیخ' فتنہ انکارِ حدیث کا ردّ اور دین اسلام کی خدمت کا جو کام بھی ہو رہا ہے اس کا آغاز علمائے اہل حدیث نے کیا تھا اور آج ان ہی کے نقش قدم پر چلنے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ علمائے اہل حدیث کا فرض ہے کہ وہ مسلک اہل حدیث کو زندہ رکھیں' اس کی خوب نشر و اشاعت کریں' قرآن و حدیث کے احکام کو اللہ کے بندوں تک پہنچانا اپنا مطمح نظر قرار دیں اور اپنی اخلاقی قدروں کو قرآن و حدیث کے سانچے میں ڈھالیں۔

عبد الرشید عراقی

تقریظ

پروفیسر حافظ عبدالستار حامد وزیر آبادی

برصغیر (پاک و ہند) میں علم حدیث کی نشاۃِ ثانیہ حضرت شاہ ولی اللہ دہلویؒ کے ہاتھوں شروع ہوئی۔ آپ نے سفرِ حجاز سے واپسی کے بعد اپنی پوری زندگی حدیث نبویؐ کی اشاعت میں صرف فرمائی۔ انہوں نے درس و تدریس، وعظ و تبلیغ اور تصنیف و تالیف کے ذریعے حدیث کی جو خدمت کی وہ برصغیر کی تاریخ میں ایک درخشندہ باب ہے۔

حضرت شاہ ولی اللہ دہلویؒ کے انتقال کے بعد ان کے صاحب زادگانِ عالی مقام حضرت شاہ عبدالعزیز دہلوی، مولانا شاہ رفیع الدین دہلوی، مولانا شاہ عبدالقادر دہلوی اور مولانا شاہ عبدالغنی دہلوی رحمہم اللہ اجمعین نے اپنے والد محترم کے لگائے ہوئے پودے کی آبیاری کی اور حدیث رسول ﷺ کی خوب اشاعت فرمائی۔

حضرت شاہ عبدالعزیزؒ نے اپنے بھائیوں میں سب سے آخر میں انتقال فرمایا۔ ان کے انتقال کے بعد حضرت شاہ صاحب کے نواسے حضرت شاہ محمد اسحاق دہلویؒ اور پوتے حضرت شاہ اسمٰعیل شہید دہلویؒ نے بھی حدیث کی نشر و اشاعت میں اہم کردار ادا کیا۔

مولانا شاہ محمد اسحاق دہلوی انتہائی متقی اور پرہیز گار تھے۔ اس کے علاوہ علومِ حدیث میں بھی انتہائی بلند مقام کے حامل تھے۔ آپ نے ۴۰ برس تک حدیث کی تعلیم و تدریس فرمائی۔ سر سید احمد خاں نے علم حدیث کے ساتھ آپ کے شغف کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھا ہے کہ:

> ''آپ نے حدیث اور علم حدیث کا درس ۲۰ برس تک جناب شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ کے سامنے بیٹھ کر طلبہ کو دیا۔ اور ۴۰ سال تک درس و تدریس اور فتاویٰ نگاری میں مصروف رہنے کے بعد آپ ''الصدر الحمید''

کے لقب سے مشہور ہوئے۔[۴](آثار الصنادید' ص ۱۸)

مولانا محمد اسحاق دہلویؒ نے حرمین شریفین کی طرف ہجرت فرماتے ہوئے اپنے ممتاز شاگرد حضرت مولانا سید محمد نذیر حسین محدث دہلویؒ کو اپنا جانشین مقرر فرمایا۔ مولانا سید محمد نذیر حسین دہلویؒ نے پورے ۶۴ سال مسجد دہلی میں حدیث کی تدریس فرمائی۔ اس عرصہ میں ہزاروں طلبہ آپ سے مستفید ہوئے۔

بیرونِ ہند سے بھی لوگ جوق در جوق ان کے درس میں تشریف لاتے اور اپنی علمی پیاس بجھاتے رہے۔ یہ کہنا غلط نہ ہوگا کہ برصغیر میں ان کے بعد کوئی ایسی علمی شخصیت نظر نہیں آتی جو اُن کے سلسلۂ تلمذ سے منسلک نہ ہو۔ بلکہ پورے عالم اسلام میں اس صدی میں کثرتِ تلامذہ کے لحاظ سے حضرت مولانا سید محمد نذیر حسین محدث دہلویؒ کی نظیر نہیں ہے۔ حضرت میاں صاحب کے تلامذہ نے اپنی پوری زندگیاں کتاب و سنّت کی خدمت میں وقف فرمائیں۔

میاں صاحب کے تلامذہ میں جن علمائے کرام نے دہلی میں حدیث نبوی کی تدریس کے لئے اپنی زندگیاں صرف کیں ان میں مولانا محمد بشیر سہوانی' مولانا عبدالجبار عمر پوری' مولانا عبدالوہاب صدری دہلوی' مولانا احمد اللہ محدث پرتاب گڑھی اور مولانا ابوسعید شرف الدین محدث دہلوی رحمہم اللہ قابل ذکر ہیں۔ ان علمائے کرام نے ساری زندگی حدیث رسول اللہ ﷺ کے پڑھانے کو اپنا نصب العین گردانا۔

پنجاب میں حضرت میاں صاحب کے تلامذہ میں سے جن علمائے کرام نے درس و تدریس اور وعظ و تبلیغ کے ذریعے حدیث نبوی کی خدمت کی' ان میں علمائے غزنویہ یعنی حضرت عارف باللہ' مولانا سید عبداللہ غزنوی' مولانا محمد بن عبداللہ غزنوی' مولانا سید عبدالجبار غزنوی' مولانا حافظ محمد بن بارک اللہ لکھوی اور استادِ پنجاب مولانا حافظ عبدالمنان محدث وزیر آبادی رحمہم اللہ خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

علمائے غزنویہ میں مولانا سید عبداللہ غزنویؒ علم حدیث میں بلند مرتبہ کے حامل تھے۔ آپ ایسے اصولی' کامیاب اور باعمل مدرس تھے جن کے بے شمار شاگردوں نے

برصغیر پاک و ہند میں مسلک اہل حدیث کے فروغ کے لئے کارہائے نمایاں سرانجام دیئے۔ آپ کے حدیث میں انہماک و استغراق کے اندازے کے لئے علامہ اقبال جیسے فلسفی اور مفکر کا وہ مکتوب شاہد عادل ہے جو انہوں نے ۱۹ دسمبر ۱۹۲۲ء کو منشی محمد الدین فوق کو لکھا۔ علامہ موصوف رقم طراز ہیں کہ:

''مولوی عبداللہ غزنوی حدیث کا درس دے رہے تھے کہ ان کو اپنے بیٹے کے قتل کئے جانے کی خبر ملی' ایک منٹ تامل کیا' پھر طلبہ کو مخاطب کر کے کہا: ''ما برضائے او راضی ہستیم بیائید کہ کار خود بکنیم''۔ یہ کہہ کر درس میں مشغول ہو گئے۔''

(انوار اقبال)

مولانا سید عبدالجبار غزنوی بڑے عالم اور محدث تھے۔ آپ حضرت سید عبداللہ غزنوی کے بعد ان کے جانشین ہوئے۔ آپ کی ساری زندگی درس و تدریس میں بسر ہوئی۔ اس کے علاوہ آپ نے تصوف و سلوک کی راہوں سے آئی ہوئی بدعات کی تردید کرتے ہوئے صحیح اسلامی عبادت و ریاضت اور روحانیت کا درس دیا۔ علمائے غزنویہ میں مولانا سید عبدالاول بن مولانا محمد بن عبداللہ غزنویؒ اور ان کے چھوٹے بھائی مولانا عبدالغفور غزنویؒ کی تدریسی خدمات بھی قابل قدر ہیں۔

مولانا حافظ محمد بن بارک اللہ لکھویؒ کی تدریسی خدمات بھی ناقابل فراموش ہیں۔ آپ نے لکھو کے ضلع فیروزپور (مشرقی پنجاب) میں ساری زندگی حدیث کی تدریس فرمائی۔ آپ کے تلامذہ کی فہرست بڑی طویل ہے۔ مولانا عبدالمجید سوہدرویؒ کے جد امجد مولانا نبی الربانی سوہدرویؒ آپ کے مشہور تلامذہ میں سے تھے جنہوں نے درس و تدریس اور وعظ و تبلیغ کے ذریعہ سوہدرہ' وزیرآباد اور اُس کے گرد و نواح میں کتاب و سنت کی اشاعت کے لئے کارہائے نمایاں سرانجام دیئے۔

مولانا حافظ عبدالمنان محدث وزیرآبادیؒ حضرت میاں صاحب مولانا سید محمد نذیر حسین دہلویؒ کے ان لائق شاگردوں میں سے تھے جنہوں نے علم حدیث کی اشاعت میں کوئی کسر نہ چھوڑی۔ آپ بلا تردّد سارے پنجاب کے استادِ حدیث تھے۔

کوئی شہر یا قصبہ ایسا نہیں جس میں آپ کے شاگرد نہ ہوں۔

محدث العصر مولانا محمد ابراہیم میر سیالکوٹی نے لکھا ہے کہ حضرت محدث وزیر آبادی کے وعظ و تذکیر میں اس قدر اثر تھا کہ یہی معلوم ہوتا کہ علم حدیث کا دریا بہہ رہا ہے۔ آپ کے شاگرد نہ صرف پنجاب بلکہ ہندوستان اور پاکستان کے اکثر شہروں اور دیہاتوں میں پائے جاتے ہیں۔

مولانا شمس الحق ڈیانوی عظیم آبادی صاحب عون المعبود حافظ عبدالمنان محدث وزیر آبادی کے بارے میں لکھتے ہیں:

لا اعلم احدًا فی تلامذة السید نذیر حسین المحدث اکثر تلامذة منه قد ملأ بنجاب بتلامذة

"میں نے میاں سید نذیر حسین دہلوی کے شاگردوں میں کسی کے شاگرد اِن سے زیادہ نہیں دیکھے۔ آپ نے پنجاب کو شاگردوں سے بھر دیا۔"

(نزهة الخواطر ۳۱۳/۸)

کتاب ہذا کے مؤلف محترم ملک عبدالرشید عراقی صاحب کے بقول مولانا عبدالمجید سوہدرویؒ مولانا محمد ابراہیم میر سیالکوٹیؒ کی روایت سے اکثر یہ واقعہ بیان فرمایا کرتے تھے کہ استادِ پنجاب مولانا حافظ عبدالمنان محدث وزیر آبادیؒ حضرت میاں صاحب دہلویؒ سے ۱۹۰۱ء میں ملاقات کے لئے دہلی تشریف لے گئے' میاں صاحب کی عمر ۱۰۰ برس کی ہو چکی تھی' اور بینائی میں کچھ فرق آ گیا تھا۔ حافظ صاحب فرمایا کرتے تھے کہ میں میاں صاحب کے سامنے بیٹھ گیا اور السلام علیکم کے بعد ان کی خدمت میں عرض کیا کہ حضرت مجھے پہچانا ہے؟ میاں صاحب نے فرمایا کہ ہاں پہچان لیا ہے! تم عبدالمنان وزیر آبادی ہو۔ اس کے بعد فرمایا:

"عبدالمنان! اب مجھے اللہ تعالیٰ کی جناب سے پوری امید ہو گئی ہے کہ وہ مجھے معاف کر دے گا' اس لئے کہ تم نے' عبدالجبار غزنوی نے اور حافظ محمد لکھوی نے پنجاب میں دین اسلام اور حدیث نبویؐ کی اشاعت میں جو کام کیا ہے اس سے میں بہت خوش ہوں' اور تم تینوں نے علم حدیث مجھ سے پڑھا ہے۔ اس لئے اللہ

تعالیٰ کی بارگاہ سے مجھے پوری امید ہے کہ وہ میری نجات فرما دے گا۔ عبدالجبار غزنوی میری قمیض لے گیا ہے اور یہ میری پگڑی ہے، تم لے لو۔"

حافظ عبدالمنان صاحب میاں صاحب کی پگڑی اپنے ہمراہ لے آئے اور اسے سنبھال کر رکھا۔ میاں صاحب کی یہ پگڑی حافظ صاحب کی وصیت کے مطابق ان کے کفن میں استعمال ہوئی۔

میاں صاحب کے شاگردوں کے سلاسل میں مولانا حافظ محمد محدث گوندلویؒ مولانا سید عبدالجبار غزنویؒ کے شاگرد تھے۔ اور شیخ الحدیث مولانا محمد اسمٰعیلؒ السّلفی استادِ پنجاب مولانا حافظ عبدالمنان وزیر آبادیؒ کے فیض یافتہ تھے۔

مولانا حافظ محمد محدث گوندلوی کے شاگردوں میں شیخ الحدیث والتفسیر مولانا ابوالبرکات احمد مدراسیؒ اور شیخ الحدیث مولانا محمد عطاء اللہ حنیف بھوجیانیؒ نمایاں حیثیت کے حامل تھے۔ اور راقم آثم کو شیخ الحدیث مولانا ابوالبرکات احمد مدراسیؒ کی شاگردی کا اعزاز و شرف حاصل ہے۔

اس کتاب کے مصنف محترم جناب ملک عبدالرشید عراقی صاحب کسی تعارف کے محتاج نہیں ہیں۔ جماعتی رسائل واخبارات میں ان کے مضامین اکثر شائع ہوتے رہتے ہیں۔ شخصیات کا تعارف کرانے میں ان کو خاص مہارت حاصل ہے۔ اسلاف کی سیرت و خدمات پر ان کی کتابیں کاروانِ حدیث، تذکرۂ ابوالوفاء (مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ)، امام ابن تیمیہؒ، شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ اور "دو روشن ستارے" شائع ہو چکی ہیں۔

اب محترم عراقی صاحب نے "حیاتِ نذیر" کے نام سے حضرت شیخ الکل مولانا سید محمد نذیر حسین محدث دہلویؒ کی سوانح حیات مرتب کی ہے۔ اس میں آپ نے حضرت میاں صاحب کی زندگی کے تمام پہلوؤں پر روشنی ڈالنے کی کوشش کی ہے۔ خصوصاً ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی اور میاں صاحب کے سفر حج کے بارے میں خاصی تفصیل بیان کی ہے۔ اور اس دور میں احناف نے میاں صاحب سے جو سلوک کیا اس

پر بڑے اچھے پیرائے میں تبصرہ کیا ہے۔

علاوہ ازیں عراقی صاحب نے حضرت میاں صاحب کے اَسّی (۸۰) جلیل القدر تلامذہ کی تبلیغی، تدریسی اور تصنیفی خدمات کا تذکرہ بھی فرمایا ہے۔

محترم عراقی صاحب نے اس مایہ ناز تصنیف لطیف پر تقریظ لکھنے کا حکم فرمایا تو میں نے اپنی کوتاہ علمی کے باوجود اُن کی خواہش کے احترام میں یہ مختصر تعارف صفحۂ قرطاس پر تحریر کر دیا ہے۔ میری دلی دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ عراقی صاحب کی اِس کاوش کو مقبول و منظور فرمائے اور مستقبل میں انہیں مزید علمی ترقی کے کام کرنے کی توفیق بخشے! (آمین)

عبدالستار حامد

ناظم جامعہ توحیدیہ اہل حدیث وزیرآباد

تعارف

پروفیسر حکیم راحت نسیم سوہدروی

برصغیر (پاک وہند) میں زیادہ تر قومی وملی اور سیاسی وغیر سیاسی تحریکوں میں اہل حدیث مسلک سے وابستہ حضرات کی مساعی اوراقِ تاریخ میں ابھری ہوئی نظر آتی ہیں۔ برصغیر میں دین اسلام کی نشر واشاعت' کتاب وسنت کی ترقی وترویج' ادیانِ باطلہ کی تردید وتوبیخ اور شرک وبدعت کو صفحۂ ہستی سے مٹانے کے لئے برصغیر کے علمائے اہل حدیث نے جو قابل قدر خدمات انجام دیں وہ برصغیر کی اسلامی تاریخ میں سنگ میل کی حیثیت رکھتی ہیں۔

برصغیر میں جماعت اہل حدیث کے اکابرین نے احیائے حدیث کی تحریک کو جس طرح پھیلایا ہے اس کی مثال تاریخ میں نہیں ملتی۔ حضرت مولانا سید محمد نذیر حسین محدث دہلویؒ المعروف میاں صاحب نے دہلی کی ایک چھوٹی سی مسجد میں ۶۲ سال تک تفسیر' حدیث اور فقہ کا درس دیا۔ اس طویل مدت میں بے شمار حضرات آپ سے مستفیض ہوئے اور ان میں کئی حضرات ایسے بھی تھے جو خود بعد میں مسند حدیث کے وارث بنے اور انہوں نے خدمت حدیث میں وہ کارہائے نمایاں سرانجام دیئے جن کا تذکرہ ان شاء اللہ العزیز رہتی دنیا تک باقی رہے گا۔

برصغیر (پاک وہند) میں حدیث کی نشر واشاعت شاہ ولی اللہ دہلوی کے سفر حجاز سے واپسی کے بعد ۱۱۴۵ھ میں شروع ہوئی۔ اور شاہ صاحبؒ نے اپنی وفات ۱۱۷۶ھ تک حدیث نبویؐ کی خدمت اور نشر واشاعت میں قابل قدر خدمات انجام دیں۔ ان کی یہ خدمات اہل علم سے مخفی نہیں ہیں۔ شاہ ولی اللہ دہلوی کی تحریک تجدید احیائے سنت کو برصغیر کے علمائے اہل حدیث نے علماً وعملاً سرگرمی سے جاری رکھا۔ اس آفتاب ضیا

پاش سے دنیائے اسلام کے دُور دراز کے گوشے روشن ہو گئے اور عالم اسلام کے متعدد اہل علم و تحقیق نے بسلسلہ اشاعت علم حدیث علماء حدیث ہند کے مقتدا ہونے کا اعلان و اظہار فرمایا۔

حضرت مولانا سید محمد نذیر حسین دہلویؒ نے ۶۲ سال تک درس و تدریس کی خدمت کی اور آپ کے بعد آپ کے نامور تلامذہ نے درس و تدریس، دعوت و تبلیغ اور تصنیف و تالیف میں گراں قدر خدمات انجام دیں۔ درس و تدریس میں حضرت میاں صاحب کے دو تلامذہ یعنی استادِ حدیث مولانا حافظ عبداللہ محدث غازی پوری (م ۱۳۳۷ھ) اور استادِ پنجاب مولانا حافظ عبدالمنان محدث وزیر آبادی (م ۱۳۳۴ھ) نے جو کارہائے نمایاں انجام دیئے تاریخ میں اس کی مثال ملنی مشکل ہے۔

تصنیف و تالیف میں حضرت میاں صاحب کے تلامذہ میں مولانا حافظ محمد ابوالحسن سیالکوٹی (م ۱۳۲۵ھ)، مولانا شمس الحق عظیم آبادی صاحب عون المعبود (م ۱۳۲۹ھ) اور مولانا عبدالرحمٰن محدث مبارک پوری صاحب تحفۃ الاحوذی (م ۱۳۵۳ھ) قابل ذکر ہیں۔ ان کی خدماتِ جلیلہ کا اعتراف عالم اسلام کے علمائے کرام نے بھی کیا ہے۔

حضرت میاں صاحب کے تلامذہ میں علمائے غزنویہ امرتسر کی خدمات بھی قدر کے قابل ہیں۔ ان حضرات نے ایک طرف کتب حدیث کے اُردو میں تراجم کر کے ان کو شائع کیا اور دوسری طرف کئی عربی کتب حدیث طبع کرائیں۔

جناب عبدالرشید عراقی صاحب نے مولانا سید محمد نذیر حسین دہلوی کی سوانح حیات بنام ''حیاتِ نذیر'' مرتب کی ہے جس میں مصنف نے حضرت میاں صاحب کے حالاتِ زندگی اور ان کے سفر حج کے واقعات کا بڑے اچھے انداز میں ذکر کیا ہے۔ اس کا باب دوم بڑا معلوماتی ہے۔ علمائے احناف اس بات پر مصر ہیں کہ مولانا شاہ محمد اسحاق کے باقاعدہ شاگرد شیخ عبدالغنی مجددی تھے اور مولانا سید محمد نذیر حسین دہلوی نے تبرکاً حدیث کی سند و اجازت حضرت مولانا شاہ محمد اسحاق سے حاصل کی۔ عراقی صاحب نے اس سلسلہ میں ۲۳ جلیل القدر مصنفین کا ذکر کیا ہے جن میں دیوبندی مکتب

فکر کے اہل قلم بھی شامل ہیں' بریلوی مکتب فکر کے عالم بھی ہیں' ندوۃ العلماء لکھنؤ کے فارغ التحصیل بھی ہیں' علمائے اہل حدیث بھی ہیں اور نامور ادیب اور نقاد بھی' جن کی متفقہ رائے ہے کہ حضرت میاں صاحب حضرت مولانا شاہ محمد اسحاق کے باقاعدہ شاگرد تھے اور ۱۳ سال ان کی خدمت میں رہ کر فیوض و برکات حاصل کرتے رہے۔

عراقی صاحب نے حضرت میاں صاحب کے ۸۰ نامور تلامذہ کے مختصر حالات اور علمی خدمات کا تذکرہ بھی کیا ہے۔ یہ ان کی بہت بڑی کاوش ہے کہ ۸۰ نامور علمائے کرام کے حالات لکھے ہیں اور اس کے ساتھ ان کی مشہور تصانیف کا بھی ذکر کیا ہے۔

آخر میں اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ عراقی صاحب کی اس کاوش کو قبول فرمائے۔

یہ مختصر سا تعارف میں نے عراقی صاحب کی خواہش پر صفحۂ قرطاس میں منتقل کیا ہے۔

حکیم راحت نسیم سوہدروی

ہمدرد دواخانہ' اسکیم موڑ ملتان روڈ' لاہور

۱۳ فروری ۲۰۰۷ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

باب ۱

وطن' خاندان اور تعلیم

وطن

صوبہ بہار میں عظیم آباد ہمیشہ سے بڑا مَردم خیز رہا ہے۔ اس سے ایک سو میل کے فاصلہ پر ضلع مونگیر واقع ہے۔ ضلع مونگیر میں ایک قصبہ سورج گڑھ ہے جس میں ساداتِ کرام کا ایک قدیم خاندان آباد تھا۔ اس خاندان کے افراد ہمیشہ اہل علم کی صف میں ممتاز رہے۔ اس خاندان کا سلسلہ حضرت سید بایزیدؒ سے بسلسلہ قضا شروع ہو کر نسلاً بعد نسلٍ جاری رہا۔ یعنی قاضی وجیہہ الدین' قاضی سید جمال' قاضی سید عبدالغنی' قاضی سید عنایت اللہ' قاضی سید محمد اعظم' قاضی سید محمد سالم' قاضی سید امام علی' قاضی سید محمد اکبر غازی وغیرہم۔

نسب و خاندان

شیخ الکل مولانا سید محمد نذیر حسین دہلوی اسی خاندان سے تھے۔ ان کو ننھیال اور دادھیال دونوں جانب سے سیادت کا شرف حاصل تھا۔ آپ کا نسب نامہ ۳۴ واسطوں سے حضرت علی رضی اللہ عنہ تک پہنچتا ہے۔ پورا نسب نامہ یہ ہے:

سید محمد نذیر حسین بن سید جواد علی بن سید عظمت اللہ بن سید محمد بن سید ماہرو بن سید محبوب بن سید قطب الدین بن سید ہاشم بن سید چاند بن سید معروف بن سید بدھن بن سید یونس الحاج بن سید بزرگ بن سید زیرک بن سید رکن الدین بن سید جمال الدین بن سید احمد بن سید محمد بن سید داؤد بن سید افضل بن سید فضیل بن سید ابوالفرح بن سید امام حسن عسکری بن امام نقی بن امام محمد تقی بن امام موسیٰ رضا بن امام موسیٰ کاظم بن امام جعفر صادق بن امام محمد باقر بن امام زین العابدین

بن امام حسین بن علی رضی اللہ عنہما (۱)

ولادت

مولانا سید محمد نذیر حسین دہلوی ۱۲۲۰ھ بمطابق ۱۸۰۵ء میں پیدا ہوئے۔ (۲)

طفولیت

مولانا سید محمد نذیر حسین کا عہد طفولیت لہو ولعب میں گزرا۔ کبھی دریا میں شناوری دکھا رہے ہیں، کبھی گھوڑے کی سواری کر رہے ہیں، جن کی وجہ سے ان کی صحت ہمیشہ کے لئے اچھی ہوگئی۔ (۳)

ابتدائی تعلیم

مولانا سید محمد نذیر حسین کے والد سید جواد علی زیادہ پڑھے لکھے نہیں تھے۔ عربی میں کم اور فارسی میں اچھی دست گاہ حاصل تھی۔ ان کے پاس ایک ہندو پنڈت کا آنا جانا تھا۔ ایک دن ہندو پنڈت سید جواد علی کے پاس آئے، اتفاق سے مولانا سید محمد نذیر حسین دہلوی بھی تشریف رکھتے تھے۔ پنڈت نے مولانا سید نذیر حسین دہلوی سے کہا: میاں! تم اتنے بڑے ہوگئے ہو اور کچھ پڑھا نہیں، تمہارے خاندان میں سب لوگ پڑھے لکھے ہیں اور تم بالکل اَن پڑھ ہو، تعلیم حاصل کرو اور نام پیدا کرو۔ چنانچہ پنڈت کی نصیحت کارگر ثابت ہوئی۔ مولانا سید نذیر حسین نے تعلیم کا آغاز اپنے والد سید جواد علی سے کیا اور ان سے عربی کی ابتدائی کتابیں اور فارسی کی کئی ایک کتابیں پڑھیں۔ اُس وقت آپ کی عمر ۱۶ سال تھی۔

تعلیم کے لئے رحلت

مولانا سید محمد نذیر حسین دہلوی کے دل میں مزید تعلیم حاصل کرنے کی لگن پیدا ہوئی۔ چنانچہ ۱۶ سال کی عمر میں اپنے ایک ہم عمر طالب مولوی بشیر الدین عرف مولوی

---

(۱) الحیاۃ بعد المماۃ، ص ۱۷، ۱۸۔ (۲) نزہۃ الخواطر ج ۸ ص ۴۹۷۔

(۳) تراجم علمائے حدیث ہند ص ۱۳۴۔

مرادعلی کے ہمراہ گھر سے نکل کر عظیم آباد پٹنہ پہنچے۔ عظیم آباد پٹنہ اس وقت صوبہ بہار کا مدینۃ العلم تھا۔ اور اسی وقت پٹنہ میں مولوی شاہ محمد حسین (جو مولانا ولایت علی عظیم آبادی کے خلیفہ تھے) کی درس گاہ میں پہنچے۔ ان سے سید نذیر حسین نے ترجمہ قرآنِ مجید اور حدیث کی مشہور کتاب ''مشکوٰۃ المصابیح'' پڑھی۔ یہ ۱۲۳۷ھ کا واقعہ ہے۔

عظیم آباد پٹنہ میں آپ کا قیام ۶ ماہ رہا۔ اسی دوران میں امیر المؤمنین حضرت سید احمد شہید بریلوی اور مولانا شاہ محمد اسماعیل شہید دہلویؒ مع اپنے رفقاء کے، جن کی تعداد تین سو سے متجاوز تھی، عظیم آباد پٹنہ تشریف لائے۔ مولانا شاہ محمد اسماعیل شہید نے جمعہ کی نماز پولیس لائن میں پڑھائی اور وعظ فرمایا۔ سید محمد نذیر حسین دہلوی نے نماز جمعہ یہیں ادا کی۔ مولانا فضل حسین بہاریؒ تلمیذ مولانا سید محمد نذیر حسین دہلویؒ لکھتے ہیں کہ:

> ''میاں صاحب (مولانا سید نذیر حسین) فرمایا کرتے تھے کہ ہم اس وعظ و نماز میں شریک تھے۔ سارا میدان پولیس لائن آدمیوں سے بھرا ہوا تھا۔ پہلی ملاقات سید صاحب اور مولانا شہید دہلوی سے یہیں پٹنہ میں ہوئی۔''(۴)

جب تک حضرت سید احمد شہید اور مولانا شاہ اسمٰعیل شہید عظیم آباد پٹنہ میں مقیم رہے، مولانا سید محمد نذیر حسین ان سے ملتے رہے اور ان حضرات کی مصاحبت سے سید نذیر حسین کے دل میں یہ خواہش پیدا ہوئی کہ دہلی جا کر حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز دہلویؒ سے استفادہ کرنا چاہئے۔ اُس وقت حضرت شاہ عبدالعزیز بقید حیات تھے۔

عظیم آباد پٹنہ سے دہلی روانگی

مولانا سید محمد نذیر حسین دہلوی اپنے رفیق سفر مولوی بشیر الدین عرف مولوی مراد علی کے ہمراہ ۱۲۳۷ھ میں عظیم آباد پٹنہ سے دہلی روانہ ہوئے۔ عظیم آباد پٹنہ سے چل کر یہ دونوں حضرات غازی پور پہنچے تو ان دنوں غازی پور میں مولانا احمد علی چڑیا کوٹی (م ۱۲۷۲ھ) کا درس جاری تھا۔ ان کا شمار اس وقت کے مشاہیر علماء میں ہوتا تھا۔ مولانا سید محمد نذیر حسین نے ان سے بھی کچھ کتابیں پڑھیں۔ غازی پور سے آپ بنارس

---

(۴) الحیاۃ بعد المماۃ، ص ۲۶۔

پہنچے۔ بنارس میں کسی استاد سے تعلیم حاصل نہیں کی' بلکہ اپنی ایک کتاب نو روپے میں فروخت کر کے سواری کے لئے ایک گھوڑا خریدا۔ بنارس سے آپ الہ آباد پہنچے۔ الہ آباد میں دائرہ شاہ اجمل میں مولوی سید زین العابدین مرحوم سے صرف ونحو کی ابتدائی کتابیں پڑھیں۔ الہ آباد میں آپ کا قیام تقریباً سات آٹھ ماہ رہا۔ الہ آباد سے آپ دہلی پہنچے۔ اُس دن ۱۳ رجب ۱۲۴۳ھ کی تاریخ تھی اور حضرت شاہ عبدالعزیز کو انتقال کئے ہوئے چار سال ہو چکے تھے (حضرت شاہ عبدالعزیز کا انتقال ۷ شوال ۱۲۳۹ھ کو ہوا تھا)۔ اور مولانا شاہ محمد اسحاق نواسہ حضرت شاہ عبدالعزیز کا فیضان علم وعمل جاری تھا۔ (۵)

دہلی میں قیام

دہلی پہنچ کر مولانا سید محمد نذیر حسین نے مسجد اورنگ آبادی میں قیام کیا۔ اس وقت تک آپ نے ابتدائی کتابیں پڑھی تھیں' اس لئے اس وقت آپ حضرت مولانا شاہ محمد اسحاق کے حلقۂ درس میں شریک ہونے کی قابلیت نہیں رکھتے تھے۔ لہٰذا آپ نے یہی مناسب سمجھا کہ پہلے دوسرے اساتذۂ کرام سے مختلف علوم وفنون میں استفادہ کیا جائے' اس کے بعد حضرت مولانا شاہ محمد اسحاق کے حلقۂ درس میں شرکت کی جائے۔ چنانچہ آپ نے جن اساتذۂ کرام سے مختلف علوم وفنون میں اکتسابِ فیض کیا' اُن کے نام یہ ہیں:

۱) مولانا عبدالخالق دہلوی
۲) ملا اخوند شیر محمد
۳) مولانا جلال الدین ہروی
۴) مولوی کرامت علی اسرائیلی
۵) مولوی سید محمد بخش عرف تربیت خان مہندس
۶) مولانا شیخ عبدالقادر رام پوری
۷) ملا محمد سعید پشاوری
۸) مولوی حکیم نیاز احمد سہسوانی

مولانا حکیم سید عبدالحی الحسنی (م ۱۳۴۱ھ) لکھتے ہیں:

ثمّ سافر الی دهلی واقام فی مقامات عدیدة فی اثناء السفر حتی دخل دهلی سنة ثلاث واربعین' فقرأ الکتب الدرسیة علی السید عبدالخالق الدهلوی والشیخ شیر محمد القندهاری والعلامة

---

(۵) تراجم علمائے حدیث ہند' ص ۱۳۶۔

جلال الدین الهروی واخذ الاصول والبلاغة والتفسیر عن شیخ کرامت العلی الاسرائیلی صاحب السیرة الاحمدیة والهیئته والحساب عن الشیخ محمد بخش الدهلوی' والادب عن الشیخ عبدالقادر رامپوری وفرغ من ذلك فی خمس سنین (۶)

''مولانا سید محمد نذیر حسین دہلی کے لیے روانہ ہوئے اور مختلف مقامات پر قیام کرتے ہوئے ۱۲۴۳ھ میں دہلی پہنچے۔ اور کتب درسیہ مولانا عبدالخالق دہلوی' شیخ شیر محمد قندھاری اور علامہ جلال الدین ہروی سے پڑھیں۔ اصول و بلاغت اور تفسیر کی تعلیم علامہ کرامت علی اسرائیلی سے حاصل کی۔ علم ہیئت اور ریاضی کی تعلیم مولانا محمد بخش دہلوی سے حاصل کی۔ ادب میں شیخ عبدالقادر رام پوری سے استفادہ کیا۔ اور پانچ سال میں آپ ان مختلف علوم سے فارغ ہو گئے۔''

صاحب الحیاة بعد المماة نے آپ کے اساتذہ میں ملا محمد سعید پشاوری اور مولوی حکیم سید نیاز احمد سہوانی کے نام بھی لکھے ہیں۔ (۷)

مولانا شاہ محمد اسحاق دہلویؒ کے درس میں

مولانا سید محمد نذیر حسین علومِ متداولہ سے فراغت کے بعد تفسیر' حدیث اور فقہ کی تحصیل کے لیے مولانا شاہ محمد اسحاق کے درس میں شامل ہوئے اور ان سے کتب تفسیر و حدیث اور فقہ پڑھیں۔ اور ۱۳ سال تک اُن کی خدمت میں رہ کر مستفیض ہوتے رہے۔ اس کے بعد مولانا شاہ محمد اسحاق دہلوی نے آپ کو سندِ حدیث عطا کی۔

نقل سند

بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ

الحمد لِلّٰه رَبِّ الْعَالَمِيْنَ' والصلاة والسلام علی سید المرسلین محمد واله وصحبه اجمعین'اما بعد! فیقول العبد الضعیف محمد اسحاق ان السید النجیب المولوی محمد نذیر حسین قد

(۶) نزهة الخواطر' ج۸' ص۴۹۷۔
(۷) الحیاة بعد المماة' ص۳۶۔

قرأ علی اطرافا من الصحاح الستة البخاری ومسلم وابی داوٗد والجامع الترمذی والنسائی وابن ماجة شیئاً من کنز العمال والجامع الصغیر وغیرها وسمع منی الاحادیث الکثیرة' فعلیه ان یشتغل بقراء ة هذه الکتب ویتدرس بها لانه ابلهما بالشروط المعتبرة عند اهل الحدیث' وانی حصلت القراء ة والسماعة والاجازة لهذا الکتب من الشیخ الاجل عبدالعزیز محدث الدهلوی وهو حصل القراء ة والاجازة عن شیخ ولی اللّٰه المحدث الدهلوی رحمة اللّٰه علیهما وباقی سندهٗ مکتوب عندهٗ حرر فی ثانی شهر شوال ۱۲۵۸ الهجریة۔ الحمد للّٰه اولاً واخره(۸)

محمد اسحا ق

۱۲۵۸ھ

شادی

مولانا سید محمد نذیر حسین جب حضرت مولانا شاہ محمد اسحاق دہلویؒ سے اکتساب فیض کر رہے تھے' ۱۲۴۸ھ مطابق ۱۸۳۲ء میں مولانا شاہ محمد اسحاق کی تحریک پر آپ کا نکاح آپ کے استاذِ محترم مولانا عبدالخالق دہلوی کی دختر نیک اختر سے ہوا۔ اس شادی کے کفیل خود حضرت شاہ محمد اسحاق اور ان کے برادرِ خورد حضرت شاہ محمد یعقوب تھے۔ مسجد اورنگ آبادی میں نکاح ہوا۔ مولانا شاہ محمد اسحاق نے نکاح پڑھایا اور اس کے بعد دوسرے دن ولیمہ ہوا۔ (۹)

مولانا سید شریف حسین کی ولادت

۱۲۴۸ھ کے شروع میں مولانا سید محمد نذیر حسین کی شادی ہوئی اور ۱۲۴۸ھ کے آخر میں مولانا شریف حسین کی ولادت ہوئی۔

(۸) تراجم علمائے حدیث ہند' ص ۱۳۲۔

(۹) الحیاۃ بعد المماۃ' ص ۳۷۔

باب ۲

مولانا شاہ محمد اسحاق سے شاگردی کا مسئلہ

شیخ الکل مولانا سید محمد نذیر حسین محدث دہلوی ۱۲۵۸ھ میں حضرت شاہ محمد اسحاق دہلوی (م ۱۲۶۲ھ) کے حرمین شریفین ہجرت کرنے کے بعد ان کی مسند کے جانشین ہوئے اور مکمل ۶۲ سال تک دہلی میں علومِ اسلامیہ کا درس دیا۔

علمائے تقلید نے اپنے تقلیدی تعصب کی بنیاد پر یہ پروپیگنڈا شروع کیا کہ مولانا سید محمد نذیر حسین دہلوی حضرت مولانا شاہ محمد اسحاق کے باقاعدہ شاگرد نہ تھے' بلکہ صرف حدیث کی سند کی اجازت حاصل کی تھی' ان کے باقاعدہ شاگرد مولانا شاہ عبدالغنی مجددی بن مولانا شاہ ابوسعید مجددی تھے۔ لیکن علمائے اہل حدیث کا موقف ہے کہ مولانا سید محمد نذیر حسین محدث دہلوی حضرت شاہ محمد اسحاق کے باقاعدہ شاگرد تھے اور پورے ۱۳ سال ان کی خدمت میں رہ کر علومِ اسلامیہ کی تحصیل کی۔

برصغیر کے ممتاز علمائے کرام اور اہل قلم نے اس کا اعتراف کیا ہے کہ مولانا سید محمد نذیر حسین محدث دہلوی حضرت مولانا شاہ محمد اسحاق کے باقاعدہ شاگرد تھے اور علمائے تقلید کا یہ موقف درست نہیں کہ انہوں نے صرف تبرکاً حدیث کی سند و اجازت حاصل کی۔

جن علمائے کرام نے اس کی شہادت دی ہے کہ مولانا سید محمد نذیر حسین حضرت مولانا شاہ محمد اسحاق دہلوی کے باقاعدہ شاگرد تھے' ان کی تحریریں درج ذیل ہیں:

مولانا شیخ محمد تھانوی

مولانا شیخ محمد تھانوی (م ۱۲۹۶ھ) دیوبندی مکتب فکر کے ایک جید عالم دین تھے۔ اپنے ایک خط میں لکھتے ہیں:

"ہر روز اِلّا نادراً حاضر خدمت عالی حضرت استاذی مولانا ممدوح می شدند وحل مشکلات فن حدیث شریف وتفسیر وفقہ وغیرہ بخوبی می کردند وتوجہ خاطر اقدس

حضرت مولانا محمد اسحاق قدس سرہ جانب مولوی نذیر حسین صاحب از بودہ است
و وقت رونق افروزی حرمین شریفین بہ تقریب ہجرت مسموع ست کہ بر آں یقین
ست سند حوالہ مولوی سید محمد نذیر حسین صاحب عطا فرمودہ اند و مجاز گردانیدہ۔ فقط
بہ جہت ﴿وَلَا تَكْتُمُوا الشَّهَادَةَ﴾ ہر چہ مخلص بود بے کم و کاست۔ و بر قول
اہل خیال و عناد گوش نباید نہاد سد راہ فیض ست کہ از او شاں جاری ست ہر قدر کہ نو
آموزاں بر آں نازمی کنند' زیادہ از آں مولوی صاحب موصوف در ذخیرۂ خویش
نہادہ فراموش کردہ باشند''(۱)

یعنی استادِ محترم کی خدمت میں برابر حاضر ہوا کرتے تھے اور حدیث و تفسیر و فقہ کی
مشکلات کا حل طلب کرتے۔ مولانا محمد اسحاق قدس سرہ کی توجہ مولوی نذیر حسین
کی طرف زیادہ تھی۔ سنا ہے اور اس پر یقین بھی ہے کہ مولانا محمد اسحاق جس وقت
حرمین شریفین کی طرف ہجرت کرنے والے تھے آپ کو سند دی اور اپنا مجاز بنایا۔
جو کچھ مجھے معلوم ہے میں نے ﴿وَلَا تَكْتُمُوا الشَّهَادَةَ﴾ فرمانِ خداوندی کی
رعایت کرتے ہوئے بے کم و کاست بیان کر دیا۔ اہل جہل و عناد کی بات نہ سننی
چاہئے کہ اس میں فیض بند ہو جانے کا اندیشہ ہے جو مولانا موصوف سے جاری
ہے۔ اتنی مقدار (علم و فضل) کو جس پر نو آموزوں کو ناز ہوتا ہے' مولانا موصوف
نے حاصل کر کے فراموش کر دیا۔

تبصرہ: اس خط سے معلوم ہوتا ہے کہ میاں صاحب نے جس تحقیق کے ساتھ حضرت
مولانا شاہ محمد اسحاقؒ سے حدیث' تفسیر اور فقہ پڑھی شاید ہی کسی دوسرے شاگرد نے
ان تحقیقات سے پڑھی ہو' کیونکہ اصل چیز تو حل مشکلات ہے جس کے لئے اس سے بہتر
کوئی طریقہ نہیں ہو سکتا جو حضرت میاں صاحبؒ نے اختیار کیا تھا۔

مولانا احمد علی سہارن پوری

مولانا احمد علی سہارن پوری (م ۱۲۹۸ھ) دیو بندی مکتب فکر کے جید عالم تھے۔
جملہ علومِ اسلامیہ کے متبحر عالم تھے۔ الجامع الصحیح البخاری کا عربی میں حاشیہ لکھا۔ آج کل

(۱) الحیاۃ بعد المماۃ' ص ۳۴۔

دینی مدارس میں صحیح بخاری کا جو نسخہ پڑھایا جاتا ہے اس پر آپ ہی کا حاشیہ ہے۔ مولانا احمد علی مولانا سید محمد نذیر حسین دہلوی کے ہم عصر تھے۔ مولانا احمد علی اور مولانا سید محمد نذیر حسین دہلوی کے درمیان جو گفتگو ہوئی اس کو مصنف "**الحیاۃ بعد المماۃ**" نے یوں نقل کیا ہے:

"میاں صاحب نے مولانا احمد علی سہارن پوری سے پوچھا کہ: تم شاہ محمد اسحاق کا حرف پہچانتے ہو؟ انہوں نے کہا کہ خوب پہچانتا ہوں۔ میاں صاحب نے اپنی سند سامنے رکھ دی اور کہا: کہو یہ کس کا حرف ہے؟ انہوں نے کہا شاہ محمد اسحاق کا۔ پھر پوچھا کہ مہر کس کی ہے؟ مولوی احمد علی صاحب مرحوم نے کہا شاہ محمد اسحاق صاحب کی۔" (۲)

مولانا فضل حسین بہاری نے مولانا احمد علی سہارن پوری کا ایک خط نقل کیا ہے جو آپ نے مولانا حفیظ اللہ خان دہلوی کے نام لکھا۔ اس میں مولانا احمد علی لکھتے ہیں:

"کہ صحبت در زیارت و حاضر باشی مولوی صاحب ممدوح بحضرت مولانا مبرور نور اللہ مرقدہٗ چوں شمس نصف النہار ظاہر و ہواست تخمیناً پانزدہ سال مولوی صاحب موصوف و حضرت مولانا در شہر دہلی بودند' پس اشتباہ عدم صحبت و زیارت بے اصل محض است و اما اشتباہ اسناد کتب احادیث پس چوں اسناد دستخطی حضرت مولانا ممدوح بدست مولوی صاحب موجود است' محل اشتباہ دریں امر نیز باقی نماند"۔ محررہ پانزدھم ربیع الاول ۱۲۹۲ھ۔ (۳)

یعنی مولوی صاحب کی صحبت اور زیارت نیز ہر وقت مولانا نور اللہ مرقدہٗ کے پاس موجود رہنا' یہ سب باتیں دوپہر کے سورج کی طرح واضح ہیں۔ تخمیناً ۱۵ سال تک مولوی نذیر حسین صاحب اور مولانا محمد اسحاق صاحب ایک ساتھ دہلی میں رہے ہیں۔ اس لئے عدمِ صحبت و زیارت کا شبہ کرنا بے سود ہے۔ رہا حدیث کی کتابوں کے بارے میں شبہ کرنا تو جب مولانا ممدوح کے دستخط کے ساتھ ایک سند مولوی صاحب کے پاس موجود ہے تو اس بارے میں کوئی شبہ باقی نہیں رہ جاتا۔

---

(۲) ایضاً' ص ۴۹۔ (۳) ایضاً' ص ۴۷۔

مولوی رحمٰن علی بریلوی

مولوی رحمٰن علی بریلوی (م ۱۳۲۵ھ) نے اپنی کتاب ''تذکرۂ علمائے ہند'' میں مولانا سید محمد نذیر حسین دہلوی کا تعارف ایک سطر سے زیادہ نہیں کرایا ہے۔ یہ ان کے تقلیدی تعصب کی انتہا ہے۔ لیکن اس کا اعتراف ضرور کیا ہے کہ مولانا سید محمد نذیر حسین دہلوی حضرت مولانا شاہ محمد اسحاق دہلوی کے شاگرد تھے۔

مولوی رحمٰن علی بریلوی مولوی شبلی جونپوری (م ۱۲۸۶ھ) کے حالات میں لکھتے ہیں:

''واجازت کتب احادیث از مولوی سید نذیر حسین تلمیذ مولانا محمد اسحاق دہلوی یافتہ حصول سند ممتاز گشت''(۴)

یعنی مولوی سید محمد نذیر حسین جو مولانا محمد اسحاق کے شاگرد تھے' حدیث کی سند آپ نے ان سے حاصل کی۔

مولانا سید نواب صدیق حسن خان (م ۱۳۰۷ھ)

مولانا سید محمد نذیر حسین دہلوی ۱۲۴۹ھ میں مولانا شاہ محمد اسحاق کے درس میں داخل ہوئے۔ نواب صاحب مرحوم و مغفور لکھتے ہیں:

''درہمیں سال (سنة الف و ماتين و تسع و اربعين) حدیث شریف از مولانا محمد اسحاق مرحوم و مغفور شروع فرمودند و صحیح بخاری و صحیح مسلم بہ شراکت مولوی گل محمد کابلی و مولوی عبید اللہ سندھی و مولوی نور اللہ سروانی و حافظ محمد فاضل سواتی وغیرہم حرفاً حرفاً خواندند و ہدایہ و جامع صغیر بہ معیت مولوی بہاء الدین دکنی و جد امجد قاضی محفوظ اللہ پانی پتی و نواب قطب الدین خان دہلوی و قاری اکرام اللہ وغیرہم و کنز العمال ملا علی متقی علیحدہ بشراع فرمودند و دوسہ جز خواندند و سنن ابی داؤد و جامع ترمذی و نسائی و ابن ماجہ و موطا امام مالک تماماً بر مولانا ممدوح عرض نمودند و اجازہ از شیخ الآفاق حاصل نمودہ۔''(۵)

---

(۴) تذکرہ علمائے ہند' مطبع نولکشور' لکھنؤ' ص ۹۲۔

(۵) حیات شبلی' ص ۴۶

یعنی ۱۲۴۹ھ میں مولانا محمد اسحاق مرحوم و مغفور سے صحیح بخاری و صحیح مسلم مولوی گل محمد کابلی، مولوی عبید اللہ سندھی، مولوی نور اللہ سروانی اور حافظ محمد فاضل سواتی کے ہمراہ حرفاً حرفاً پڑھیں۔ ہدایہ اور جامع الصغیر مولوی بہاؤ الدین دکنی اور جد امجد قاضی محفوظ اللہ پانی پتی اور نواب قطب الدین خان دہلوی اور قاری اکرام اللہ وغیرہم کے ساتھ پڑھیں۔ کنز العمال از ملا علی متقی الگ شروع کی اور دو تین اجزاء سنن ابی داؤد، جامع ترمذی، نسائی، ابن ماجہ اور موطا امام مالک مولانا ممدوح کے سامنے پڑھیں۔ اور اجازت شیخ الآفاق (مولانا محمد اسحاق محدث دہلوی) سے حاصل کی۔

مولانا شمس الحق ڈیانوی عظیم آبادی

شارح سنن ابی داؤد مولانا شمس الحق ڈیانوی عظیم آبادی (م ۱۳۲۹ھ) لکھتے ہیں:

اکتسب بعد ذلک العلوم الدینیة من التفاسیر والاحادیث عن الشیخ الاجل اکمل محدث الدهر ابی سلیمان محمد اسحاق الدهلوی متوفی ۱۲۶۲ ھ بن محمد افضل الفاروقی اللاهوری وسبط الشیخ العلامة عبدالعزیز بن ولی الله الدهلوی فقرأ علیه الصحاح الستة بالضبط والاتقان والبحث التدقیق وکنز العمال والجامع الصغیر لحافظ السیوطی، وصحب العلامة ثلاثة عشر سنة واستفاض منه فیوضًا کثیرًا، وأخذ عنه مالم یاخذ احد من تلامذته فبلغ مراتب الکمال وصار خلیفة له وحصل له منه الاجازة فی شوال سنة ثمان وخمسین بعد الالف ومائتین [٦]

یعنی اس کے بعد علومِ دینیہ تفسیر و حدیث کا اکتساب مولانا محمد اسحاق (م ۱۲۶۲ھ) ابن علامہ محمد افضل فاروقی لاہوری اور نبیرۂ حضرت شاہ عبدالعزیز بن شاہ ولی اللہ دہلوی سے کیا۔ پورا صحاحِ ستہ ضبط و اتقان کے ساتھ پڑھا۔ حافظ سیوطی کی کنز العمال اور جامع الصغیر بھی پڑھی۔ ۱۳ سال آپ کی صحبت سے فیض یاب

(٦) مقدمة غاية المقصود، مطبوعة انصاری دهلی، ص ١١۔

ہوئے اور ایسی چیزیں حاصل کیں جو دوسرے تلامذہ حاصل نہیں کر سکے۔ آخر کمال کے درجہ تک پہنچ گئے اور آپ کے خلیفہ ہوئے۔ ۱۲۵۸ھ میں آپ سے اجازت حاصل کی۔

مولانا محمد ادریس نگرامی

مولانا محمد ادریس نگرامی (م ۱۳۳۰ھ) لکھتے ہیں کہ:

''مولانا مولوی حاجی حافظ سید محمد نذیر حسین صاحب دہلوی بن سید جواد علی مرحوم کی ولادت باسعادت بمقام سورج گڑھ من مضافات بہار ۱۲۲۰ھ میں ہوئی۔

آپ کے شیوخ کے نام یہ ہیں:

مولوی سید عبدالخالق، مولوی شیر محمد قندھاری، مولوی جلال الدین ہروی، مولوی شیخ کرامت علی اسرائیلی، مولوی محمد بخش عرف تربیت خاں، مولوی عبدالقادر رام پوری، مولانا محمد اسحاق دہلوی۔''(۷)

مولانا حکیم سید عبدالحی الحسنی

مولانا حکیم سید عبدالحی الحسنی (م ۱۳۴۱ھ)، سابق ناظم دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ لکھتے ہیں:

لازم دروس الشیخ محمد اسحاق بن محمد افضل العمری الدھلوی سبط الشیخ عبدالعزیز بن ولیّ اللّٰہ الدّھلوی واجاز الشیخ المذکور سنة ثمان و خمسین ومائتین والف حین ھجرتهٗ الی مکة المشرفة (۸)

یعنی آپ نے مولانا شاہ محمد اسحاق بن مولانا محمد افضل عمری دہلوی نواسہ حضرت شیخ عبدالعزیز بن ولی اللہ محدث دہلوی کے درس میں پابندی سے حاضر ہونا شروع کیا۔ اور شاہ صاحب موصوف نے آپ کو ۱۲۵۸ھ میں سند عطا کی، جب آپ ہجرت کر کے مکہ تشریف لے جا رہے تھے۔

---

(۷) تذکرہ علمائے حال، ص ۹۲، مطبع نولکشور لکھنؤ، ۱۸۹۷ء

(۸) نزھة الخواطر، ج ۸، ص ۴۹۸۔

مولانا عبدالرحمٰن محدث مبارک پوری

شارح جامع الترمذی امامِ حدیث مولانا عبدالرحمٰن محدث مبارک پوری (م۱۳۵۳ھ) لکھتے ہیں:

تخرجت علیه جماعة کبیرة منهم الشیخ الاجل سند الوقت السید محمد نذیر حسین الدهلوی' والشیخ المحدث عبدالغنی بن ابی سعید المجددی الدهلوی والنواب قطب الدین مؤلف مظاهر حق وغیرهم' ثم انهٗ هاجر الیٰ مکة واستخلف من هو فرد زمانه وقطب اوانه شیخنا الاجل السید محمد نذیر حسین الدّهلوی فی اشاعة العلوم الدینیة (۹)

یعنی مولانا شاہ محمد اسحاق سے پڑھ کر علماء کی ایک بہت بڑی جماعت نکلی، جن میں حضرت شیخ الکل مولانا سید محمد نذیر حسین دہلوی' شیخ عبدالغنی مجددی بن ابوسعید مجددی' نواب قطب الدین خاں دہلوی مصنف مظاہر حق شامل ہیں۔ پھر مولانا شاہ محمد اسحاق نے مکہ معظّمہ ہجرت فرمائی اور شیخ العجم مولانا سید محمد نذیر حسین دہلوی کو علومِ حدیث کی اشاعت کے سلسلہ میں اپنا جانشین بنایا۔

مولانا عبیداللہ سندھی

مولانا عبیداللہ سندھی (م۱۳۶۳ھ) دیوبندی مکتبِ فکر کے جید عالم اور فکرِ ولی اللّٰہی کے بہت بڑے علمبردار تھے۔ مولانا سید محمد نذیر حسین دہلوی (م۱۳۲۰ھ) کے بارے میں لکھتے ہیں کہ ان کا رجحان پہلے تقلید کی طرف تھا' لیکن ۱۸۵۷ء میں امام شوکانی (م۱۲۵۰ھ) کی طرف ہو گیا۔ اور تقلید جو مسلک ولی اللّٰہی کی بنیاد ہے' اس کا انکار کر دیا۔ لیکن آپ مولانا شاہ محمد اسحاق دہلوی کے شاگرد تھے۔ اس کے بعد لکھتے ہیں:

انتفع به خلق کثیر ...... منهم ابنته الشیخة الصالحة خدیجة وابن خالته الشیخ عبدالقیوم بن عبد الحی الدهلوی' ومنهم السید

---

(۹) مقدمہ تحفۃ الاحوذی' ص۵۲۔

نذیر حسین الدهلوی البهاری امام اهل الحدیث والشیخ محمد عبدالرحمن السهارن بوری مکی (۱۰)

مولانا سیّد سلیمان ندوی

مولانا سید سلیمان ندوی (م۱۳۷۳ھ) برصغیر کے نامور مؤرخ، محقق، ادیب اور سیرت نگار تھے۔ ان کے ذوقِ تحقیق کا اعتراف مغربی مستشرقین نے بھی کیا ہے۔ آپ نے اپنی متعدد تحریروں میں بصراحت لکھا ہے کہ مولانا سید محمد نذیر حسین دہلوی (م۱۳۲۰ھ) حضرت مولانا شاہ محمد اسحاق دہلوی کے باقاعدہ شاگرد تھے۔ سید صاحب مرحوم لکھتے ہیں کہ:

(۱) مولانا شاہ محمد اسحاق کے ایک دوسرے شاگرد سید نذیر حسین بہاری دہلوی ہیں۔ اس دوسرے سلسلے میں توحیدِ خالص اور ردّ بدعت کے ساتھ فقہ حنفی کی بجائے براہِ راست کتب حدیث سے بقدرِ فہم استفادہ اور اس کے مطابق عمل کا جذبہ پیدا ہوا۔ اور اسی سلسلہ کا نام اہلِ حدیث مشہور ہوا۔ (۱۱)

(۲) مولانا سید محمد نذیر حسین دہلوی کا مولانا شاہ محمد اسحاق دہلوی کی شاگردی کا مسئلہ اہل حدیث اور احناف میں ما بہ النزاع بن گیا ہے۔ احناف انکار کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ان کو شاہ صاحب سے بے پڑھے صرف تبرکاً اجازہ حاصل تھا۔ اور اہل حدیث ان کو حضرت شاہ صاحب کا باقاعدہ شاگرد بتاتے ہیں۔

مولانا سید محمد نذیر حسین دہلوی نے شاہ صاحب سے اجازتِ تحریری ۲ شوال ۱۲۵۸ھ کو حاصل کی، جب شاہ صاحب ہندوستان سے ہجرت کر کے حجاز جا رہے تھے۔ (۱۲)

(۳) مولانا شاہ محمد اسحاق: اللہ تعالیٰ نے آپ کے درس میں بڑی برکت عطا فرمائی۔ تمام بڑے بڑے علماء ان کے شاگرد تھے۔ چند رسالے بھی ان کے تصنیف ہیں۔ غدر کے بعد مکہ معظمہ ہجرت کر کے چلے گئے تھے۔ وہاں بھی یہ

---

(۱۰) حاشیة المسوّی من احادیث الموطأ، المطبعة السلفیة المکة المکرمة، ص ۱۱۔

(۱۱) حیاتِ شبلی، ص ۴۱۔ (۱۲) ایضاً، ص ۴۶۔

سلسلۂ فیض جاری رہا۔ آخر ۱۲۶۲ھ میں وفات پائی۔ ان کے تلامذہ میں مولانا احمد علی محدث سہارن پوری' نواب صدرالدین خان دہلوی' نواب قطب الدین خان دہلوی' جنہوں نے کتب حدیث کا اُردو میں ترجمہ کیا ہے' مولانا سید نذیر حسین (بہاری) دہلوی' مولانا عالم علی مراد آبادی' شیخ محمد تھانوی' مولانا شاہ فضل رحمٰن گنج مراد آبادی اور مولانا عبدالرحمٰن پانی پتی ہیں۔ (۱۳)

مولانا عبدالمجیدؒ سوہدروی (م ۱۹۵۹ء)

مولانا عبدالمجید سوہدروی جماعت اہل حدیث کے مشہور مبلغ' واعظ اور اعلیٰ پائے کے مصنف تھے۔ اپنی تصنیف ''سیرتِ مولانا ثناءاللہ امرتسری'' میں لکھتے ہیں کہ:

''آپ ۱۲۲۰ھ میں سورج گڑھ ضلع مونگر بہار میں پیدا ہوئے۔ باپ کا نام سید جواد علی تھا۔ آپ امام حسین رضی اللہ عنہ کی نسل سے تھے۔ ۳۵ واسطہ سے آپ آنحضرت ﷺ کے ساتھ جا ملتے ہیں۔ ۱۵ سال کی عمر میں تعلیم کے شوق سے گھر سے نکلے' عظیم آباد پہنچے۔ ۶ ماہ میں ابتدائی تعلیم حاصل کرنے کے علاوہ ترجمہ قرآنِ مجید اور مشکوٰۃ تک ختم کرلی۔ انہی دنوں سید احمد شہید اور شاہ اسماعیل شہید پٹنہ آئے۔ ۱۵ دن ان کی صحبت میں رہے' پھر دہلی کا شوق ہوا۔ پا پیادہ دہلی پہنچے اور شاہ محمد اسحاق صاحب سے حدیث پڑھی اور ساڑھے تین سال میں تمام علومِ رسمیہ' فنونِ متداولہ اور کتب درسیہ پر عبور حاصل کرلیا۔'' (۱۴)

مولانا ابویحییٰ امام خان نوشہروی

برصغیر (پاک و ہند) کے ممتاز اہل قلم اور جید عالم دین و ادیب مولانا ابویحییٰ امام خان نوشہروی (م ۱۳۸۶ھ) اپنی مایہ ناز تصنیف ''تراجم علمائے ہند'' میں لکھتے ہیں کہ:

''الصدر الحمید شاہ محمد اسحاق مہاجر مکی نبیرۂ حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی' جن سے تفسیر و حدیث میں بعض کتب سماعۃً و اکثر قراءۃً پڑھیں۔'' (۱۵)

---

(۱۳) مقالاتِ سلیمان' ج ۲' ص ۵۲' ۵۳۔

(۱۴) سیرت ثنائی' طبع اول ۱۹۵۲ء' ص ۹۷۔

(۱۵) تراجم علمائے حدیث ہند' ص ۱۳۸' طبع دہلی۔

اور اپنی دوسری تصنیف ''ہندوستان میں اہل حدیث کی علمی خدمات'' میں مولانا نوشہروی مرحوم لکھتے ہیں کہ:

''شاہ اسمٰعیل شہید کے اس مسابقت الی الجہاد وفوز بہ شہادت کے بعد ہی دہلی میں الصدر الحمید مولانا شاہ محمد اسحاق صاحب کا فیضان جاری ہوگیا' جن سے شیخ الکل میاں صاحب السید محمد نذیر حسین صاحب محدث دہلوی مستفیض ہو کر دہلی ہی کی مسند تحدیث پر متمکن ہوئے۔''(۱۶)

شیخ محمد اکرام

شیخ محمد اکرام (م ۱۳۹۶ھ)' سابق ڈائریکٹر ادارۂ ثقافت اسلامیہ لاہور ایک ممتاز دانشور' بلند پایہ مؤرخ' انشا پرداز اور ادیب تھے۔ مولانا سید نواب صدیق حسن خان (م ۱۳۰۷ھ) کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

''اس دور کے ایک دوسرے بزرگ جن کا فیض نواب صدیق حسن خان سے بھی زیادہ پھیلا' سید محمد نذیر حسین محدث تھے' جو صوبہ بہار کے رہنے والے تھے' لیکن پٹنہ میں مولانا سید احمد بریلوی کا وعظ سننے کے بعد دہلی کا رخ کیا اور مسلک ولی اللٰہی کے کئی بزرگوں سے استفادہ کیا۔ حدیث کی تکمیل آپ نے شاہ محمد اسحاق صاحب مہاجر مکی نبیرۂ حضرت شاہ عبدالعزیز دہلوی سے کی۔ اور جب وہ مکہ معظمہ ہجرت کر گئے تو آپ نے دہلی کی مسجد اورنگ آباد میں حدیث اور تفسیر کا درس شروع کیا اور کوئی پچاس برس اس خدمت عظیم میں گزار دیئے۔ شمالی ہندوستان کے اکثر علمائے اہل حدیث کا سلسلۂ استناد آپ تک پہنچتا ہے اور اس وجہ سے آپ کو شیخ الکل کہتے ہیں۔''(۱۷)

مولوی بشیر احمد دہلوی

مولوی بشیر احمد دہلوی (م ۱۹۲۱ء) بن مولانا حافظ نذیر احمد خاں دہلوی نے ''دلی اور اصحابِ دلی'' ایک کتاب تصنیف کی۔ یہ کتاب اپنے موضوع کے اعتبار سے معتبر اور

---

(۱۶) ہندوستان میں اہل حدیث کی علمی خدمات' ص ۲۰'۲۱۔

(۱۷) موج کوثر' ص ۶۸۔

مستند سمجھی جاتی ہے اور اہل علم وقلم اس کو ماخذ کی حیثیت سے استعمال کرتے ہیں۔

حضرت شیخ الکل مولانا سید محمد نذیر حسین دہلوی کے تذکرہ میں مولوی بشیر احمد دہلوی لکھتے ہیں:

"آپ نے مولانا شاہ محمد اسحاق علیہ الرحمۃ سے حدیث وتفسیر پڑھی، اور ۱۳ برس تک آپ کی خدمت میں رہ کر آپ کے فیوض وبرکات حاصل کئے۔ غرض آپ ایسے مرتبۂ کمال کو پہنچ گئے کہ اپنے استادِ علوم کے سامنے فتوے دیئے۔ اور حضرت استاد اس کو پسند کرتے اور خوش ہوتے تھے۔ شوال ۱۲۵۸ھ میں حضرت شاہ محمد اسحاق نے آپ کو علومِ حدیث وغیرہ سے مستفید فرما کر مسند الوقت کر دیا۔ اور اسی سن میں جب آپ ہند کو خیر آباد کہہ کر مہاجر بیت اللہ ہونے لگے تو افادہ اور افتاء اور وعظ و تذکیر اور درس وتدریس کے لئے آپ ہی کو اپنا نائب اور خلیفہ بنایا۔"(۱۸)

مولانا محمد عطاء اللہ حنیف بھوجیانیؒ

مشہور اہل حدیث عالم اور محقق شہیر اور سنن نسائی کے شارح حضرت مولانا محمد عطاء اللہ حنیف بھوجیانیؒ (م ۱۴۰۸ھ)، سابق مدیر الاعتصام لکھتے ہیں:

ثم اقبل خاصة على التفسير والحديث فقرأ تفسير الجلالين والصحيحين حرفًا حرفًا على العلامة الشاه محمد اسحاق وذلك في سنة ۱۲۴۹ھ شاركًا مع الغير وقرأ عليه بقية الصحاح الستة وموطأ امام مالك بتامها بالضبط والاتقان والتدقيق واطرافاً من الجامع الصغير للسيوطي وكنز العمال لعلي متقي (ف ۹۵۷ھ) وفي اثناء هذا قرأ ايضاً على الشاه محمد اسحاق في الفقه الهداية للمسلم غيساني والجامع الصغير لامام محمد رحمه الله وكان يفتي ويقضي بحضرة استاذه فيفرح ويرضىٰ بفتياه بل كان الشيخ كثيرا فاتمنيه في السوالات

(۱۸) دلی اور اصحابِ دلی، طبع ۱۹۱۹ء، ص ۱۳۲۔

مشكلة والتليد محبه احسن الجواب وهكذا اصحبهٔ شيخهٔ ثلاثة عشر سنة واستفاض منه فيوضًا كثيرًا واخذ عنه مالم ياخذ احد من تلامذة فبلغ مراتب الكمال وحصل منه الاجازة في شوال سنة ثمان وخمسين بعد الف ومائتين (۱۹)

یعنی مولانا سید محمد نذیر حسین دہلوی نے حضرت شاہ محمد اسحاق مرحوم ومغفور سے تفسیر وحدیث، تفسیر جلالین اور صحیح بخاری و صحیح مسلم ۱۲۴۹ھ میں حرفاً حرفاً پڑھیں۔ اور بقیہ صحاحِ ستہ (سنن ابی داوٗد، جامع ترمذی، سنن نسائی و سنن ابن ماجہ) وموطأ امام مالک ضبط واتقان اور تدقیق کے ساتھ پڑھے، اور جامع صغیر للسیوطی اور کنز العمال علی متقی (م ۹۵۷ھ) کے اطراف پڑھے۔ فقہ میں ہدایہ غیسانی اور جامع صغیر امام محمد کا درس بھی مولانا شاہ محمد اسحاق مرحوم ومغفور سے لیا۔ حضرت استاد کے سامنے فتویٰ بھی دیتے تھے۔ شاہ صاحب اس سے خوش ہوتے تھے اور ان کے فتووں کو پسند کرتے تھے۔ شیخ صاحب ان کے مشکل سوالات اور نحوی مسائل کو احسن طریقے سے حل کرتے تھے۔ ۱۳ سال تک آپ مولانا شاہ محمد اسحاق کی خدمت میں رہے اور ان سے وہ کچھ آپ نے حاصل کیا جو دوسرے تلامذہ نے حاصل نہیں کیا۔ آپ مرتبہ کمال تک پہنچ گئے اور شوال ۱۲۵۸ھ میں آپ نے اجازت حاصل کی۔"

پروفیسر خلیق احمد نظامی

پروفیسر خلیق احمد نظامی (م ۱۴۱۸ھ) سابق صدر شعبہ تاریخ مسلم یونیورسٹی نامور مؤرخ اور محقق تھے، مولانا ارشاد حسین رام پوری مصنف انتصار الحق کے پوتے تھے۔ تاریخ کے موضوع پر آپ کے بلند پایہ تحقیقی مقالات برصغیر کے علمی رسائل میں شائع ہوتے رہے ہیں۔ علاوہ ازیں آپ کئی ایک بلند پایہ علمی، تحقیقی کتابوں کے مصنف بھی تھے۔ ۱۴۱۸ھ میں علی گڑھ میں انتقال کیا۔ اپنے ایک مقالہ میں لکھتے ہیں:

"مولانا نذیر حسین دہلوی حدیث کے مشہور عالم تھے۔ حدیث وتفسیر شاہ محمد

(۱۹) اتحاف النبیه فیما یحتاج الیه الفقیه، ص ۲۵۔

اسحاق سے پڑھی تھی۔ ۱۲ برس تک ان کی خدمت میں رہ کر فیوض و برکات حاصل کئے تھے۔"(۲۰)

مولانا نسیم احمد امروہی

مولانا نسیم احمد امروہی دیوبندی مکتب فکر کے جید عالم اور مصنف تھے۔ اپنے ایک مقالہ "حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی اور ان کا خاندان" مطبوعہ ماہنامہ الفرقان لکھنؤ فروری، مارچ ۱۹۷۷ء میں حضرت مولانا شاہ محمد اسحاق کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"ان کے باکمال تلامذہ کی تعداد بہت زیادہ ہے جن میں مفتی عبدالقیوم بن مولانا عبدالحی بڈھانوی، شاہ عبدالغنی مجددی، قاری عبدالرحمٰن پانی پتی، نواب قطب الدین خاں دہلوی مصنف مظاہر حق، مولانا احمد علی محدث سہارن پوری، مولانا شیخ محمد تھانوی، مولانا عالم علی مراد آبادی اور مولانا سید محمد نذیر حسین محدث دہلوی وغیرہم شامل ہیں۔"(۲۱)

مولانا محمد ابراہیم میر سیالکوٹی

امام العصر مولانا محمد ابراہیم میر سیالکوٹی (م ۱۳۷۵ھ) لکھتے ہیں کہ:

"مولانا شاہ محمد اسحاق حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کے نواسے تھے۔ استفتاء کا جواب مولانا سید محمد نذیر حسین دہلوی سے لکھوایا کرتے تھے۔ آپ نے شوال ۱۲۵۸ء میں ہندوستان سے مکہ معظمہ ہجرت کی۔ آپ کے مختلف اطراف کے کثیر التعداد اور مشہور تلامذہ میں سے بعض کے اسمائے گرامی یہ ہیں: مولوی محمد یعقوب، مولوی محمد عمر بن مولانا اسمٰعیل شہید، شیخ محمد انصاری مکی، مولوی عبدالخالق دہلوی، مولانا شیخ محمد تھانوی اور مولانا سید محمد نذیر حسین دہلویؒ۔"(۲۲)

پروفیسر محمد مبارک

پروفیسر محمد مبارک (کراچی) لکھتے ہیں کہ:

---

(۲۰) تاریخی مقالات، ص ۲۵۳۔

(۲۱) الفرقان، لکھنؤ، فروری، مارچ ۱۹۷۷ء۔

(۲۲) تاریخ اہل حدیث، ص ۴۱۶۔

''وہابی لیڈر اپنے مشفق استاد مولانا عبدالخالق سے علم حاصل کرنے کے بعد شاہ محمد اسحاق دہلوی کے درس میں داخل ہو گئے۔ شاہ محمد اسحاق دہلوی نے جب ۱۸۴۱ء میں ہندوستان سے ہجرت کی تو ۱۸۳۱ء سے ۱۸۴۱ء مکمل دس سال تک اپنی جانشینی کے لئے اپنے ارشد تلامذہ میں ہر ایک پر نظر ڈالتے رہے' لیکن نظر انتخاب پڑی تو وہابی لیڈر سید محمد نذیر حسین بہاری پر پڑی۔ اس لئے آپ کو اپنی مسند حدیث پر درس دینے کی اجازت دی۔'' (۲۳)

ڈاکٹر افتخار احمد صدیقی

ڈاکٹر افتخار احمد صدیقی اپنی کتاب ''مولوی نذیر احمد دہلوی' احوال و آثار'' جو ۱۹۷۱ء میں مجلس ترقی اُدب لاہور نے شائع کی' میں لکھتے ہیں کہ:

''مدرسے کے دوسرے معلم مولوی عبدالخالق کے داماد شمس العلماء علامہ سید نذیر حسین تھے' جن کے علم وفضل کا یہ مرتبہ تھا کہ حضرت شاہ محمد اسحاق مہاجر مکی نے ہجرت کے وقت افادہ وافتاء اور تدریس کی خدمت ان کے سپرد کر کے اپنا خلیفہ و جانشین مقرر فرمایا تھا۔'' (۲۴)

مولانا سید ابوالحسن علی ندوی

مفکر اسلام اور بین الاقوامی شہرت کے مالک' رابطۂ عالم اسلامی کے نائب صدر اور ندوۃ العلماء لکھنؤ کے سابق ناظم مولانا سید ابوالحسن علی ندوی (م ۱۴۲۱ھ) لکھتے ہیں کہ:

''برصغیر میں حدیث کی سب سے بڑی اشاعت حضرت شاہ محمد اسحاق کے ذریعہ ہوئی' جنہوں نے ۱۲۵۸ھ میں مکہ معظمہ ہجرت کی اوران سے حجاز کے ممتاز ترین علماء نے حدیث کی سند لی۔ آپ کے تلامذہ میں مولانا سید محمد نذیر حسین محدث دہلوی معروف بہ میاں صاحب' قاری عبدالرحمٰن پانی پتی' مولانا سید عالم علی مراد آبادی' مولانا مفتی عبدالقیوم بن مولانا عبدالحی بڈھانوی (خلیفہ اجل حضرت سید

---

(۲۳) حیاتِ شیخ سید محمد نذیر حسین محدث دہلوی' ص ۶۔

(۲۴) مولوی نذیر احمد خاں دہلوی' احوال وآثار' ص ۴۶

احمد شہید)، مولانا فضل رحمٰن گنج مراد آبادی، نواب قطب الدین خاں دہلوی (مصنف مظاہر حق)، مولانا احمد علی سہارن پوری (محشی و ناشر صحیح بخاری)، مفتی عنایت احمد کاکوروی، استاذ العلماء مولانا لطف علی صاحب علی گڑھی اور بہت سے علماء ہیں جن کی فہرست طویل ہے۔ بقول صاحب نزہۃ الخواطر ہندوستان میں یہی مسند حدیث باقی رہی۔

حضرت شاہ محمد اسحاق کے تلامذہ میں تنہا مولانا سید محمد نذیر حسین محدث دہلوی (م ۱۳۲۰ھ) نے دہلی میں سالہا سال حدیث کا درس دیا۔ اور آپ کے درس سے متعدد جلیل القدر ناشرین و شارحین حدیث پیدا ہوئے جن میں مولانا حافظ عبدالمنان وزیر آبادی (جن کی کثیر تعدادِ تلامذہ پنجاب میں مصروفِ درس وافادہ ہے)، عا[illegible]ب ا[illegible]للہ سید عبداللہ غزنوی امرتسری اور ان کے فرزند جلیل مولانا سید عبدالجبار غزنوی امرتسری (والد مولانا سید محمد داؤد غزنوی)، مولانا شمس الحق ڈیانوی مصنف غایۃ المقصود، مولانا محمد حسین بٹالوی، مولانا غلام رسول قلعوی، مولانا محمد بشیر سہسوانی، مولانا امیر احمد سہسوانی، مولانا حافظ عبداللہ غازی پوری، ابو محمد مولانا ابراہیم آروی صاحب طریق النجاۃ، مولانا سید امیر علی ملیح آبادی، مولانا عبدالرحمٰن مبارک پوری، صاحب تحفۃ الاحوذی، (اور علمائے عرب میں سے) شیخ عبد اللہ بن ادریس الحسینی السنوسی، شیخ محمد بن ناصر نجدی، شیخ سعد بن احمد بن عتیق نجدی کے نام اس درس کی وسعت وافادیت کا اندازہ کرنے کے لئے کافی ہیں۔" (۲۵)

ڈاکٹر ثریا ڈار

ڈاکٹر ثریا ڈار صاحبہ، اسسٹنٹ پروفیسر بہاولپور یونیورسٹی لکھتی ہیں کہ:

"شاہ محمد اسحاق تقریباً ۴۰ سال تک حدیث کی تدریس اور فتاویٰ نگاری میں مصروف رہے۔ اس دوران جو لوگ مسائل لے کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے، آپ استفتاء کا جواب شیخ محمد نذیر حسین محدث دہلوی سے لکھوایا کرتے تھے۔" (۲۶)

---

(۲۵) تاریخ دعوت وعزیمت، ج ۵، ص ۳۵۹، ۳۶۰۔

(۲۶) شاہ عبدالعزیز دہلوی اور ان کی علمی خدمات، ص ۱۶۳۔

مولانا قاضی محمد اسلم سیف

مشہور اہلحدیث عالم اور مصنف مولانا قاضی محمد اسلم سیف فیروز پوری (م ۱۴۱۷ھ) ناظم جامعہ تعلیم الاسلام ماموں کانجن اپنی کتاب ''تحریک اہل حدیث تاریخ کے آئینے میں'' میں لکھتے ہیں کہ:

''دہلی میں شاہ محمد اسحاق نواسہ شاہ عبدالعزیز کا فیضان علم و عمل جاری تھا' ان سے تفسیر اور حدیث میں سے بعض کتب سماعۃً اور بعض کتب قراءۃً پڑھیں۔''(۲۷)

تبصرہ

یہ چند ایسے علمائے کرام' دانشور' اربابِ سیر اور اصحابِ تحقیق و تدقیق کے اعترافات ہیں جن کی تحریروں کو سند اور حرفِ آخر سمجھا جاتا ہے۔ ان میں دیوبندی مکتب فکر کے مستند علمائے کرام بھی شامل ہیں' بریلوی مکتب فکر سے تعلق رکھنے والے بھی ہیں' ندوۃ العلماء' لکھنؤ کے فارغ التحصیل بھی ہیں اور ممتاز علمائے اہل حدیث جن کے علمی تبحر اور صاحب کمال ہونے کا برصغیر کے ممتاز دانشوروں نے اعتراف کیا ہے اور نامور محقق اور مؤرخ بھی شامل ہیں جن کی تحقیق و تدقیق کا مغربی مستشرقین نے اعتراف کیا ہے۔ اور ان سب کی متفقہ رائے ہے کہ:

''مولانا سید محمد نذیر حسین محدث دہلویؒ مولانا شاہ محمد اسحاق دہلویؒ کے باقاعدہ شاگرد تھے اور ۱۳ سال تک آپ کی خدمت میں رہ کر فیوض و برکات حاصل کرتے رہے۔''

اب جو صاحب علم و قلم اس کو تسلیم نہ کرے تو اس کے بارے میں یہی رائے قائم کی جاسکتی ہے کہ وہ اپنے تقلیدی تعصب کی عینک سے دیکھتا اور تحقیق کرتا ہے۔

---

(۲۷) تحریک اہل حدیث تاریخ کے آئینے میں' ص ۳۲۵۔

باب ۳

اساتذہ

مولانا سید محمد نذیر حسین دہلوی نے جن اساتذۂ کرام سے مختلف علوم وفنون میں استفادہ کیا ان کے مختصر احالات ذیل میں درج کئے جاتے ہیں:

سید جواد علی

سید جواد علی بن سید عظمت علی آپ کے والد بزرگ وار تھے۔ ان کو عربی میں کم اور فارسی میں بہت دستگاہ حاصل تھی۔ مولانا سید محمد نذیر حسین نے ان سے عربی اور فارسی کی کتابیں پڑھیں۔ (۱)

مولوی شاہ محمد حسین

مولوی شاہ محمد حسین بن شاہ محمد معز عظیم آباد پٹنہ کے مشاہیر علماء میں سے تھے۔ مولانا ولایت علی عظیم آبادی کے خلیفہ تھے۔ ۱۷۸۸ء میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم اپنے چچا مولوی شاہ محمد کریم سے حاصل کی۔ مولوی شاہ محمد حسین حضرت امیر المومنین سید احمد شہیدؒ سے بیعت بھی تھے۔ درس وتدریس کے ساتھ ساتھ وعظ وتبلیغ کا سلسلہ بھی جاری رکھا۔ بہت سی غیر آباد مساجد کو آباد کیا۔ آپ میں سب سے بڑی خوبی یہ تھی کہ آپ حضرت سید احمد شہید کی تعلیمات کے خاص خاص پہلوؤں کی تبلیغ وتوضیح کیا کرتے۔ اور ان میں سے بعض پر عمل کر کے ذاتی مثالیں قائم کرتے۔ مولانا سید محمد نذیر حسین نے ان سے ترجمہ قرآنِ مجید اور حدیث کی مشہور کتاب مشکوٰۃ المصابیح پڑھی۔ (۲)

---

(۱) الحیاۃ بعد المماۃ، ص ۲۴۔

(۲) حیاتِ شیخ السید محمد نذیر حسین محدث دہلوی، ص ۵۔

مولانا احمد علی چڑیا کوٹی

مولانا احمد علی بن غلام حسین کبار علمائے کرام میں سے تھے۔ ۱۲۰۰ھ میں چڑیا کوٹ میں پیدا ہوئے۔ مولانا حیدر علی رام پوری سے اکتسابِ فیض کیا۔ اصولِ فقہ اور فلسفہ میں انہیں تبحر کا درجہ حاصل تھا۔ ان کی ساری زندگی درس و تدریس میں بسر ہوئی۔ مولانا سخاوت علی جون پوری اور مولانا کرامت علی جون پوری ان کے مشہور تلامذہ میں سے تھے۔ تصنیف و تالیف کا بھی ذوق رکھتے تھے۔ منبع الصرف' میزان الاوزان' حاشیہ تلویح' شرح سبعہ معلقہ' فوائد العقائد وغیرہ ان کی مشہور کتابیں ہیں۔ مسلک کے لحاظ سے حضرت امام ابوحنیفہؒ کے مذہب کے پیرو تھے۔ ۲۴ ذی الحجہ ۱۲۷۲ھ موضع علی پور ضلع اعظم گڑھ میں وفات پائی۔ (۳)

مولوی سید زین العابدین

الٰہ آباد کے مشاہیر علماء میں سے تھے اور دائرہ شاہ اجمل میں تدریس فرماتے تھے۔ مولانا سید محمد نذیر حسین دہلوی نے ان سے صرف و نحو کی کتابیں پڑھیں۔ میاں صاحب جب تک زندہ رہے دائرہ شاہ اجمل کی یاد زبان پر رہی۔ چنانچہ میاں صاحب اپنے ایک خط بنام مولوی عبدالعزیز فرخ آبادی لکھتے ہیں:

> ''از تحریر ایشاں بوضوح پیوست کہ بہ ضلع الٰہ آباد رسیدند خوب شاداب چمن مسجدے ست کہ بہ ایام طلب چندے بسر کردہ ام درآں جا از مولوی زین العابدین صاحب مرحوم و مغفور صحبت درس گرم می بود۔''(۴)

مولانا عبدالخالق دہلوی

مولانا عبدالخالق دہلوی کا شمار مشہور علماء اور محدثین میں ہوتا ہے۔ مسجد اورنگ آبادی کے متولی تھے۔ دہلی میں پیدا ہوئے۔ حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ اور

---

(۳) نزهة الخواطر' ج ۷' ص ٤٥' تذکرہ علمائے اعظم گڑھ' ص ۵۱۔

(۴) الحياة بعد المماة' ص ۲۹۔

حضرت شاہ عبدالقادر دہلویؒ سے اکتسابِ فیض کیا۔ تکمیل علوم کے بعد ساری زندگی درس و تدریس کا سلسلہ جاری رکھا۔ علم و فضل میں بلند مرتبہ رکھتے تھے۔ زہد و تقویٰ، ترویج سنت اور اعلائے کلمۂ حق میں ہمیشہ کوشاں رہے۔ شیریں مقال، راست گفتار، امانت و دیانت میں مشہور تھے۔ ۱۲۶۱ھ/۱۸۴۵ء کو دہلی میں انتقال کیا۔ (۵)

مولانا اخوند شیر محمد قندھاری

مولانا اخوند شیر محمد قندھاری مولانا شاہ عبدالقادر دہلوی کے شاگرد تھے۔ صحیح بخاری اور تفسیر بیضاوی میں مولانا شاہ محمد اسمٰعیل شہید دہلوی کے ہم درس تھے۔ علم معقول و منقول میں ان کو خاص دسترس حاصل تھی۔ ۸۸ سال کی عمر میں ۱۲۵۷ھ میں دہلی میں وفات پائی۔ (۶)

مولانا جلال الدین ہروی

مشاہیر علماء میں تھے اور علم معقول و منقول میں بہت زیادہ دسترس حاصل تھی۔ پنجاب اور پشاور کے علماء سے تحصیل کی۔ بعد ازاں دہلی جا کر مولوی فضل امام خیر آبادی (م ۱۲۴۴ھ) سے "افق المبین" کا تھوڑا حصہ پڑھا۔ (۷)

مولانا کرامت علی اسرائیلی

مولانا کرامت علی اسرائیلی علمائے فحول میں سے تھے۔ مولوی فضل امام خیر آبادی اور مولانا شاہ رفیع الدین دہلوی (م ۱۲۳۳ھ) کے شاگرد تھے۔ علم حدیث کی تحصیل مولانا شاہ محمد اسحاق اور مولانا شاہ اسماعیل شہید دہلوی سے کی۔ مذہب شافعی رکھتے تھے اور فقہ شافعی میں ان کو بہت زیادہ مہارت حاصل تھی۔ سلسلۂ نسب اسرائیل تک پہنچتا ہے اسی لیے اسرائیلی کہلاتے تھے۔ تصنیف میں ان کی مشہور کتاب "سیرتِ احمدیہ" ہے۔ (۸)

---

(۵) شاہ عبدالعزیز اور ان کی علمی خدمات، ص ۲۲۷، ۲۲۸۔

(۶) تراجم علمائے حدیث ہند، ص ۱۳۶؛ الحیاۃ بعد المماۃ، ص ۳۵۔

(۷) ایضاً، ص ۱۳۷۔ (۸) الحیاۃ بعد المماۃ، ص ۳۵۔

مولوی محمد بخش عرف تربیت خاں

مولوی محمد بخش مولانا شاہ رفیع الدین دہلویؒ کے شاگرد تھے۔ فلسفہ اور ریاضی میں ان کو خاص مہارت حاصل تھی اور کتب متقدمین پر وسیع نظر تھی۔ ہر مسئلہ میں علت کے متلاشی رہتے تھے' اس لیے مولانا شاہ رفیع الدین نے ان کا نام معلل رکھ دیا تھا۔ مولانا سید محمد نذیر حسین دہلوی کے زمانہ تک ان کی عمر ۸۰ سال تک ہو چکی تھی۔ (۹)

مولانا عبدالقادر رام پوری

مشاہیر علماء میں سے تھے۔ حدیث اور عربی ادب پر ان کی نظر وسیع تھی۔ مولانا سید محمد نذیر حسین نے ان سے عربی ادب' دیوان متنبی' مقاماتِ حریری اور کچھ احادیث متفرقہ کی تعلیم حاصل کی۔ (۱۰)

مولانا محمد سعید پشاوری

مولانا محمد سعید پشاوری علمائے فحول میں سے تھے۔ ساری زندگی دہلی میں تدریس فرمائی۔ مولانا سید محمد نذیر حسین نے ان سے کیا پڑھا' اس کی تفصیل معلوم نہیں۔ (۱۱)

مولانا حکیم نیاز احمد سہسوانی

مشاہیر علماء میں سے تھے۔ علومِ اسلامیہ میں بہت دسترس حاصل تھی۔ جید عالم دین اور عامل بالحدیث تھے۔ مولانا محمد بشیر احمد سہوانی (م ۱۳۲۶ھ) کے چچا تھے۔ طب میں بھی خاص مہارت حاصل تھی۔ ان کی ساری زندگی تفسیر' حدیث' فقہ کی تدریس میں گزری۔ (۱۲)

---

(۹) تراجم علمائے حدیث ہند' ص ۱۳۸۔

(۱۰) نزهة الخواطر' ج۸، ص ٤٩٧۔

(۱۱) الحیاة بعد المماة' ص ٣٦۔ (۱۲) ایضاً' ص ۳۶

مولانا شاہ محمد اسحاق دہلویؒ

مولانا شاہ محمد اسحاق بن مولانا محمد افضل فاروقی حضرت شاہ عبدالعزیز دہلویؒ کے نواسے تھے۔ ۱۱۹۲ھ میں دہلی میں پیدا ہوئے (۱۳)۔ تمام علومِ اسلامیہ کی تعلیم مولانا شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی سے حاصل کی' مولانا شاہ رفیع الدین دہلویؒ اور مولانا شاہ عبدالقادر دہلویؒ سے بھی استفادہ کیا (۱۴)۔ تحصیل علم سے فراغت کے بعد مدرسہ رحیمیہ میں مسند تدریس پر رونق افروز ہوئے اور مسلسل ۲۰ سال تک حضرت شاہ عبدالعزیز دہلوی کی زندگی میں ان کے زیر نگرانی تدریسی خدمات انجام دیں۔ ۱۲۳۹ھ میں حضرت شاہ عبدالعزیز نے وفات پائی تو آپ مدرسہ رحیمیہ کے صدر مدرس اور حضرت شاہ عبدالعزیز دہلوی کے جانشین مقرر ہوئے۔ (۱۵)

۱۲۴۱ھ/۱۸۲۵ء میں حج بیت اللہ کے لئے تشریف لے گئے تو شیخ عمر بن عبدالکریم مکی (م ۱۲۴۷ھ) نے ان کو اپنے طریقہ سے روایت حدیث کی اجازت دی۔ شیخ عمر علم حدیث اور رجال میں ان کے علمی تبحر کے معترف تھے۔ (۱۶)

۱۲۴۲ھ/۱۸۲۶ء میں واپس ہندوستان تشریف لائے اور دوبارہ مدرسہ رحیمیہ کی مسند درس و ارشاد پر متمکن ہوئے اور ۱۶ سال تک کتاب و سنت کی اشاعت میں مصروف رہے۔ (۱۷)

۱۲۵۸ھ/۱۸۴۲ء میں اپنے برادرِ خورد مولانا شاہ محمد یعقوب دہلوی کے ہمراہ مکہ معظمہ ہجرت کر گئے۔ اور اپنے انتقال ۱۲۶۲ھ/۱۸۴۷ء تک مکہ معظمہ میں حدیث نبوی ﷺ کی تدریس فرماتے رہے۔ (۱۸)

(۱۳) تاریخ اہل حدیث' ص ۴۱۵۔ (۱۴) ایضاً۔

(۱۵) شاہ عبدالعزیز اور ان کی علمی خدمات' ص ۱۶۰۔

(۱۶) تاریخ اہل حدیث' ص ۴۱۵۔

(۱۷) شاہ عبدالعزیز اور ان کی علمی خدمات' ص ۱۶۰۔

(۱۸) تراجم علمائے حدیث ہند' ص ۱۸۸۔

مولانا شاہ محمد اسحاق کا شمار مشاہیر علماء میں ہوتا ہے۔ اربابِ سیر اور اہل علم وقلم نے ان کے علمی تبحر کی تعریف وتوصیف کی ہے۔ علم حدیث میں آپ کا مرتبہ بہت بلند تھا۔ ان کے انتقال پر شیخ عبداللہ سراج مکی نے فرمایا تھا:

واللّٰہ انہ لو عاش وقرأتُ علیہ الحدیث طول عمری مانلتُ ما نالہُ

''بخدا اگر یہ زندہ رہتے اور میں تمام عمر اُن سے حدیث پڑھتا تو اس رتبے کو نہ پہنچ سکتا تھا جس پر یہ پہنچ چکے ہیں۔''(۱۹)

سید رئیس احمد جعفری ندوی لکھتے ہیں:

''شاہ محمد اسحاق علم حدیث کے تمام گوشوں میں بہت بلند مقام رکھتے تھے۔ انتہائی متقی اور پرہیز گار تھے اور عبادت وریاضت میں مشغول رہتے تھے۔ اس میں ان کی محویت واستغراق کا یہ عالم تھا کہ شاہ عبدالعزیز جب مدرسے میں تشریف لاتے اور دریافت کرتے کہ اس وقت مدرسے میں کون ہے؟ اگر خدام کہتے کہ حضور فلاں ہے تو فرماتے خیر' اگر وہ لوگ کہہ دیتے کہ میاں اسحاق ہیں تو فرماتے کہ مدرسے کی حفاظت کا انتظام کرو' اسحاق کے بھروسے پر نہ رہو' اسباب تو اسباب اگر کوئی مدرسے کی دیواریں اٹھا کر لے جائے گا تب بھی اسے خبر نہ ہوگی۔''(۲۰)

گویا محویت اور استغراق کا یہ عالم تھا کہ اردگرد کے ماحول سے بے خبر رہتے تھے۔ اسی لئے تو حضرت شاہ عبدالعزیز فرمایا کرتے تھے:

الحمد للّٰہ الذی وھب لی علی الکبر اسمٰعیل واسحٰق

''اللہ تعالیٰ کی بے انتہا تعریف کہ جس نے مجھے اس بڑھاپے میں اسمٰعیل اور اسحاق عطا فرمائے۔''(۲۱)

اور ان کے زہد وورع کے بارے میں فرمایا کرتے تھے:

''میری تقریر اسماعیل (شہید) نے' تحریر رشید الدین نے' تقویٰ اسحاق نے لے لیا۔''(۲۲)

---

(۱۹) الحیاۃ بعد المماۃ' ص ۳۸۔ (۲۰) بہادر شاہ ظفر اور اُن کا عہد' ص ۲۸۱۔
(۲۱) الحیاۃ بعد المماۃ' ص ۱۰۸۔ (۲۲) تواریخ عجیبہ (سوانح احمدی)' ص ۱۴۳۔

حضرت شاہ محمد اسحاقؒ کے زہد و ورع اور علم و فضل کی بناء پر حضرت شاہ عبدالعزیزؒ اپنی زندگی میں نمازِ پنجگانہ کی امامت ان سے کرایا کرتے تھے۔

مولانا سید محمد نذیر حسین دہلوی اکثر ان کے بارے میں یہ شعر پڑھا کرتے تھے:

برائے رہبریٔ قومِ فساق
دوبارہ آمد اسماعیل و اسحاق

"فاسق قوم کی رہنمائی کے لئے اسماعیل اور اسحٰق دوبارہ دنیا میں آئے۔"(۲۳)

سر سید احمد خان نے بھی مولانا محمد اسحاق کے علم و فضل اور ان کے زہد و ورع اور سیرت و کردار کا اعتراف کیا ہے۔

مولانا سید سلیمان ندوی (م ۱۹۵۳ء) لکھتے ہیں کہ:

"اللہ تعالیٰ نے آپ کے درس میں بڑی برکت عطا فرمائی۔ تمام بڑے بڑے علماء ان کے شاگرد تھے۔"(۲۴)

مولانا شاہ محمد اسحاق کی ساری زندگی درس و تدریس میں بسر ہوئی۔ مشاہیر علمائے کرام ان کے شاگرد تھے۔ ان کے مشہور تلامذہ میں مولانا احمد علی سہارن پوری، مولانا نواب صدر الدین خاں دہلوی، مولانا نواب قطب الدین خاں دہلوی، مولانا عالم علی مراد آبادی، شیخ محمد تھانوی، مولانا شاہ فضل رحمٰن گنج مراد آبادی، مولانا قاری عبدالرحمٰن پانی پتی، مولانا سید محمد نذیر حسین دہلوی، برادرِ خورد مولانا شاہ محمد یعقوب دہلوی، مولانا شاہ محمد عمر بن مولانا شاہ محمد اسمٰعیل شہید دہلوی، مولانا عبدالقیوم بھوپالی، سر سید احمد خاں اور مولانا جمال الدین مدار المہام ریاست بھوپال قابل ذکر ہیں۔ (۲۵)

تصانیف میں مسائل اربعین، مائۃ مسائل اور تذکرہ الصیام لکھیں۔ ۲۷ رجب ۱۲۶۲ھ کو مکہ معظمہ میں انتقال کیا اور جنت المعلٰی میں حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی قبر کے پاس دفن ہوئے۔ (۲۶)

---

(۲۳) الحیاۃ بعد المماۃ، ص ۳۹۔ (۲۴) مقالاتِ سلیمان، ج ۲، ص ۵۲۔

(۲۵) تراجم علمائے حدیث ہند، ص ۱۱۹، ۱۲۰۔

(۲۶) نزھۃ الخواطر، ج ۷۔ و تاریخ دعوت و عزیمت، ج ۵، ص ۳۸۰۔

باب ٤

تدریس

۱۲۵۸ھ میں حضرت مولانا شاہ محمد اسحٰق دہلوی نے اپنے برادرِ خورد مولانا شاہ محمد یعقوب دہلوی کے ہمراہ مکہ معظّمہ ہجرت کی تو مولانا سید محمد نذیر حسین محدث دہلوی ان کی مسند تدریس پر فائز ہوئے اور ۱۲۷۰ھ تک جملہ علوم وفنون پڑھاتے رہے' لیکن بعد میں صرف تفسیر' حدیث' اور فقہ پر انحصار رکھا اور ٦۰ سال تک دلّی میں صرف تفسیر و حدیث کا درس دیا۔ جس منبع علم نے ٦۰ سال تک تدریس فرمائی ہو اس کے تلامذہ کی تعداد ظاہر ہے بے شمار ہوگی۔ ﴿لاَ یَعْلَمُ جُنُوْدَ رَبِّکَ اِلاَّ ھُوَ﴾

مولوی ابویحیٰی امام خان نوشہروی (م ۱۹٦٦ء) لکھتے ہیں کہ:

''شاہ اسماعیل شہید کی اس مسابقت الی الجہاد وفوز بہ شہادت کے بعد ہی دہلی میں الصدر الحمید مولانا شاہ محمد اسحاق کا فیضان جاری ہوگیا جن سے شیخ الکل مولانا سید محمد نذیر حسین صاحب محدث دہلوی مستفیض ہوکر دہلی ہی کی مسند تحدیث پر متمکن ہوئے۔ میاں صاحب کا یہ درس ٦۰ برس تک قائم رہا۔ ابتداء میں آپ تمام علوم پڑھاتے رہے' مگر آخری زمانہ میں صرف تفسیر وحدیث پر کاربند رہے۔
میاں صاحب کے ہاں مدرسہ واقع پھاٹک حبش خاں میں ہندوستان و بیرونی ممالک ہر جگہ کے طالب علم تھے' جن میں سے بے شمار حضرات مسند تحدیث کے مالک بنے اور ان میں سے بعض نے حدیث کی خدمت میں وہ حصہ لیا جس کا تذکرہ رہتی دنیا تک ان شاء اللہ العزیز باقی رہے گا۔'' (۱)

مولانا محمد عزیز سلفی بہاری لکھتے ہیں کہ:

''میاں سید محمد نذیر حسین دہلوی (م۱۳۲۰ھ) نے شاہ محمد اسحاق دہلوی (م۱۲٦۲ھ) کی ہجرت (۱۲۵۸ھ) کے بعد مسند تدریس سنبھال رکھی تھی۔ اور

(۱) ہندوستان میں اہل حدیث کی علمی خدمات' ص ۱۹'۲۰۔

مکمل ۶۲ سال تک کتاب وسنت کی تدریس وتعلیم میں یک سوئی کے ساتھ مشغول رہے۔ اس عرصہ میں بلا مبالغہ ہزاروں طلبہ ان سے مستفید ہوئے اور ہندوستان کے کونے کونے میں پھیل گئے۔ بیرونِ ہند سے بھی لوگ جوق در جوق آتے اور اپنی علمی پیاس بجھاتے۔ یہ کہنا غلط نہ ہوگا کہ بلا اختلافِ مسلک ومشرب بعد کی کوئی بھی بڑی شخصیت ہندوستان میں ایسی نظر نہیں آتی جو اُن کے سلسلۂ تلمذ سے منسلک نہ ہو۔ ہندوستان کیا پورے عالم اسلام میں اس صدی کے اندر کثرتِ تلامذہ میں میاں صاحب کی نظیر نہیں۔ میاں صاحب کے تلامذہ نے ہندوستان میں پھیل کر خدمت اسلام کا ایک ایک میدان سنبھال لیا اور پوری زندگی کتاب و سنت کی اشاعت میں گزار دی۔"(۲)

مولانا قاضی محمد اسلم سیف فیروزپوری (م ۱۴۱۷ھ) لکھتے ہیں کہ:

"آپ کا فیضانِ علم پورے برصغیر میں پھیلا' بلکہ برصغیر کے باہر تک پہنچا۔ مسلکی تبلیغ واشاعت میں حضرت میاں صاحب کی تدریس نے اس قدر کام کیا کہ اس کی مثال پیش کرنا ناممکن ہے۔ میاں صاحب کا مدرسہ ایک ایسا مرکز تھا جہاں پر متشدد سے متشدد مقلدین بھی کاروانِ عمل بالحدیث میں شامل ہونے پر مجبور ہو جاتے۔ حضرت میاں صاحب کی مسند سے بیک وقت علماء' فضلاء' خطباء' محدثین' مصنفین' مناظرین' مدرسین' کاملین' شارحین' محشین' داعیین' اور اس قدر قانتین پیدا ہوئے کہ اس دمِ واپسیں میں ہمیں کوئی بھی شیخ اتنا بڑا حلقۂ تلامذہ رکھنے والا دکھائی نہیں دیتا۔ پورے برصغیر میں حضرت میاں صاحب کا فیضان پہنچا۔"(۳)

ذرائع

مولانا سید محمد نذیر حسین دہلوی نے اپنے ۶۲ سالہ زمانۂ تدریس میں کتاب وسنت کی اشاعت' شرک وبدعت کی تردید وتوبیخ' ادیانِ باطلہ اور کتاب وسنت کے مخالف افکار و نظریات کی تردید کے لئے جو ذرائع استعمال کئے اور تلامذہ تیار کئے ان کی تفصیل یہ ہے:

(۲) مولانا شمس الحق عظیم آبادی حیات وخدمات' ص ۲۱۔

(۳) تحریک اہل حدیث تاریخ کے آئینے میں' ص ۲۴۰۔

۱) درس وتدریس

۲) دعوت وتبلیغ

۳) تصوف وسلوک کی راہوں سے آئی ہوئی بدعات کی تردید اور صحیح اسلامی زہد و عبادت اور روحانیت کا درس

۴) تصنیف وتالیف

۵) باطل افکار ونظریات کی تردید اور دین اسلام اور مسلک حق کی تائید

۶) تحریک جہاد

سید سلیمان ندوی کا اعتراف

مولانا سید سلیمان ندوی (م ۱۹۵۳ء) مولانا سید محمد نذیر حسین دہلوی کی تدریسی خدمات کے بارے میں لکھتے ہیں کہ:

> ''علمائے اہل حدیث کی تدریسی وتصنیفی خدمت بھی قدر کے قابل ہے۔ پچھلے عہد میں نواب صدیق حسن خاں مرحوم کے قلم اور مولانا سید محمد نذیر حسین دہلوی کی تدریس سے بڑا فیض پہنچا۔ بھوپال ایک زمانہ تک علمائے حدیث کا مرکز رہا۔ قنوج سہسوان اور اعظم گڑھ کے بہت سے نامور اہل علم اس ادارہ میں کام کر رہے تھے۔ شیخ حسین عرب یمنی ان سب کے سرخیل تھے۔ اور دہلی میں مولانا سید محمد نذیر حسین صاحب کی مسند درس بچھی تھی اور جوق در جوق طالبین حدیث مشرق ومغرب سے ان کی درس گاہ کا رُخ کر رہے تھے۔ ان کی درس گاہ سے جو نامور اٹھے ان میں ایک مولانا ابراہیم صاحب آروی تھے جنہوں نے سب سے پہلے عربی تعلیم اور عربی مدارس میں اصلاح کا خیال قائم کیا اور مدرسہ رحمیہ کی بنیاد ڈالی۔
>
> اس درس گاہ کے دوسرے نامور مولانا شمس الحق' صاحب عون المعبود ہیں جنہوں نے کتب حدیث کی جمع اور اشاعت کو اپنی دولت اور زندگی کا مقصد قرار دیا اور وہ اس میں کامیاب ہوئے۔
>
> اس درس گاہ کے تیسرے نامور حافظ عبداللہ غازی پوری ہیں' جنہوں نے درس و

تدریس کے ذریعے خدمت کی۔ اور کہا جا سکتا ہے کہ مولانا سید محمد نذیر حسین صاحب کے بعد درس کا اتنا بڑا حلقہ اور شاگردوں کا مجمع ان کے سوا کسی اور کو ان کے شاگردوں میں نہیں ملا۔ اس درس گاہ کے ایک اور نامور تربیت یافتہ ہمارے ضلع اعظم گڑھ میں مولانا عبدالرحمٰن صاحب مرحوم مبارک پوری تھے جنہوں نے تدریس وتحدیث کے ساتھ جامع ترمذی کی شرح ''تحفۃ الاحوذی (عربی)'' لکھی۔''(۴)

سید صاحب نے حیاتِ شبلی میں بھی مولانا سید محمد نذیر حسین دہلوی کی تدریسی خدمات کا ذکر کیا ہے۔ لکھتے ہیں:

''مولانا سید محمد نذیر حسین صاحب کے ذریعے اہل حدیث کے سلسلہ کو بڑی ترقی ہوئی۔ موصوف کے شاگردوں کا بڑا حلقہ تھا۔ انہوں نے ملک کے گوشہ گوشہ میں پھیل کر اپنے طریقہ کی اشاعت کی۔ ان کے مشہور شاگردوں کے نام یہ ہیں: پنجاب میں مولانا عبداللہ غزنوی' مولانا عبدالجبار غزنوی' مولانا محمد حسین بٹالوی اور مولانا عبدالمنان وزیر آبادی وغیرہ۔ پورب کے خطہ میں مولانا امیر حسین سہسوانی' مولانا محمد بشیر صاحب سہسوانی' مولانا عبداللہ مئوی غازی پوری' مولانا شمس الحق ڈیانوی عظیم آبادی' مولانا محمد ابراہیم آروی' مولانا عبدالعزیز رحیم آبادی (دربھنگہ)' مولانا سلامت اللہ جے راج پوری اعظم گڑھی خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔''(۵)

درس وتدریس

مولانا سید محمد نذیر حسین کے تلامذہ میں جن علمائے کرام نے درس وتدریس کے ذریعے دین اسلام کی اشاعت میں حصہ لیا اور اپنی زندگیاں درس وتدریس کے لئے وقف رکھیں ان میں مولانا حافظ عبدالمنان وزیر آبادی (م ۱۳۳۴ھ)' مولانا حافظ عبداللہ غازی پوری (م ۱۳۳۷ھ)' مولانا محمد بشیر سہسوانی (م ۱۳۲۶ھ)' مولانا عبدالوہاب صدری دہلوی (م ۱۳۵۱ھ)' مولانا احمد اللہ پرتاب گڑھی (م ۱۳۶۲ھ)'

---

(۴) تراجم علمائے حدیث ہند' ص ۳۶' ۳۷۔

(۵) حیات شبلی' ص ۴۶۔

مولانا عبدالجبار عمر پوری (م ۱۳۳۴ھ)' مولانا سید عبدالاوّل غزنوی (م ۱۳۱۳ھ)'
مولانا عبدالرحیم غزنوی (م ۱۳۴۴ھ)' مولانا عبدالرحمٰن مبارک پوری (م ۱۳۵۳ھ)'
مولانا عبدالغفور غزنوی (م ۱۹۳۵ھ)' مولانا ابوسعید شرف الدین دہلوی (م ۱۳۸۱ھ)'
مولانا سید شریف حسین دہلوی (م ۱۳۰۴ھ)' مولانا حافظ محمد ابراہیم آروی (م ۱۳۱۹ھ)'
مولانا محمد سعید محدث بنارسی (م ۱۳۲۲ھ)' مولانا حافظ محمد لکھوی (م ۱۳۱۱ھ)' مولانا سید
امیر حسن سہسوانی (م ۱۲۹۱ھ)' مولانا سید امیر احمد سہسوانی (م ۱۳۰۶ھ) اور مولانا سید
نذیر الدین احمد جعفری بنارسی (م ۱۳۵۶ھ) وغیرہم تھے۔ اِنہوں نے ساری زندگی
درس وتدریس کا مشغلہ جاری رکھا۔

دعوت وتبلیغ

دعوت وتبلیغ میں مولانا سید محمد نذیر حسین دہلوی کے جن تلامذہ نے نمایاں کردار ادا
کیا اور تحریک اصلاح وتجدید کی آبیاری کی اور پورے برصغیر (پاک وہند) کو اپنی تگ و
تاز کا مرکز بنایا ان میں مولانا محمد ابراہیم آروی (م ۱۳۱۹ھ)' مولانا عبدالعزیز رحیم
آبادی (م ۱۳۳۶ھ)' مولانا سلامت اللہ جے راج پوری (م ۱۳۲۲ھ)' مولانا عبد
الحمید سوہدروی (م ۱۳۱۲ھ)' مولانا عبدالغفار مہدانوی (م ۱۳۱۵ھ)' مولانا عبد
الواحد غزنوی (م ۱۹۳۰ھ) وغیرہم تھے۔ اِنہوں نے دعوت وتبلیغ میں اپنی زندگیاں
بسر کردیں۔

بدعات کی تردید اور صحیح اسلامی روحانیت کا درس

حضرت میاں صاحب مولانا سید محمد نذیر حسین محدث دہلوی کے تلامذہ میں سے
جن علمائے کرام نے تصوف وسلوک کی راہوں سے آئی ہوئی بدعات کی تردید کرتے
ہوئے صحیح اسلامی زہد وعبادت اور روحانیت کا درس دیا اور مدتوں عوام وخواص کی
تربیت کرتے رہے اور خلافِ شریعت امور سے لوگوں کو آگاہ کرتے رہے ان میں

مولانا عبداللہ غزنوی (م ۱۲۹۸ھ)، مولانا عبدالجبار غزنوی (م ۱۳۳۱ھ)، مولانا حافظ محمد لکھوی (م ۱۳۱۱ھ)، مولانا شاہ عین الحق پھلواروی (م ۱۳۳۳ھ)، مولانا غلام رسول قلعوی (م ۱۲۹۱ھ) اور مولانا غلام نبی الربانی سوہدروی (م ۱۳۴۸ھ) شامل ہیں۔

تصنیف وتالیف

تصنیف وتالیف کے ذریعے مولانا سید محمد نذیر حسین دہلوی کے تلامذہ میں سے جن علمائے کرام نے دین اسلام کی اشاعت، کتاب وسنت کی اشاعت وترقی اور شرک وبدعت کی تردید وتوبیخ میں نمایاں خدمات انجام دیں ان میں مولانا شمس الحق ڈیانوی عظیم آبادی (م ۱۳۲۹ھ)، مولانا عبدالرحمٰن مبارک پوری (م ۱۳۵۳ھ)، مولانا محمد سعید بنارسی (۱۳۲۲ھ)، مولانا ابوالمکارم محمد علی مئوی (م ۱۳۵۲ھ)، مولانا عبدالسلام مبارک پوری (م ۱۳۵۳ھ)، مولانا وحید الزماں حیدرآبادی (م ۱۳۳۸ھ)، مولانا ابوالحسن محمد سیالکوٹی (م ۱۳۲۵ھ)، مولانا محی الدین لاہوری (م ۱۳۱۲ھ)، مولانا الٰہی بخش بڑاکری (م ۱۳۲۴ھ)، مولانا عبدالحلیم شرر لکھنوی (م ۱۳۴۵ھ)، مولانا سید عبدالحی الحسنی (م ۱۳۴۱ھ)، مولانا ابوالوفاء ثناء اللہ امرتسری (م ۱۳۶۷ھ)، مولانا ابوالقاسم سیف بنارسی (م ۱۳۶۹ھ)، مولانا محمد ابراہیم میر سیالکوٹی (م ۱۳۷۵ھ)، مولانا عبدالتواب ملتانی (م ۱۳۶۲ھ) وغیرہم شامل ہیں۔ انہوں نے تمام علوم اسلامیہ خصوصاً علم حدیث پر عربی، فارسی اور اُردو میں گراں قدر کتابیں لکھیں جن کی اہمیت آج بھی مسلّم ہے۔

باطل افکارونظریات کی تردید

باطل افکارونظریات کی تردید اور دین اسلام اور مسلک حق کی تائید واشاعت میں مولانا سید محمد نذیر حسین دہلوی کے تلامذہ میں سے جن علمائے کرام نے نمایاں خدمات انجام دیں ان میں مولانا ابوسعید محمد حسین بٹالوی (م ۱۳۳۸ھ)، مولانا عبیداللہ صاحب تحفۃ الہند (م ۱۳۱۰ھ)، مولانا ثناء اللہ امرتسری (م ۱۳۶۷ھ)، مولانا ابوالقاسم سیف

بنارسی (م۱۳۶۹ھ) اور مولانا محمد ابراہیم میر سیالکوٹی (م۱۳۷۵ھ) وغیرہم شامل ہیں۔ ان حضرات نے نصرانیت' آریہ سماج' قادیانیت' شیعیت' انکارِ حدیث' نیچریت اور بریلویت کا قلع قمع کر کے اسلام کی حقانیت اور مسلک حق کی سچائی ثابت کی۔

تحریک جہاد

حضرت میاں صاحب مولانا سید محمد نذیر حسین دہلوی کے جن تلامذہ نے علمائے صادق پور کے ساتھ مل کر تحریک جہاد کو منظم کیا اور اس سلسلہ میں بڑی بڑی قربانیاں پیش کیں اور انگریزوں کی نظروں میں کھٹکتے رہے ان میں مولانا محمد ابراہیم آروی (م۱۳۱۹ھ)' مولانا حافظ عبداللہ غازی پوری (م۱۳۳۷ھ)' مولانا عبدالعزیز رحیم آبادی (م۱۳۳۶ھ) اور مولانا محمد اکرم خان (م۱۹۶۸ء) سرفہرست ہیں۔

تدریس میں میاں صاحب کا انہماک

مولانا سید محمد نذیر حسین دہلوی نے اپنی ساری زندگی درس و تدریس میں صرف کردی۔ جس طرح آپ نے تدریس فرمائی اور علمائے کرام کی ایسی کھیپ تیار کی جنہوں نے برصغیر (پاک و ہند) میں دین اسلام کی نشر و اشاعت' کتاب و سنت کی ترقی و ترویج' باطل افکار و نظریات کی تردید اور مسلک حق کی تائید و نصرت میں جو خدمات انجام دیں اس کی نظیر تاریخ میں نہیں ملتی۔

باب ۵

۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی

برصغیر (پاک وہند) میں ۱۸۵۷ء میں جب تحریک آزادی کا آغاز ہوا تو علمائے اہل حدیث نے اس تحریک میں نمایاں کردار ادا کیا۔ خاص طور پر علمائے صادق پور نے جو قربانیاں پیش کیں برصغیر کی تاریخ میں اس کی مثال نہیں ملتی۔ مولانا یحییٰ علی صادق پوری' مولانا عبدالرحیم صادق پوری' مولانا احمد اللہ صادق پوری' مولانا ولایت علی عظیم آبادی اور مولانا عنایت علی عظیم آبادی کی خدمات سنہری حروف سے لکھنے کے قابل ہیں۔ ان علمائے کرام میں کئی ایک نے جام شہادت نوش کیا' کئی ایک کو پھانسی کی سزا دی گئی اور کئی ایک کو جزائر انڈیمان بھیج دیا گیا جہاں انہوں نے اپنی زندگی کے دن پورے کئے اور وفات پائی۔

مولانا یحییٰ علی کو پھانسی دی گئی' مولانا عبدالرحیم صادق پوری ۱۶ سال قید کاٹ کر رہا ہوئے اور مولانا احمد اللہ صادق پوری نے جلاوطنی میں ۱۲۹۸ھ میں جزائر انڈیمان میں وفات پائی۔

۱۸۵۷ء کی تحریک آزادی میں بغاوت کے مقدمات (۱۸۶۴ء/۱۲۸۱ھ)

مختلف شہروں پٹنہ' داناپور' میرٹھ اور انبالہ میں قائم کئے گئے جن میں علمائے صادق پور کو پھانسی کی سزائیں بھی ہوئیں اور حبس دوام بعبور دریائے شور کا بھی حکم ہوا۔ انبالہ کے مقدمہ میں مولانا سید محمد نذیر حسین دہلوی کا بھی مؤاخذہ ہوا۔ ان کے خلاف حکومت کو شکایت کی گئی کہ ان کے پاس خطوط آتے ہیں۔ چنانچہ آپ کے مکان کی تلاشی لی گئی۔ جو خطوط برآمد ہوئے وہ تمام کے تمام فتاویٰ اور مسائل کے بارے میں تھے' یا مختلف دینی کتابوں کے بارے میں دریافت کیا جاتا تھا۔ جب آپ سے دریافت کیا گیا کہ آپ کے پاس اتنے خطوط کیوں آتے ہیں تو حضرت میاں صاحب نے فرمایا کہ "یہ

سوال خط بھیجنے والوں سے کیا جائے نہ کہ مجھ سے"۔ بہرحال آپ کو گرفتار کر کے راولپنڈی جیل میں نظر بند کر دیا گیا۔

مولانا غلام رسول مہر مرحوم لکھتے ہیں کہ:

"شیخ الکل میاں نذیر حسین محدث دہلوی بھی ہدف ابتلاء بنے تھے۔ میاں صاحب مرحوم اہل حدیث کے سرتاج تھے۔ اہل حدیث اور وہابیوں کو مترادف سمجھا جاتا تھا۔ مخبروں نے میاں صاحب کے خلاف شکایتیں حکومت کے پاس پہنچائیں' ان کے مکان کی تلاشی ہوئی اور بہت سے خط پائے گئے جو ہندوستان کے مختلف حصوں سے آتے رہتے تھے۔ ان میں یا تو مسئلے پوچھے جاتے تھے یا مختلف دینی کتابوں کے بارے میں دریافت کیا جاتا تھا۔ میاں صاحب سے پوچھا گیا کہ آپ کے پاس اتنے خطوط کیوں آتے ہیں' انہوں نے بے تکلف جواب دیا کہ یہ سوال خط بھیجنے والوں سے کرنا چاہئے نہ کہ مجھ سے۔ ایک خط میں مرقوم تھا کہ "نخبة الفکر" (اصول حدیث کی ایک کتاب) بھیج دیجئے۔ مخبر نے کہا کہ یہ خاص اصطلاح ہے جس کا مفہوم کچھ اور ہے اور یہ لوگ خطوں میں اصطلاحی الفاظ سے کام لیتے ہیں۔ میاں صاحب نے یہ سنا تو جلال میں آ گئے اور فرمایا: نخبة الفکر کیا؟ توپ' نخبة الفکر کیا؟ بندوق' نخبة الفکر کیا؟ گولہ بارود۔

بہرحال آپ کو دہلی سے راولپنڈی لے گئے۔ وہاں کم و بیش ایک سال جیل خانے میں نظر بند رکھا۔ دو آدمی ساتھ تھے۔ ایک میر عبدالغنی ساکن سورج گڑھ جو بڑے عابد و زاہد بزرگ تھے۔ انہوں نے جیل خانے ہی میں وفات پائی۔ میاں صاحب نے خود ہی تجہیز و تکفین کی اور نمازِ جنازہ پڑھائی۔ دوسرے صاحب عطاء اللہ تھے جنہوں نے اس زمانے میں پوری صحیح بخاری سبقاً سبقاً پڑھی اور قرآنِ مجید حفظ کیا۔ میاں صاحب نے سرکاری لائبریری سے کتابیں منگوانے کی اجازت لے لی تھی اور ان کا بیشتر وقت مطالعہ میں گزرتا تھا۔

راولپنڈی میں مجاہدین سے متعلق بہت سے کاغذات جمع کر دیئے گئے تھے جن میں اکثر فارسی میں تھے۔ شمس العلماء مولوی محمد حسین آزاد اُن کاغذات کی جانچ

پڑتال پر لگائے گئے تھے' وہ بھی دیر تک راولپنڈی میں مقیم رہے' ذوق کے دیوان کی ترتیب انہوں نے وہیں شروع کی تھی۔ میاں نذیر حسین کے خلاف کوئی الزام پایہ ثبوت کو نہ پہنچ سکا تو تقریباً ایک سال کے بعد انہیں ابتلاء سے نجات ملی۔''(۱)

مولوی ابو یحییٰ امام خاں نوشہری (م ۱۹۶۴ء) لکھتے ہیں:

''ایک سال تک راولپنڈی جیل میں محبوس رہے۔ روزانہ پھانسی کی دھمکیاں دی جاتیں' مگر پائے ثبات میں کوئی لغزش نہ ہوئی۔''(۲)

انگریز آپ کو رہا کرنے پر مجبور تھا' اس لئے کہ اس نے بہت کوشش کی کہ آپ کے خلاف کوئی ثبوت مل جائے' لیکن وہ اس میں ناکام ہوا۔

پروفیسر عبدالحکیم اپنی انگریزی کتاب (WOHHABI TRIAL OF 1863-1870) میں لکھتے ہیں:

"It will be difficult to obtain evidence against him."

''ان (مولوی نذیر حسین) کے خلاف ثبوت مہیا ہو جانا بہت مشکل ہوگا۔''(۳)

الغرض بعد تحقیقاتِ کامل یہ بات روزِ روشن کی طرح کھل گئی کہ میاں سید محمد نذیر حسین پر مؤاخذہ محض ناجائز ہے' اور یہ بالکل بریُ الذمہ ہیں۔ اس لئے حکومت نے آپ کو رہا کر دیا۔

۱۸۵۷ء کی تحریک آزادی میں علمائے اہل حدیث نے ایک اہم کردار ادا کیا' لیکن مولانا عبیداللہ سندھی مرحوم اس سے انکار کرتے ہیں۔ لکھتے ہیں:

''یہی لوگ (مولانا ولایت علی اور اُن کے ساتھی یعنی اہل حدیث) ہیں جنھوں نے شاہ عبدالرحیم' شاہ ولی اللہ' شاہ عبدالعزیز' شاہ اسماعیل شہید اور شاہ محمد اسحاق کے حنفی طریقے کو چھوڑنے کی ضرورت محسوس کی اور ۱۸۵۷ء کے معرکہ دہلی میں بےتعلق رہے' ہم انہیں حزب صادق پوری کا نام دیتے ہیں۔''(۴)

---

(۱) سرگزشت مجاہدین' ص ۳۸۲۔

(۲) تراجم علمائے حدیث ہند' ص ۱۴۹۔

(۳) حیاتِ شیخ سید محمد نذیر حسین دہلوی' ص ۱۴۱۔

(۴) شاہ ولی اللہ اور اُن کی سیاسی تحریک' ص ۱۰۵ (حاشیہ)۔

مولانا عبیداللہ سندھی کے اس اعتراض کے جواب میں مولانا محمد احسن اللہ ڈیانوی عظیم آبادی لکھتے ہیں:

''یہ الزام کہ جنگ آزادی ۱۸۵۷ء میں اہل حدیث الگ تھلگ رہے' تاریخ سے روگردانی ہے۔ اگر تاریخ کا بغور مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ اس جنگ کے اصل محرک مولانا ولایت علی صادق پوری (عظیم آبادی) تھے' اس کے علاوہ جنگ آزادی ۱۸۵۷ء کے علمبردار جنرل بخت خاں بھی اہل حدیث ہی تھے۔''(۵)

مولانا محمد اسحاق بھٹی سابق مدیر الاعتصام لاہور لکھتے ہیں کہ:

''مسلمانوں میں بھی زیادہ تر تحریکوں میں اہل حدیث مسلک سے وابستہ حضرات کی مساعی اوراقِ تاریخ میں ابھری ہوئی نظر آتی ہیں۔ بنگال میں جاری ہونے والی تحریکوں میں اہل حدیث نے بہترین خدمات سرانجام دیں۔ اور مجاہدین کی تحریک میں جو ۱۸۲۲ء سے ۱۹۴۷ء تک جاری رہی' اہل حدیث سرگرمِ عمل رہے۔ ۱۸۵۷ء کے جہاد حریت میں کثیر تعداد میں اہل حدیث شامل تھے جن میں حضرت سید میاں نذیر حسین دہلوی' مولانا احمد اللہ صادق پوری اور مولانا عبدالجلیل علی گڑھی کے اسمائے گرامی خاص طور سے لائق تذکرہ ہیں۔ اس جدوجہد کو جن حضرات علماء نے جہاد قرار دیا اور اس ضمن میں جولائی ۱۸۵۷ء میں فتویٰ جاری کیا اور اس پر دستخط ثبت فرمائے وہ ۱۴ علمائے کرام تھے۔ اس فہرست میں میاں صاحب کا نامِ نامی سرفہرست ہے۔ یہ فہرست اس دور کے دہلی کے دو اخباروں میں شائع ہوئی تھی۔ ایک اخبار کا نام ''ظفر الاخبار'' اور دوسرے کا نام ''صادق الاخبار'' تھا۔ حضرت میاں صاحبؒ اس جرم میں گرفتار ہوئے اور ایک سال راولپنڈی جیل میں قید رہے۔''(۶)

مسز لیسنز کا قصہ

مولانا سید محمد نذیر حسین دہلوی نے ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی میں ایک زخمی انگریز عورت مسز لیسنز کی جان بچائی۔ اس کو اپنے گھر لے گئے' علاج معالجہ کرایا اور اس کے

(۵) احناف کی تاریخی غلطیاں' ص ۹۵۔ (۶) ایضاً' ص ۸ (مقدمۃ)

صحت مند ہونے کے بعد بحفاظت کیمپ میں پہنچا دیا۔ اس واقعہ کو علمائے احناف نے خوب اچھالا اور اہل حدیث علمائے کرام پر طرح طرح کے بے جا الزامات واعتراضات کئے۔ کہیں علمائے اہل حدیث کو حکومت برطانیہ کا وفادار ثابت کرنے کی کوشش کی گئی' کہیں یہ کہا گیا کہ مولانا سید محمد نذیر حسین دہلوی نے اس سلسلہ میں ایک ہزار تین صد روپے بطورِ انعام وصول کئے وغیرہ وغیرہ۔

واقعہ کی اصل حقیقت کیا ہے! یہاں اس پر روشنی ڈالی جاتی ہے۔ پہلے اس واقعہ کی تفصیل حضرت میاں سید محمد نذیر حسین صاحب کی زبانی سنئے! الحیاۃ بعد المماۃ کے مصنف مولانا فضل حسین بہاری لکھتے ہیں کہ:

''میاں صاحب اس واقعہ کو خود اس طرح فرماتے ہیں کہ اُس زمانے میں ایک دن نمازِ عصر کے بعد شہر سے باہر چلا گیا' ملا محمد صدیق پشاوری جو اُس وقت مجھ سے اصولِ فقہ پڑھتا تھا' ساتھ تھا' مجھ کو کسی آدمی کے کراہنے کی آواز معلوم ہوئی' میں اس کی جانب بڑھا' جب قریب پہنچا تو دیکھا کہ ایک میم مجروح ہو رہی ہے۔ ہم لوگوں کو دیکھ کر کہنے لگی کہ خدا کے واسطے میری جان مت مارو! میں نے اس کو دلاسا دیا اور کہا ہم مسلمان ہیں' ہمارے مذہب میں لڑائی کے وقت بھی کسی غنیم کی عورت اور بچوں کی جان مارنا یا تکلیف دینی حرام ہے' تم اپنی جان سے پوری طرح اطمینان رکھو' اگر تمہاری مرضی ہو تو ہم تم کو اپنے گھر لے چلیں اور تمہارے زخم کا علاج اور تیمارداری کریں۔ مگر چونکہ وہ بہت ڈری ہوئی تھی' کہنے لگی کہ اوّل تو ہم اپنے پاؤں سے چل نہیں سکتے' اور تم لوگ اٹھا کر لے بھی چلو تو باغیوں کی گولیوں سے بچ نہیں سکتے۔ میں نے کہا اچھا ہم لوگ تم سے کچھ دور ٹھہرتے ہیں' رات کو اندھیرے میں تم کو اٹھا کر لے چلیں گے۔ آخر یہی ہوا کہ اندھیرے میں ہم اور ملا صدیق اٹھا کر اس کو ایسے راستے سے لائے کہ کسی فردِ بشر کو اس کی خبر نہ ہوئی' اور گھر میں لے جا کر شریف حسین کی ماں سے کہا کہ یہ نہایت مظلومہ ہے اس کی بہت دلجوئی اور خدمت کرنا چاہئے کہ موجب خوشنودئ خدا اور رسول ہے۔ اس میم کو میں نے باغیوں کے باہر رہنے کی خبر بھی نہ دی' کیونکہ خبر ہو جانے پر اس کے وہ ساڑھے تین مہینے نہایت ہی تشویش اور خوف کی حالت میں بسر

ہوتے۔ فرماتے کہ "موسم سخت گرمی کا تھا اور وہ دن رات ایک کوٹھڑی میں بند رہتی، ہر چند کہ میری اہلیہ اس کو کہتی کہ رات کو انگنائی میں آ کر بیٹھو مگر وہ ڈر سے کوٹھڑی سے باہر نہ آتی۔ اور اس گرمی اور مچھروں کی تکلیف میں رات بھر ہاتھ اٹھائے دعا کرتی کہ اے اللہ میرا قصور معاف کر۔"(۷)

مندرجہ بالا تفصیل سے یہ حقیقت آشکارا ہوتی ہے کہ اس بیان میں انسانی ہمدردی اور اسلامی شریعت کی پابندی کے جذبے کو مدنظر رکھا گیا ہے کہ ایک مظلوم عورت جو زخمی ہے اور بے چین ہو کر رو رہی ہے، کہ جب وہ دو مسلمان آدمیوں کو دیکھتی ہے تو کہتی ہے کہ "خدا کے واسطے میری جان مت مارو" ایسی حالت میں ایک رحم دل اور دین دار مسلمان کا برتاؤ اس کے سوا اور کیا ہونا چاہئے جو مولانا سید محمد نذیر حسین دہلوی نے اس وقت کیا! آپ نے فرمایا کہ:

"ہمارے مذہب میں لڑائی کے وقت بھی کسی غنیم کی عورت اور بچوں کی جان مارنا یا تکلیف دینی حرام ہے۔"

اور جب میاں صاحب اس میم کو اٹھا کر اپنے گھر لائے تو اپنی اہلیہ سے فرمایا کہ یہ نہایت مظلومہ ہے، اس کی بہت دلجوئی اور خدمت کرنی چاہئے کہ موجب خوشنودی خدا اور رسول ہے۔ یہ نہیں فرمایا کہ موجب خوشنودی انگریز ہے۔

اور علمائے تقلید لکھتے ہیں کہ میاں سید محمد نذیر حسین دہلوی نے یہ سب کچھ انگریز حکومت کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے کیا۔ کس قدر زیادتی اور ظلم ہے اور صحیح واقعہ پر پردہ ڈالنے کی کوشش کی گئی ہے۔ اس وقت ملک میں جو افراتفری پھیلی ہوئی تھی اس وقت انگریز یا اُن کی عورتوں اور بچوں کے ساتھ ہمدردانہ سلوک کرنا اپنی جان کو خطرے میں ڈالنے کے مترادف تھا۔ اس وقت یہ حالت تھی کہ اگر کسی شخص کے بارے میں یہ معلوم ہوتا کہ وہ انگریزوں کی حمایت کرتا ہے تو انقلابی اس کو قتل کر دیتے اور اس کا گھر بار لوٹ لیتے۔

مولانا غلام رسول مہر مرحوم لکھتے ہیں کہ:

---

(۷) الحیاۃ بعد المماۃ، ص ۷۷-۷۸۔

"البتہ انگریزوں سے تعلق کا الزام بہت خطرناک تھا' جس پر یہ الزام لگ جاتا اسے پناہ نہ ملتی۔ حکیم احسن اللہ خاں پر شروع ہی سے یہ الزام تھا اور اس کا گھر لٹ گیا۔ ایک مرتبہ جان مشکل سے بچی۔ بعض بدمعاشوں نے بے گناہوں پر یہ الزام لگا کر ان کے گھر یاد کانیں لٹوادیں۔ کشمیری اور موری دروازوں کے نان بائیوں کو اس الزام میں قتل کر دیا گیا کہ وہ ڈبل روٹیاں تیار کر کے انگریزوں کو بھیجتے ہیں۔"(۸)

مولانا غلام رسول مہر نے اس سلسلہ میں یہ واقعہ بھی لکھا ہے کہ:

"نواب حامد علی خاں جو اعتماد الدولہ میر فضل علی خاں نائب السلطنت اودھ کے بھانجے اور داماد تھے' انہوں نے چھاؤنی کے جرنیل کی بیٹی اور ایک صاحب کی بیوی کو گھر میں چھپایا تھا اور یہ راز فاش ہو گیا۔ لوگ ہجوم کر کے آئے اور ان کا گھر لوٹ لیا۔ وہ شہزادہ ابوبکر کی پناہ لے کر بچے۔"(۹)

انگریز عورت کی صحت یابی

ساڑھے تین ماہ تک مولانا سید محمد نذیر حسین دہلوی نے میم کا علاج کروایا اور صحت یاب ہونے کے بعد بحفاظت انگریزی کیمپ میں پہنچایا۔ اس واقعہ کی تفصیل سید افتخار علی بلگرامی نے حیات النذیر (مولانا حافظ ڈپٹی نذیر احمد خاں دہلوی) میں اس طرح لکھی ہے کہ:

"ساڑھے تین مہینے تک یہ میم میاں صاحب کے ہاں رہی۔ جب اس کے زخم اچھی طرح بھر گئے اور تندرست ہو گئی تو اس کو انگریزی کیمپ میں پہنچا دیا گیا۔ مگر یہ کام بھی اپنی جگہ بڑا مشکل اور خطرناک تھا' کیونکہ انقلابیوں نے شہر کے دروازے پر بڑی سختی کر رکھی تھی۔ لوگوں کو بڑی مشکل سے باہر جانے اور اندر آنے دیتے تھے۔ ایک بگھی منگوائی گئی' اس میں میاں صاحب کے گھرانے کی چند عورتیں اور کچھ بچے بٹھا دیے گئے' ان سب کے بیچ میں یہ میم دبی جھکی بیٹھ گئی' اور دونوں طرف سے پردہ

---

(۸) جنگ آزادی ۱۸۵۷ء' ص ۱۲۰' بحوالہ اہل حدیث اور سیاست' ص ۳۰۷' ۳۰۸۔

(۹) ایضاً' ص ۱۷۰' بحوالہ اہل حدیث اور سیاست' ص ۳۰۸۔

کھینچ دیا گیا۔ لاہوری دروازہ پر پہنچے تو پہرہ داروں نے پردہ اٹھا کر تلاشی لینا چاہی۔ ایک پشاوری طالب علم (شعیب) جو بگھی کے ساتھ تھا' اس نے کہا: میاں' مولوی صاحب کی بہو بیٹیاں ہیں' تلاشی کیا لیتے ہو! منت پوری کرنے جا رہی ہیں' ابھی چھ گھڑی رات کی توپ سے پہلے لوٹ آتی ہیں۔ مولویوں کا نام سن کر پہرہ داروں نے کاوش نہیں کی اور بگھی کو گزر جانے دیا۔''(۱۰)

میم کا کیمپ میں پہنچ جانے کے بعد

جب میم اپنے کیمپ میں بحفاظت پہنچ گئی تو اس نے میاں صاحب کی عورتوں کا شکریہ ادا کیا۔ علامہ راشد الخیری نے میم کے الفاظ کو اس طرح نقل کیا ہے:

''میں آپ کے احسانات اور آپ کی معزز مستورات کا شکریہ الفاظ میں ادا نہیں کر سکتی' مجھ کو ہمیشہ یاد رکھئے گا۔ میں اطمینان ہوتے ہی آپ کی خدمت میں حاضر ہوں گی۔''(۱۱)

انعامات کی مقدار

علمائے تقلید لکھتے ہیں کہ مولانا سید محمد نذیر حسین دہلوی کو میم کی جان بچانے کے معاوضہ میں ایک ہزار تین صد روپے انعام ملا۔ چنانچہ مولوی ایوب قادری لکھتے ہیں کہ:

''مولوی نذیر حسین کو اس سلسلے میں ایک ہزار تین سو روپے انعام ملا۔''(۱۲)

قادری صاحب کا یہ کہنا کہ میاں صاحب کو ایک ہزار تین صد روپے بطورِ انعام ملے' غلط ہے۔ اس سلسلہ میں کمشنر دہلی مسٹر ڈبلیو جی واٹر فیلڈ نے میاں صاحب کو جو سرٹیفکیٹ دیا اس میں چار سو اور سات سو روپے رقم کا ذکر ہے۔ سات سو روپے مکان کے منہدم ہونے کی صورت میں بطور اس کی قیمت کے دیئے گئے۔ دو سو رقم کا جو اضافہ ہے اس کا ذکر سرٹیفکیٹ میں نہیں ہے۔

---

(۱۰) حیاۃ النذیر' ص ۴۴۔

(۱۱) دلی کی آخری بہار' ص ۴۸۔

(۱۲) جنگ آزادی ۱۸۵۷ء' ص ۴۱۰۔

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اصل سرٹیفکیٹ کی انگریزی عبارت اور اس کا اُردو ترجمہ جو 'الحیاۃ بعد المماۃ' میں ہے' یہاں نقل کر دیا جائے' تا کہ اصل حقیقت واضح ہو جائے۔

سرٹیفکیٹ کی انگریزی عبارت

Delhi

Dated 27th September 1877

From: W.G. Waterfield, Offg- Commissioner.

Moulvi Nazeer Hussain and his son Moulvi Sharif Hussain were with other members of their family instrumental in saving the life of Mrs. Leasons during the mutiny. They treated her when wounded, kept her in their House for 3 1/2 months, finally sent her into the British Camp at Delhi.

He says that he has lost in a fire which took place in his house in Delhi all the English Certificates. I think this is extremely probable, he probably had certificates from General Noville Chamberlain and General Burnard, Colonel Sytter and others.

I remember the fact well and Mrs. Leasons comming into the camp.

The family received a handsome reward of Rs 400/- Rs 700/- compensations for the demolition of houses bestowed upon them.

The family all deserve consideration and kindness at our hands.

ترجمہ

دہلی۔ مؤرخہ ۲۷ ستمبر ۱۸۷۷ء

از ڈبلیو جی واٹر فیلڈ افیشنگ کمشنر

مولوی نذیر حسین‘ ان کے بیٹے مولوی شریف حسین اور ان کے دوسرے گھر والے غدر کے زمانے میں مسز لیسنز کی جان بچانے میں ذریعہ ثابت ہوئے۔ حالت مجروحی میں انہوں نے ان کا علاج کیا‘ ساڑھے تین ماہ اپنے گھر میں رکھا اور بالآخر دلی کے برٹش کیمپ میں ان کو پہنچایا۔ وہ کہتے ہیں کہ ان کی انگریزی سرٹیفکیٹس ایک آتش زدگی میں جو اُن کے مکان واقع دہلی میں ہوئی تھی‘ جل گئیں۔ میں خیال کرتا ہوں کہ ان کا یہ کہنا بہت ہی قرین امکان ہے۔ غالباً ان کو جنرل نول چیمبرلین‘ جنرل برنارڈ اور کرنل سائٹر وغیرہم سے سرٹیفکیٹس ملی تھیں۔ مجھ کو وہ واقعات اور مسز لیسنز کا کیمپ میں آنا اچھی طرح یاد ہے۔ ان لوگوں کو اس خدمت کے سلسلہ میں چار سو روپے ملے تھے۔ مبلغ سات سو روپے بابت تاوان منہدم کیے جانے والے مکانات کے ان لوگوں کو عطا کیے گئے تھے۔ یہ لوگ ہماری قوم سے حسن سلوک اور الطاف کے مستحق ہیں۔‘‘(۱۳)

اس چٹھی سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ اس میں دو (۲) رقموں کا ذکر ہے‘ چار سو اور سات سو۔ اور یہ کل رقم مبلغ ایک ہزار ایک سو بنتی ہے۔ معلوم نہیں ایوب قادری صاحب نے دو سو کی رقم کہاں سے حاصل کی۔ اور اس کے ساتھ یہ وضاحت بھی ہے کہ اس میں سات سو روپے مکان منہدم کرنے کی قیمت ہے۔

مخالفین کو ہوش کے ناخن لینے چاہئیں کہ مولانا سید محمد نذیر حسین دہلوی اور ان کے ساتھیوں نے ایک زخمی عورت کی جان بچا کر اسلامی روایات کو برقرار رکھا۔ اور یہ مخالفت کرنے والے حضرات اس طرف توجہ نہیں کرتے کہ ہمارا اعتراض بالواسطہ اسلام پر پڑ رہا ہے۔ مولانا حافظ نذیر احمد دہلوی لکھتے ہیں کہ:

’’زمانہ غدر میں مسز لیسنز زخمی کو جس وقت میاں صاحب نے نیم جان دیکھا تو

(۱۳) الحیاۃ بعد المماۃ‘ ص ۷۸ تا ۸۰۔

بہت روئے اور اپنے مکان میں اٹھالائے۔ اپنی اہلیہ اور عورتوں کو ان کی خدمت کے لئے نہایت تاکید کی۔ اس وقت دیوار درمیان باغیوں کی فوج قبضہ کئے ہوئے تھی۔ اگر ذرا خبر بھی لگ جاتی تو آپ کی بلکہ سارے خاندان کی بھی جان جاتی' اور خانماں بربادی میں کچھ دیر نہ تھی۔ اس وقت آپ نے محض بے غرضانہ حسبۃ للہ اس کی خدمت کی' علاج کیا اور بعد قائم ہو جانے امن کے بحالت تندرستی اس کو انگریزی کیمپ میں پہنچا دیا' جس کے نتیجہ میں امن دامان کی چٹھی ملی۔ چنانچہ انگریزوں کے تسلط کے بعد جب سارا شہر غارت کیا جانے لگا تو آپ کا محلہ آپ کی بدولت محفوظ رہا۔"(۱۴)

اب مخالفین کو سوچنا چاہئے کہ کیا ایک انگریز عورت کی جان بچانا غیر شرعی فعل تھا؟ کیا اسلام نے جنگ کے دوران عورتوں اور بچوں کے قتل کی اجازت دی ہے؟ اسلام نے عورت کا قتل اسی صورت میں جائز رکھا ہے کہ وہ بھی جنگ اور قتال میں حصہ لے۔ علمائے تقلید جواب دیں کہ مسز لیسنز نے قتال میں حصہ لیا تھا؟ مولانا سید محمد نذیر حسین دہلوی اور ان کے ساتھیوں نے اپنی جانوں کو خطرے میں ڈال کر اس کارِ خیر میں حصہ لیا۔ مولانا نذیر احمد رحمانی (م ۱۹۶۵ء) لکھتے ہیں کہ:

"اس زمانے کے حالات کا صحیح جائزہ لینے کے بعد اس میں کوئی شبہ نہیں رہ جاتا کہ اس وقت کے مصالح کا تقاضا یہی تھا کہ میاں صاحب انگریزوں کی کسی ہمدردانہ اخلاقی پیشکش کو قبول کرنے سے انکار نہ فرماتے۔ اگر انکار کر دیتے تو فائدے سے کہیں زیادہ نقصان پہنچنے کا امکان تھا۔"(۱۵)

میاں صاحب کی اہلیہ کی وفات

۱۴ رمضان ۱۲۸۷ھ مطابق دسمبر ۱۸۷۰ء جمعرات کے دن آپ کی اہلیہ محترمہ نے' جو آپ کے استاد مولانا عبدالخالق دہلوی کی دختر نیک اختر تھیں' انتقال کیا۔ ان کی میاں صاحب کے ساتھ ۳۸ سال رفاقت رہی۔(۱۶)

---

(۱۴) بحوالہ احناف کی تاریخی غلطیاں' ص ۹۳۔

(۱۵) اہل حدیث اور سیاست' ص ۳۲۱۔

(۱۶) الحیاۃ بعد المماۃ' ص ۸۲۔

باب ٦

میاں صاحب کا سفرِ حج

شوال ۱۲۵۸ھ میں حضرت مولانا شاہ محمد اسحاق ؒ نے مع اپنے برادرِ خورد حضرت مولانا شاہ محمد یعقوب دہلوی مکہ معظمہ ہجرت کی تو آپ کے جانشین اور مسند تحدیث کے وارث حضرت شیخ الکل مولانا سید محمد نذیر حسین دہلوی ہوئے۔ محرم ۱۲۵۹ھ / فروری ۱۸۴۳ء میں حضرت میاں صاحب نے درس حدیث کا مستقل سلسلہ شروع کیا اور ۱۳۰۰ھ / ۱۸۸۲ء تک ۴۱ سال درسِ حدیث میں مشغول رہے۔ ۱۳۰۰ھ میں آپ کو حرمین شریفین کی زیارت کا شوق دامن گیر ہوا۔ اس ۴۱ سال کے عرصہ میں آپ کی شہرت پورے برصغیر میں ہو چکی تھی اور مسلک اہل حدیث کا پورے ملک میں کافی چرچا ہو چکا تھا۔ کتاب وسنت کے ساتھ براہِ راست تمسک کی دعوت رفتہ رفتہ پھیل رہی تھی، مُردہ سنتیں زندہ ہو رہی تھیں، بدعات کے چراغ گل ہو رہے تھے۔ ان حالات میں مولانا سید محمد نذیر حسین دہلوی کے سفرِ حج کے عزم وارادہ کی خبر مشہور ہوئی تو اہل بدع سراسیمہ ہو گئے اور ان کی خانقاہوں میں زلزلہ آ گیا۔

مولانا سید محمد نذیر حسین دہلوی اپنے تلمیذ رشید مولانا تلطف حسین کے ہمراہ حج بیت اللہ کے لئے تشریف لے گئے تو مقلدین احناف نے آپ کی ایذا رسانیوں کے سلسلہ کا آغاز کر دیا۔

مولانا ابوالکلام آزاد لکھتے ہیں کہ:

> "ہندوستان میں چونکہ اُس وقت تقلید وعدمِ تقلید کا فتنہ زوروں پر تھا اور مولانا نذیر حسین غیر مقلدین کے سب سے بڑے شیخ سمجھے جاتے تھے، اسی لئے فوراً مکے میں اطلاع دے دی گئی کہ وہابیہ کا سب سے بڑا سرغنہ آ رہا ہے، اگر یہاں کوئی کارروائی نہ کی گئی تو اس بات کو وہابی حجاز میں اپنی فتح سے تعبیر کریں گے اور عوام کو

اس سے بہت فتنہ ہوگا۔"(۱)

اُس وقت حجاز میں حنفی حکومت تھی۔ علمائے تقلید نے یہ سمجھا کہ اگر مولانا سید محمد نذیر حسین صاحب کے خلاف کارروائی نہ کی گئی تو یہ وہابیت کی فتح ہوگی اور عوام کے لئے فتنہ۔ چنانچہ میاں صاحب کے خلاف سازش کرنے میں حنفی علماء نے اپنا کردار ادا کرنا شروع کر دیا۔ مولانا ابوالکلام آزاد لکھتے ہیں:

"مولانا سید محمد نذیر حسین مرحوم ہندوستان میں درسِ حدیث کے آخری مرکز تھے۔ انہوں نے جب سفرِ حج کا ارادہ کیا تو ان کو خیال پیدا ہوا کہ مخالفین مکہ میں ایذارسانی کی کوشش کریں گے' اس لئے کہ علماء وہابیہ کے ساتھ وہاں پہلے جو سلوک ہو چکا تھا اس سے باخبر تھے۔"(۲)

وہ کیا سلوک تھا جو علماءِ وہابیہ کے ساتھ مکہ معظمہ میں ہوا تھا اور اس سے مولانا سید محمد نذیر حسین دہلوی پوری طرح باخبر تھے' اس کی تفصیل یہ ہے کہ:

ہندوستان میں انگریزی حکومت ۱۸۵۷ء کی تحریک آزادی سے مسلمانوں کے خلاف تھی۔ اور اس سلسلہ میں علمائے صادق پور نے جو تحریک چلائی اور اس تحریک کو جہاد سے منسوب کیا' اور علمائے کرام کو "وہابی" کہہ کر بدنام کیا' اور اس سلسلہ میں انگریز نے مسلمانوں اور علمائے صادق پور کے ساتھ جو سلوک کیا اس سے تاریخ کے صفحات لبریز ہیں۔ انگریزی حکومت کے ظالمانہ سلوک کی وجہ سے بہت سے لوگوں نے حجاز کو دارالامن سمجھ کر وہاں ہجرت کی۔ چنانچہ ۱۸۵۷ء کی تحریک جب کچھ ٹھنڈی ہوئی تو وہابیہ کی ایک بڑی جماعت مکہ معظمہ ہجرت کر گئی۔

پروفیسر محمد مبارک صاحب لکھتے ہیں:

"یہاں (مکہ معظمہ میں) بھی اس کے برخلاف متعدد اسباب موجود تھے۔ سب سے پہلے یہ کہ محمد بن عبدالوہاب نجدی اور ان کی جماعت سے علمائے حجاز و عوام کو سخت تعصب و عناد تھا۔ پھر سلطنت عثمانیہ نے پولیٹیکل اغراض و مصالح سے

---

(۱) آزاد کی کہانی آزاد کی زبانی' ص ۱۰۳۔

(۲) ایضاً' ص ۱۰۲۔

وہابیوں کو بہت بدنام کیا اور وہابی ہونے کو ایک بہت بڑا جرم قرار دے رکھا تھا۔
ان اسباب سے البلد الامین (مکہ) میں وہابیوں کی جماعت کے لئے امن نہ
تھا۔ اور وہ ایک باغیانہ جماعت سمجھی جاتی تھی۔" (۳)

علمائے تقلید نے وہابیوں کے خلاف فتوے بھی شائع کئے اور رسالے بھی مرتب کئے، چنانچہ اس زمانہ میں دو رسالے مرتب کر کے شائع کئے گئے، جن کے نام یہ ہیں:

۱۔ جامع الشواہد فی اخراج الوہابیین عن المساجد

۲۔ انتظام المساجد باخراج اہل الفتن والمفاسد

ان رسالوں کی اشاعت سے تقلیدی علماء نے مولانا سید نذیر حسین دہلوی کے خلاف ہیجان انگیز فضا پیدا کر دی۔ چنانچہ مولانا سید محمد نذیر حسین دہلوی مع اپنے شاگرد مولانا تلطف حسین بمبئی سے حجاز کے لئے بذریعہ بحری جہاز روانہ ہوئے تو مخالفین نے جو جہاز میں میاں صاحب کے ساتھ ہی سوار تھے، چھیڑ خانی شروع کر دی۔ مولانا ابو سعید محمد حسین بٹالوی لکھتے ہیں کہ:

"مولانا سید محمد نذیر حسین دہلی سے روانہ ہوئے تو آپ کے حریف نے بھی چند اشخاص کو مختلف مواضع پنجاب، دیوبند، دہلی، بدایوں وغیرہ سے گلابی چو ورقہ رسالہ کے ساتھ روانہ کیا۔ پہلے تو یاروں نے بمبئی پہنچ کر مولانا ممدوح پر وار کرنا چاہا اور چند علماءِ بمبئی کو اپنے ساتھ ملا کر اس گلابی چو ورقہ کے سوالات میں کچھ اور کفریات بڑھا کر مولانا ممدوح کے سامنے پیش کیا جس سے مقصود اُن حضرات کا صرف یہ تھا کہ ان سوالات سراسر افتراءات کو سن کر مولانا ممدوح اور آپ کے رفقاء کو خواہ مخواہ طیش و جوش آئے گا اور اس سے معاملہ طول پکڑ لے گا۔ مگر مولانا ممدوح ان کی غرضِ فساد کو تاڑ گئے۔ جب ان سوالات کو پڑھوا کر سنا تو برملا صاف صاف فرما دیا کہ یہ سب باتیں مجھ پر بہتان ہیں اور میں ان کے معتقد کو کافر جانتا ہوں۔ اس سے زیادہ کچھ اور ان کے ساتھ بحث و مباحثہ میں الجھنا مناسب نہیں سمجھا۔" (۴)

---

(۳) حیاتِ شیخ السید محمد نذیر حسین دہلوی ص ۳۶۔

(۴) اشاعۃ السنۃ ج ۲۰ ش ۸ ص ۲۳۳ بحوالہ اہلحدیث اور سیاست ص ۲۶۳-۲۶۴۔

جہاز میں بھی مخالفین نے آپ کو ایذا پہنچانے میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھی' لیکن آپ نے بحوائے ﴿وَاَعْرِضْ عَنِ الْجٰهِلِيْنَ﴾ کسی کو بھی منہ نہ لگایا۔

جدہ میں قیام

مولانا سید محمد نذیر حسین دہلوی جب جدہ پہنچے تو مخالفین کو برٹش قونصل مقیم جدہ کا ڈر لگا ہوا تھا کہ کہیں ہم پر کوئی آفت نہ آ جائے' اس لئے کہ انہوں نے دیکھا کہ برٹش قونصل کے ارکان نے مولانا سید محمد نذیر حسین کا بہت احترام کیا ہے اور تعظیم و تکریم کے ساتھ ان کا استقبال کیا ہے۔ (۵)

مکہ معظمہ میں میاں صاحب کے خلاف ریشہ دوانیاں

جب مولانا سید محمد نذیر حسین جدہ سے مکہ معظمہ پہنچے تو اُن کے مخالفین بھی ساتھ ہی داخل ہوئے۔ مخالفین نے یہ منصوبہ بنایا کہ مولانا سید محمد نذیر حسین کو یا تو قتل کر دیا جائے یا جیل بھجوا دیا جائے۔ اور اس سلسلہ میں ایک کمیٹی بنائی گئی۔

مولانا نذیر احمد رحمانی (م ۱۹۶۵ء) لکھتے ہیں کہ:

> "جب مولانا سید محمد نذیر حسین دہلوی مکہ شریف پہنچے تو ان کے حریف بھی داخل ہوئے۔ مولانا ممدوح کو جامِ شہادت پلاتے یا مکہ میں قید کرانے کے لئے ان حضرات نے وہاں ایک کمیٹی مقرر کی جس کے صدر مولوی رحمت اللہ کیرانوی تھے اور ممبروں میں حاجی امداد اللہ' مولوی عبدالقادر بدایونی' مولوی خیر الدین اور چند اشخاص دیوبند وغیرہ کے تھے۔ اس کمیٹی کی رات دن کی کارروائی اور تدبیر آرائی یہ تھی کہ جس طرح ہو سکے مولانا کو یہاں شہید کرا دیں یا حبس دوام میں پھنسا دیں۔" (۶)

مگر مخالفین کو کامیابی نہ ہوئی کہ وہ مولانا سید محمد نذیر حسین کے خلاف کوئی عملی قدم اٹھاتے۔

---

(۵) الحیاۃ بعد المماۃ ص ۸۳۔

(۶) اہل حدیث اور سیاست ص ۲۶۵۔

منیٰ میں وعظ

مولانا سید محمد نذیر حسین نے اطمینان سے فریضۂ حج ادا کیا اور دسویں ذی الحجہ کے بعد تین دن (۱۱، ۱۲، ۱۳ ذی الحجہ) تک منیٰ میں قیام فرمایا۔ اور تینوں دن برابر وعظ فرماتے رہے جس میں شرک و بدعت سے اجتناب اور عمل بالحدیث کی ترغیب، رسوماتِ بد کی تردید اور خاص اہل مکہ کی بدعتوں کی اصلاح کا بیان تھا۔ یہ وعظ عربی، فارسی اور اردو تینوں زبانوں میں ہوتا تھا، کیونکہ منیٰ میں مختلف ملکوں کے لوگ موجود تھے۔ اس وعظ و تذکیر سے معاندین کی آتش عداوت و حسد اور تیز ہوگئی تو آپ کے شریک سفر اور خادم مولانا تلطف حسین نے حضرت میاں صاحب کی خدمت میں عرض کیا:

"وعظ بند فرمادیں، مخالفین کی سازش بہت گہری ہو چکی ہے، اب جان کی خیر نظر نہیں آتی، آپ حج سے فارغ ہو چکے ہیں، آپ کے لئے بہتر یہی ہے کہ آپ مدینہ طیبہ جانے کا ارادہ ملتوی کردیں اور وطن واپس جانے کی تیاری کریں۔"

اس کے جواب میں مولانا سید محمد نذیر حسین دہلوی نے فرمایا:

"سنو صاحب! بہت جی چکا ہوں، اب زندگی کی تمنا نہیں۔ امام نسائی بھی اسی حرم میں شہید ہوئے جہاں میرے قتل کے منصوبے ہو رہے ہیں، میں ہر وقت اپنے قتل کے لئے آمادہ ہوں، مگر اس تبلیغ سے باز نہ آؤں گا۔" (۷)

منیٰ میں وعظ کا ذکر میاں صاحب نے اپنے ایک مکتوب میں بھی کیا ہے۔ لکھتے ہیں:

"در مکہ و منیٰ متضمن احیاء سنت و اماتت بدعت روزانہ چیزے می گفتم، حالانکہ نرغہ دشمنانِ دین بود، از خدا می خواستیم کہ مثل امام نسائی جاں در آنجا دہم، چہ کنم کہ خاک ہندوستان و آب و ہوا دہلی مرا نگذاشتہ۔"

یعنی مکہ و منیٰ میں احیاءِ سنت اور ردِ بدعت کے بارے میں میں روزانہ وعظ کہتا تھا، حالانکہ دشمنانِ دین کے نرغہ میں تھا۔ خدا سے چاہتا تھا کہ امام نسائی کی طرح میں بھی اپنی جان اسی جگہ دے دوں، لیکن کیا کروں کہ ہندوستان کی خاک اور دہلی کی آب و ہوا نے مجھ کو نہیں چھوڑا۔" (۸)

---

(۷) تراجم علمائے حدیث ہند، ص ۱۴۹۔

(۸) مکاتیب نذیریہ، ص ۱۰، بحوالہ اہل حدیث اور سیاست، ص ۳۶۶، ۳۶۷۔

ان خطرناک سازشوں اور افسوس ناک ریشہ دوانیوں کے باوجود میاں سید نذیر حسین نے مدینہ طیبہ کی حاضری کا ارادہ فسخ نہیں کیا اور ۲۳ ذی الحجہ تک مکہ معظمہ میں قیام پذیر رہے کہ حاجیوں کا کوئی قافلہ مدینہ طیبہ روانہ ہو تو اس کے ساتھ ہو لیں۔ اِس دوران مخالفین نے میاں صاحب کے خلاف کافی مواد جمع کر لیا تھا' اس لئے ۲۳ ذی الحجہ کو پاشا مکہ کے ہاں مخبری کر دی کہ مولوی نذیر حسین معتزلی اور وہابی ہیں اور ان کے عقائد درست نہیں ہیں۔

میاں صاحب پر الزامات

مولانا سید محمد نذیر حسین دہلوی پر جو الزامات مخالفین کی طرف سے عائد کئے گئے وہ کیا تھے! ان کی تفصیل مولانا ابوالکلام آزاد کی زبانی سنئے! مولانا آزاد مرحوم لکھتے ہیں:

> ''اس زمانے میں ہندوستان میں ایک فتویٰ ''جامع الشواهد فی اخراج الوهابيين عن المساجد'' کے نام سے مرتب ہوا تھا۔ اس میں چند عقائد تو واقعی اس جماعت کے تھے اور بڑا حصہ منسوبات کا تھا یا خود الزامی کے طور پر ان کے عقائد کا استخراج کیا گیا تھا' مثلاً لحم خنزیر کی حلت' بول طفل صغیر کی طہارت' مادۂ انسانی کا پاک اور قابل اکل ہونا' خالہ سے مناکحت کا جواز اور جوازِ کذبِ باری تعالیٰ وغیرہ وغیرہ۔
>
> والد مرحوم نے مولانا نذیر حسین مرحوم کے عقائد کی فہرست زیادہ تر اسی جامع الشواہد سے اخذ کی تھی۔ البتہ ''معیار الحق'' سے تقلید شخصی کے عدمِ وجوب اور التزام و تعین تقلید شخصی کے مفاسد اور امام صاحب (ابوحنیفہ) کی تابعیت سے تاریخی طور پر انکار اور تحدید ذہ درده کی عدمِ صحت اور تحدید ظل مثلین کی عدمِ صحت اور بعض دیگر مسائل مختلف فیہ ہیں۔ مذہب محدثین کی توثیق وغیرہ کو لے کر بہت رنگ آمیزی کے ساتھ ترجمہ کیا گیا تھا اور یہ استدلال کیا گیا تھا کہ ان سے امام صاحب کی تحقیر و توہین مقصود ہے۔'' (۹)

---

(۹) آزاد کی کہانی آزاد کی زبانی' ص ۱۰۴۔

میاں صاحب کی گرفتاری اور شریف مکہ کے سامنے پیشی

۲۵ ذی الحجہ کو مولانا سید محمد نذیر حسین کو مع مولانا تلطف حسین عظیم آبادی سید عثمان نوری پاشا کے سامنے پیش کیا گیا اور آپ سے یہ سوال کئے گئے:

۱۔ آپ کے نزدیک مالِ تجارت میں زکوٰۃ ہے یا نہیں؟

۲۔ خنزیر کی چربی کو آپ حلال سمجھتے ہیں یا حرام؟

۳۔ پھوپھی اور خالہ سے مناکحت جائز ہے یا نہیں؟

۴۔ حنفی مذہب آپ کے نزدیک کیسا ہے؟

مولانا سید محمد نذیر حسین نے ان سوالات کے درج ذیل جوابات دیئے:

۱۔ مالِ تجارت میں زکوٰۃ واجب ہے۔

۲ و ۳۔ میں مسلمان ہوں اور فریضۂ حج ادا کرنے آیا ہوں۔ اگر میں لحم خنزیر کو حلال اور خالہ اور پھوپھی کے ساتھ مناکحت کو، جو نص قرآنی سے حرام ہے، جائز کہتا تو مسلمان کیوں کہلواتا اور حج کے لئے کیوں آتا؟ ایسا سوال کسی مسلمان سے کرنا نہایت افسوس اور تعجب کی بات ہے۔

۴۔ ہدایہ جو حنفی مذہب کی مستند کتاب ہے، اس کے جس مقام کا مطلب آپ چاہیں ہم سے سنیں، اس کے بعد اپنے علماء حرمین سے سنیں۔ اس کے بعد آپ کو خود بخود معلوم ہو جائے گا کہ ہم لوگ حنفی مذہب کو کیسا سمجھتے ہیں۔ (۱۰)

مولانا ابوالکلام آزاد کا بیان

مخالفین کی مخبری سے حضرت میاں صاحب مع مولانا تلطف حسین عظیم آبادی اور ایک رفیق گرفتار ہو کر شریف مکہ کے سامنے پیش ہوئے تو مولانا سید محمد نذیر حسین نے فرمایا:

''ہم کو کیوں گرفتار کیا گیا ہے؟''

---

(۱۰) الحیاۃ بعد المماۃ، ص ۸۹۔

تو شریف مکہ نے کہا:

"آپ کو وہابی عقائد رکھنے کی وجہ سے گرفتار کیا گیا ہے۔ مکہ معظمہ اسلام کا مرکز ہے' اس لئے ہمارے لئے ضروری ہے کہ فاسد عقائد رکھنے والوں کا احتساب کریں' تاکہ وہ مسلمانوں کو گمراہ نہ کر سکیں۔"

اس کیس کی روداد مولانا ابوالکلام آزاد کی زبانی سنیے! مولانا آزاد لکھتے ہیں:

"جب مولانا سید محمد نذیر حسین دہلوی کو گرفتار کیا گیا تو دوسرے دن شریف کے یہاں ایک مجلس منعقد ہوئی' اور اس میں والد مرحوم سے کہا گیا کہ ان کے عقائد کی فہرست پیش کریں۔ فہرست میں سب سے پہلا الزام امام صاحب کی توہین کا تھا اور باقی مذکورہ الزامات تھے۔ مولانا سید محمد نذیر حسین مرحوم کی طرف سے مولوی تلطف حسین تقریر کرتے تھے۔ سب سے پہلے انہوں نے اس حالت پر افسوس کا اظہار کیا کہ ہم ایک ایسے ملک میں رہتے ہیں جہاں کفار کی سلطنت ہے' لیکن وہاں ہمارے عقائد کی وجہ سے کوئی گزند نہیں پہنچایا جاتا۔ یہاں اسلامی حکومت ہے' دارالامن ہے اور بلا کسی وجہ سے ہم کو گرفتار کر کے مبتلائے محن کیا جاتا ہے۔ پھر کہا کہ ہم پر الزام کہ ہم وہابی ہیں اور محمد بن عبدالوہاب کی جماعت سے ہیں' بالکل غلط ہے' ہم قرآن و حدیث کو مانتے ہیں اور اسی پر عمل کرتے ہیں۔ والد مرحوم نے کہا کہ اجماع و قیاس کو بھی مانتے ہو؟ پھر مولانا سید محمد نذیر حسین نے کہا کہ ہاں اجماع اور قیاس کو اس طرح مانتے ہیں جس طرح ائمہ مجتہدین مانتے تھے۔ اس پر گفتگو شروع ہوئی اور بہت قال و قیل ہوئی۔ اس کے بعد کہا گیا کہ ائمہ اربعہ کی نسبت تمہارا کیا عقیدہ ہے؟ انہوں نے کہا ہم انہیں اپنا سرتاج و پیشوا اور برسرحق سمجھتے ہیں اور ان میں امام ابوحنیفہ کو سب سے زیادہ قابل احترام سمجھتے ہیں۔ اس پر "معیار الحق" پیش کی گئی۔ انہوں نے کہا اگر اس طرح کے مباحث امام صاحب کی توہین ہیں تو وہ تمام کتابیں بھی توہین پر ہوں گی جن میں مسائل مختلف فیہ پر بحث کی گئی ہے اور خود سلف نے لکھی ہیں۔ پھر ایک ایک کر کے تمام الزامات سنائے گئے۔ انہوں نے بڑے جوش سے اپنی براءت کی۔ اس پر ثبوت میں "جامع الشواہد" پیش کی گئی۔ انہوں نے کہا: یہ مخالفین کی چیز ہے' اور ہم اس

کے ذمہ دار نہیں۔اس پر کسی پشاوری کا رسالہ پیش کیا گیا جو مولانا محمد نذیر حسین کا شاگرد تھا' مگر انہوں نے اس سے بھی اپنی بے تعلقی ظاہر کی۔"

اس کے بعد مولانا آزاد لکھتے ہیں:

"معلوم ہوتا ہے کہ مولانا نذیر حسین مرحوم مجمل و مختصر بیان دے کر معاملے کو ختم کرنا چاہتے تھے' کیونکہ سمجھتے تھے کہ تفصیلات میں پڑنا یا مباحثہ کرنا' طاقت کے مقابلے میں بے کار ہے۔آخر میں انہوں نے اس بیان پر اکتفا کیا کہ ہمارا عقیدہ اہل سنت والجماعت کا ہے' ائمہ اربعہ کو ہم مانتے ہیں' چاروں کو ہم حق پر سمجھتے ہیں' امام ابوحنیفہ کو اپنا پیشوا جانتے ہیں' ان کے بغض کو خلاف شیوہ بیانی سمجھتے ہیں اور کتب فقہ پر عمل کرنا جب تک قرآن وحدیث کے خلاف نہ ہو' خود ہمارا شیوہ ہے۔"

مولانا ابوالکلام آزاد کے والد میاں سید نذیر حسین کے اس بیان سے کیوں کر مطمئن ہوتے؟ وہ تو میاں صاحب کو مصائب میں مبتلا کرنے میں کوشاں تھے۔اس لئے انہوں نے میاں صاحب کے اس بیان کو "مکائد وہابیہ" قرار دیا۔

مولانا ابوالکلام آزاد لکھتے ہیں:

"یہ بیان علمائے حجاز کے لئے ایک حد تک تسلی بخش ہو جاتا۔لیکن جیسا کہ والد مرحوم کہا کرتے تھے' وہ ان باتوں کو وہابیوں کے "مکائد" تصور کرتے تھے' کہتے تھے کہ میں نے یہ مکائد چلنے نہ دیئے اور کہا تفصیل بتاؤ کہ ائمہ اربعہ میں کس امام کی تقلید کرتے ہو؟ اور فلاں فلاں مسائل میں تمہارا کیا اعتقاد ہے؟"(۱۱)

اپنے عقائد کے بارے میں میاں صاحب کی تحریر

شریف مکہ کی تیسری مجلس میں مولانا سید محمد نذیر حسین دہلوی نے اپنے عقائد کے بارے میں ایک تحریر پیش کی جس میں لکھا تھا کہ:

"میں ائمہ اربعہ کی تقلید کو فرائض وواجباتِ شرعیہ کی طرح فرض نہیں سمجھتا' لیکن عوام کے لئے جو فقہ وحدیث میں نظر نہیں رکھتے ہیں' جب تک قرآن وحدیث کے خلاف کوئی صریح بات پیش نہ آئے' کتب فقہ متداولہ پر عمل کرنے کو مستحسن سمجھتا ہوں۔

(۱۱) آزاد کی کہانی آزاد کی زبانی' ص۱۰۵'۱۰۶۔

اس کے علاوہ فلاں فلاں عقائد اور الزامات جو میری طرف منسوب کئے گئے ہیں'
میں ان سے بری ہوں اور حلفیہ کہتا ہوں کہ میرے اعتقاد وہ نہیں ہیں۔''(۱۲)

برٹش قونصل کی مداخلت سے میاں صاحب کی رہائی

برٹش قونصل جدہ کو مولانا سید محمد نذیر حسین دہلوی کا علم ہوا تو اس نے فوراً شریف مکہ سے رابطہ کر کے میاں صاحب کی رہائی پر زور دیا۔ چنانچہ ۹ دن کی حبس بے جا کے بعد آپ کو رہا کر دیا گیا۔

رہائی کے بعد مدینہ منورہ روانگی

مولانا سید محمد نذیر حسین نے رہائی کے بعد شریف مکہ سے کہا کہ میں اب مدینہ منورہ کی زیارت کو جانا چاہتا ہوں' معلوم نہیں وہاں میرے ساتھ کیا سلوک کیا جائے' مفسد اور مخبر لوگ وہاں بھی میرے پیچھے جائیں گے۔ چنانچہ شریف مکہ نے مدینہ منورہ کے گورنر کے نام ایک سفارشی خط دیا۔ اس خط کا خلاصہ یہ تھا کہ:

''شیخ نذیر حسین عالم ہیں' ان کے عقائد صحیح ہیں' ان کے خلاف کسی قسم کی شکایت کی جائے تو اس پر عمل درآمد نہ کیا جائے' وہ ہر الزام سے بریٔ الذمہ ہیں۔''

سید عثمان نوری' گورنر مکہ
۲۶ ذی الحجہ ۱۳۰۰ھ (۱۳)

میاں صاحب کی ہندوستان واپسی

مدینہ منورہ کی زیارت کے بعد مولانا سید محمد نذیر حسین دہلوی مع اپنے رفیق سفر مولانا تلطف حسین عظیم آبادی یکم جنوری ۱۸۸۴ء کو جدہ سے بمبئی پہنچے۔ بمبئی سے آپ بذریعہ ٹرین دہلی روانہ ہوئے تو ہر اسٹیشن پر آپ کا والہانہ استقبال ہوا۔

دہلی اسٹیشن پر آپ کے استقبال کے بارے میں مولانا حافظ ڈپٹی نذیر احمد خاں دہلوی لکھتے ہیں کہ:

---

(۱۲) اہل حدیث اور سیاست' ص ۳۷۱۔

(۱۳) الحیاۃ بعد المماۃ' ص ۹۵۔

"جب آپ سفر حجاز سے واپس آئے تو اسٹیشن دہلی پر استقبال کے لئے اس قدر لوگ حاضر ہوئے کہ پلیٹ فارم کا ٹکٹ ختم ہو گیا۔ کارپردازانِ اسٹیشن حیران تھے کہ یہ کس نامی گرامی شخص کی آمد آمد ہے۔" (۱۴)

مولانا سید محمد نذیر حسین کی بابت غلط بیانیاں

اور مولانا ابوالکلام آزاد کی طرف سے ان کا جواب

مولانا سید محمد نذیر حسین دہلوی نے سید عثمان نوری پاشا گورنر مکہ کے سامنے جو تحریری بیان دیا اس کو علمائے تقلید نے غلط رنگ میں لوگوں کے سامنے بیان کرنا شروع کر دیا۔ مولانا ابوالکلام آزاد نے بڑی صفائی سے اس کا جواب دیا ہے' یہاں تک کہ اس معاملے میں اپنے والد مرحوم کی بھی رعایت نہیں کی۔ مولانا ابوالکلام آزاد لکھتے ہیں:

"یہ بات بالکل واضح ہے کہ مولانا سید نذیر حسین مرحوم نے اس تحریر میں ان اصولوں کے خلاف کوئی بات نہیں کہی ہے جو اہل حدیث کے اصول سمجھے جاتے ہیں۔ نہ تقلید شخصی کے وجوب کو مانا ہے نہ کتب حدیث پر کتب فقہ کی ترجیح کو۔ صرف براءت واظہار ہے۔ تاہم یہ کیسی عجیب بات ہے کہ ان کے مخالفین نے مکہ سے اس بات کی خبریں بھیج دیں کہ انہوں نے وہابیت سے توبہ کر لی۔ لطف کی بات یہ ہے کہ خود والد مرحوم باوجود ان تمام تفصیلات کے بیان کرنے کے کہا کرتے تھے: مولانا نذیر حسین نے توبہ کر لی' اور زور دیتے تھے کہ انہوں نے تقلید شخصی کو مستحسن تسلیم کر لیا۔ حالانکہ یہ جماعت بھی عوام کے لئے ہمیشہ تقلید کو ضروری بلکہ فرض ٹھہراتی ہے۔ بحث تو صرف التزام وتعین میں ہے نہ کہ نفس تقلید میں۔" (۱۵)

مولانا آزاد نے یہ بھی فرمایا ہے:

"ایک اور پہلو بھی اس واقعہ میں قابل ذکر ہے کہ جس طرح اس طرف سے غلط بیانی کی گئی ہے اسی طرح مولانا نذیر حسین مرحوم کے طرف داروں اور نادان معتقدوں نے یہ سمجھ کر کہ یہ گرفتاری ان کے لئے موجب توہین ہے' اس کے واقع

(۱۴) الحیاۃ بعد المماۃ' ص ۹۶۔

(۱۵) آزاد کی کہانی آزاد کی زبانی' ص ۱۰۷۔

ہونے ہی سے انکار کر دیا اور کہنا شروع کر دیا کہ یہ خبریں محض غلط ہیں۔ حالانکہ مولانا نذیر حسین مرحوم کا گرفتار ہونا ایک ایسے مرکز میں جیسا مکہ ہے' نہ صرف موجب توہین نہیں ہے بلکہ قدرتی ہے۔"(۱۶)

مخالفت کمیٹی کے ارکان کا مختصر تعارف

مولانا سید محمد نذیر حسین دہلوی کے زمانہ حج میں مکہ معظمہ میں جن علمائے تقلید نے آپ کے خلاف سازشیں کیں اور ان کو مصائب و آلام میں مبتلا کیا' وہ تھے:

۱۔ مولوی رحمت اللہ کیرانوی (صدر)

۲۔ حاجی امداد اللہ (ممبر)

۳۔ مولوی عبدالستار بدایونی (ممبر)

۴۔ مولوی خیر الدین (ممبر)

مولوی رحمت اللہ کیرانوی

مولوی رحمت اللہ کیرانوی ضلع مظفر نگر کے قصبہ کیرانہ کے رہنے والے تھے۔ ان کے ایک رفیق ڈاکٹر وزیر خاں کو عیسائی مذہب پر بہت زیادہ عبور تھا۔ ان کی رفاقت سے مولوی رحمت اللہ کیرانوی کو بھی عیسائیت پر کافی عبور حاصل ہو گیا تھا۔ پادریوں سے بے شمار مناظرے کئے اور ہر مناظرہ میں کامیاب رہے۔ عیسائیت کی تردید میں کتابیں بھی لکھیں۔ ۱۸۵۷ء میں انقلابیوں کا ساتھ دیا۔ انگریزوں نے ان کی گرفتاری کا حکم دے دیا۔ چنانچہ مولوی صاحب اپنی جان بچا کر ہندوستان سے نکل گئے اور مکہ معظمہ جا کر پناہ گزین ہو گئے۔ مسلک کے لحاظ سے حنفی تھے۔ مولانا سید محمد نذیر حسین کی مخالفت میں پیش پیش تھے اور مخالفت کمیٹی کے صدر تھے۔ ان کا انتقال مکہ معظمہ میں ہوا اور جنت المعلیٰ میں دفن ہوئے۔ (۱۷)

---

(۱۶) ایضاً ص ۱۰۸۔

(۱۷) اہل حدیث اور سیاست' ص ۲۷۸۔

حاجی امداد اللہ

مولانا عبید اللہ سندھی مرحوم لکھتے ہیں:

"حاجی امداد اللہ کا نام امداد حسین تھا۔ مولانا اسحاق نے بدل کر امداد اللہ رکھ دیا۔ حاجی امداد اللہ کی ذات مرجع خلائق تھی اور آپ سے بے شمار اہل فن نے فیض پایا۔ ان میں سے مشہور مولانا محمد قاسم، مولانا رشید احمد، شیخ فیض الحسن سہارن پوری اور دوسرے نامی گرامی علمائے دیوبند ہیں۔ ۱۸۵۷ء کے ہنگامہ میں آپ معرکہ شاملی کے امیر تھے (شاملی ایک مقام کا نام ہے جو اس زمانہ میں ضلع سہارن پور سے متعلق تھا) اس کے بعد موصوف چھپ کر حجاز پہنچ گئے اور مکہ معظمہ میں اقامت گزین ہو گئے۔ حاجی امداد اللہ دیوبندی جماعت کے امیر تھے۔ ۱۳۱۷ء میں انتقال فرمایا۔" (۱۸)

مولوی عبد القادر بدایونی

مولانا سید نذیر حسین کے خلاف مکہ معظمہ میں مخالفت کمیٹی کے تیسرے رکن مولوی عبد القادر بدایونی تھے۔ یہ اہل بدعت کے مشہور مولوی فضل رسول بدایونی کے بیٹے تھے۔ حج کرنے مکہ معظمہ گئے اور وہاں مقیم ہو گئے۔ ایک رسالہ بزبانِ فارسی میلاد اور قیام کے ثبوت میں لکھا، جس کا نام ہے: "سیف الاسلام المسلول علی المنّاع بعمل المولود والقیام للرسول" (۱۹)

مولوی خیر الدین دہلوی

مولوی خیر الدین مولانا ابوالکلام آزاد کے والد تھے۔ ۱۸۳۱ء میں دہلی میں پیدا ہوئے۔ ان کی تعلیم و تربیت ان کے نانا مولانا منور الدین نے کی۔ مولانا منور الدین حضرت شاہ عبد العزیز دہلوی کے شاگرد اور مولانا شاہ اسماعیل شہید دہلوی کے ہم درس تھے۔ حضرت شاہ عبد العزیز محدث دہلوی کے انتقال کے بعد جب مولانا شاہ اسماعیل

---

(۱۸) شاہ ولی اللہ اور اُن کی سیاسی تحریک، ص ۲۵۶۔

(۱۹) اہل حدیث اور سیاست، ص ۳۸۵۔

شہید دہلوی نے ''تقویۃ الایمان'' اور ''جلاء العینین'' لکھیں اور ان کے مسلک کا عام چرچا ہوا تو علمائے تقلید میں ہلچل مچ گئی۔ اس سلسلہ میں مولانا منورالدین نے سب سے زیادہ سرگرمی دکھائی اور مولانا شاہ اسماعیل شہید سے ان کا مناظرہ بھی ہوا۔

۱۲۵۸ھ میں مولانا شاہ محمد اسحٰق دہلوی اور ان کے برادر خورد مولانا شاہ محمد یعقوب نے مکہ معظمہ ہجرت کی اور ان کے بعد مولانا منورالدین نے مکہ معظمہ ہجرت کی۔ ان کے ہمراہ مولوی خیرالدین بھی تھے۔ ۱۸۵۷ء میں مولانا منورالدین نے مکہ معظمہ میں انتقال کیا۔ مولوی خیرالدین نے ہندوستان کے قیام میں اپنے نانا مولانا منورالدین اور دوسرے علماء سے علوم کی تحصیل کی تھی اور بعد میں جب حجاز چلے گئے تو وہاں کے علماء سے بھی استفادہ کیا۔

مولوی خیرالدین ابتدا ہی سے اہل حدیث کے خلاف تعصب رکھتے تھے اور یہ تعصب دن بدن زیادہ ہوتا گیا۔ مولانا سید محمد نذیر حسین دہلوی کی جب شریف مکہ کے سامنے پیشی ہوئی تو مولوی خیرالدین ہی تھے جنہوں نے حضرت میاں صاحب پر غلط قسم کے الزام لگائے۔ مکہ میں ان کا قیام کئی سال رہا۔ بعد میں ہندوستان واپس آئے اور کلکتہ میں قیام پذیر ہوئے۔ یہاں ۱۹۰۸ء میں انتقال کیا۔ (۲۰)

تبصرہ: ان حضرات کے اس مختصر تعارف سے آپ نے اندازہ کر لیا ہوگا کہ مخالفت کمیٹی دیوبندی اور بریلوی دونوں مکتب خیال کے علماء و مشائخ کی مشترکہ کمیٹی تھی' اور اہل حدیث کے خلاف وہاں ایک متحدہ محاذ بنایا گیا تھا۔

مولانا سید شریف حسین کا انتقال

میاں صاحب کے حج سے لوٹنے کے ساڑھے تین سال بعد آپ کے صاحبزادہ مولانا سید شریف حسین نے ۶ جمادی الثانی ۱۳۰۴ھ بمطابق ۲ مارچ ۱۸۸۷ء کو ۵۷ برس کی عمر میں انتقال کیا۔ (۲۱)

---

(۲۰) ایضاً' ص ۳۸۸۔

(۲۱) نزهة الخواطر 'ج ۸' ص ۱۷۸۔

باب ۷

شمس العلماء کا خطاب

علمائے تقلید کی طرف سے حضرت شیخ الکل مولانا سید محمد نذیر حسین دہلوی کو جن مطاعن کا نشانہ بنایا گیا ان میں ایک طعنہ یہ بھی ہے کہ ان کو حکومت برطانیہ کی طرف سے ۲۱ محرم الحرام ۱۳۱۵ھ مطابق ۲۲ جون ۱۸۹۷ "شمس العلماء" کا خطاب ملا تھا۔ اس واقعہ کا تذکرہ مولانا فضل حسین بہاری اس طرح کرتے ہیں:

> "شمس العلماء کے خطاب کا تذکرہ کوئی شخص میاں صاحب کے روبرو کرتا تو آپ نہایت ہی سادگی سے فرماتے کہ میاں خطاب سے کیا ہوتا ہے! ہمارے لئے تو پورا خطاب قرآن مجید میں حنیفاً مسلماً کا موجود ہے۔ دُنیاوی خطاب سلاطین سے ملا کرتا ہے۔ یہ گویا ان کی خوشنودی کا اظہار ہے۔ مجھے تو کوئی نذیر کہے تو کیا اور شمس العلماء کہے تو کیا! میں نہایت خوش ہوں کہ ہر ایک میاں صاحب مجھے کہتا ہے۔ بھائی سادات کے لئے پیارا لفظ اس سے بڑھ کر نہیں ہے۔ اس لفظ کی برکات سے میری درویشانہ طرز میں فرق نہ آئے۔ بس خدا کا یہی فضل ہے۔"(۱)

مولانا نذیر احمد رحمانی (م ۱۹۶۵ء) حضرت میاں صاحب کے خطاب شمس العلماء کے متعلق صاحب الحیاۃ بعد المماۃ کے الفاظ پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

> "خط کشیدہ فقرہ مصنف "الحیاۃ بعد المماۃ" کا اپنا ذاتی تاثر اور استنباط ہے۔ یہ الفاظ حضرت میاں صاحب کے نہیں ہیں۔ اس لئے اس فقرے پر ہم پر کوئی حجت قائم نہیں کی جا سکتی۔"(۲)

حضرت میاں صاحب نے اپنے اس خطاب کے سلسلہ میں جو الفاظ ارشاد

---

(۱) الحیاۃ بعد المماۃ' ص ۱۰۳۔

(۲) اہل حدیث اور سیاست' ص ۲۲۴۔

فرمائے وہ سب کے سب باوقار اور پُرعظمت شخصیت کے شایانِ شان ہیں کہ:

''ہمارے لئے تو پورا خطاب قرآن مجید میں حنیفاً مسلماً کا موجود ہے اور یہ خطاب شہنشاہ دو جہاں کی طرف سے پوری اُمت مسلمہ کو ملا ہے۔''

اور اس کے ساتھ حضرت میاں صاحب کا یہ فرمانا کہ: ''دنیاوی خطاب سلاطین سے ملا کرتا ہے'' اس بات کی نشان دہی کرتا ہے کہ آپ نے ایسے خطابات کی وقعت کو گرایا ہے اور ان کی اہمیت کو گھٹایا ہے' اس لئے کہ احکم الحاکمین کے عطا کردہ خطاب کے مقابلہ میں دنیاوی سلاطین کے خطابات کی کوئی حقیقت نہیں ہے۔ اور اس کے بعد حضرت میاں صاحب کے یہ الفاظ کہ: ''میں نہایت خوش ہوں کہ ہر ایک میاں صاحب کہتا ہے'' اس بات کی نشان دہی کرتے ہیں کہ دنیاوی عزت افزائی میرے سامنے کوئی شے نہیں ہے اور مجھے اس پر فخر ہے کہ میاں صاحب کے الفاظ سے لوگ یاد کرتے ہیں اور پکارتے ہیں۔ یہ الفاظ خاندانِ ولی اللٰہی کی جانشینی کے طفیل میں زبانِ خلق کی طرف سے ملے ہیں۔

اور میاں صاحب کے یہ الفاظ: ''مجھے تو کوئی نذیر کہے تو کیا اور شمس العلماء کہے تو کیا!'' اس بات کی نشاندہی کرتے ہیں کہ حضرت میاں صاحب کا دل کبر اور نخوت سے پاک تھا' حلم اور بردباری کا مرقع تھا اور اپنی درویشانہ زندگی میں بہت خوش اور مسرور تھے۔ ان کو کیا سروکار کہ کوئی ان کو نذیر کہہ کر پکارے یا شمس العلماء کے الفاظ سے بلائے۔

حقیقت یہ ہے کہ مولانا سید محمد نذیر حسین محدث دہلوی کی عزت افزائی تو اس خطاب سے ہو ہی نہیں سکتی' لیکن اس خطاب کو عزت اور شرف اس نام کی برکت سے ضرور حاصل ہوا۔ حضرت میاں صاحب اپنی درویشانہ زندگی سے کس طرح مطمئن اور قانع تھے' اس کے متعلق مصنف ''الحیاۃ بعد المماۃ'' نے ایک واقعہ لکھا ہے کہ:

''نواب سکندر جہاں بیگم صاحبہ والیہ ریاست بھوپال اپنے مدار المہام منشی جمال الدین مرحوم کے ساتھ دہلی آئیں تو میاں صاحب سے عہدۂ قضائے ریاست بھوپال قبول کرنے کی استدعا کی' مگر آپ نے ملازمت سے قطعاً انکار کیا اور

فرمایا کہ میں تو وہاں کا قاضی القضاۃ ہو کر امیرانہ ٹھاٹھ سے مسند لگا کے حاکم بنا بیٹھا رہوں گا' یہ غریب طلبہ' چٹائی پر بیٹھنے والے مجھ کو کہاں ڈھونڈتے پھریں گے؟ یہ معنی ہیں: "اَللّٰھُمَّ اَحْیِنِیْ مِسْکِیْنًا وَاَمِتْنِیْ مِسْکِیْنًا وَاحْشُرْنِیْ فِیْ زُمْرَۃِ الْمَسَاکِیْنِ" کے۔"(۳)

جس مردِ خدا نے ایک مسلمان ریاست کے بخشے ہوئے اعزاز کو پا کر اپنی خوشی کا اظہار نہ کیا' بلکہ اس کو قبول کرنے سے انکار کر دیا' اس کی نسبت ہم کس طرح باور کر سکتے ہیں کہ اس نے انگریز کے دیئے ہوئے اعزاز کو پا کر اپنی خوشی کا اظہار کیا ہو گا!

حضرت میاں صاحب بہت زیادہ قانع تھے' اللہ تعالیٰ پر بہت زیادہ بھروسہ رکھنے والے تھے اور اپنی فقیرانہ زندگی میں بھی شاہی آن بان کی شان رکھتے تھے۔ منشی محمد جمال الدین مدار المہام ریاست بھوپال نے آپ کو مشورہ دیا کہ آپ اپنے مدرسہ کی امداد کے لئے رئیسہ بھوپال کو لکھیں' تو حضرت میاں صاحب نے منشی محمد جمال الدین کو لکھا:

"دربارِ اعانت مدرسہ مرا کہ نوشتہ اند کہ تحریرے بجناب سرکار عالیہ والیہ ملک باید نوشت تا معاملہ رو با صلاح گیرد' مرا از ہم چوں لغو تحریکہا ہمیشہ اجتناب است۔ بر در خداوند تعالیٰ نشستہ درس می دہم وے تعالیٰ شانہ از خزانہ غیب اعانت مدرسہ و متعلمین خواہد کرد چہ کہ مرا از رجوع خدمت اغنیاء کراہتے بخشیدہ است بندہ فقیر برائے خود نمی خواہد' ہر کہ دریں جا آوردہ مرا و طالبان را روزی کافی وافی می رساند پس مایہ قناعت خود فروختن کارِ ابلہان است۔"(۴)

(ترجمہ) "آپ نے میرے مدرسہ کی امداد کے بارے میں جو تحریر فرمایا ہے کہ سرکارِ عالیہ والیہ ریاست کو لکھنا چاہئے تاکہ معاملہ درست ہو جائے' تو مجھ کو ایسی لغو تحریکوں سے ہمیشہ پرہیز رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے دروازہ پر بیٹھ کر پڑھاتا ہوں۔ وہی اپنے خزانہ غیب سے مدرسہ اور طالب علموں کی مدد کرے گا۔ مجھے اللہ تعالیٰ نے امیروں کے دروازے پر جانے سے کراہت بخشی ہے۔ بندۂ فقیر اپنی ذات

---

(۳) الحیاۃ بعد المماۃ' ص ۱۰۳۔

(۴) مکاتیب نذیریہ' ص ۷۱' بحوالہ اہل حدیث اور سیاست' ص ۴۲۷۔

کے لئے کچھ نہیں چاہتا ہے۔ جو یہاں لایا ہے وہی مجھ کو اور میرے طالب علموں کو پوری روزی بہم پہنچاتا ہے۔ ایسی صورت میں صبر و قناعت کی پونجی کو فروخت کر دینا نادانوں کا کام ہے۔"

مصنف "الحیاۃ بعد المماۃ" لکھتے ہیں کہ:

"جس وقت کمشنر دہلی نے بحکم لیفٹیننٹ گورنر پنجاب گورنمنٹ کی طرف سے اس خطاب کی خبر آپ کو دی اُس سے ایک منٹ آگے میاں صاحب کے وہم و گمان میں بھی کبھی یہ بات نہیں آئی تھی کہ میں اس عام لقب سے ملقب ہوں گا۔"(۵)

حضرت میاں صاحب کو جب خطاب ملا تو آپ نے فرمایا:

"خلعت و خطاب تو بڑے آدمیوں کو ملنا چاہئے' ہم کو دینا لا حاصل ہے۔"

مولانا نذیر احمد رحمانی حضرت میاں صاحب کے ان الفاظ "خلعت و خطاب تو بڑے آدمیوں کو ملنا چاہئے' ہم کو دینا لا حاصل ہے" پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

"میاں صاحب کا یہ فقرہ اپنی جگہ بڑا ذومعنی ہے کہ "ہم کو دینا لا حاصل ہے"۔ یعنی خلعت و خطاب دے کر بڑے آدمیوں کو خریدا جاتا ہے اور موقع بموقع ان کو اپنے مقصد براری کے لئے استعمال کیا جاتا ہے۔ اس لحاظ سے مجھ جیسے آدمی کو خلعت و خطاب دینا لا حاصل ہے' کیونکہ مجھے اس خطاب کے ذریعہ نہ خریدا جا سکتا ہے اور نہ اپنے مقصد کے لئے استعمال کیا جا سکتا ہے۔"(۶)

مولانا سید محمد نذیر حسین دہلویؒ کو حکومت نے شمس العلماء کا جو خطاب دیا اس میں ان کا کوئی ذاتی دخل نہیں تھا۔ اور آپ کو جب اس کی اطلاع دی گئی تو آپ نے صریح الفاظ میں اس کا رد نہیں کیا۔ اس میں کیا مصلحت تھی' اس پر مولانا نذیر احمد رحمانی مرحوم لکھتے ہیں کہ:

"اہل حدیث انگریزی حکومت کی نگاہوں میں سخت معتوب تھے' اور بقول مولانا غلام رسول مہر: "اہل حدیث اور وہابیوں کو مترادف سمجھا جاتا تھا۔ بغاوت کے

---

(۵) الحیاۃ بعد المماۃ' ص ۱۰۳۔

(۶) اہل حدیث اور سیاست' ص ۲۳۰۔

الزام میں ان پر کئی مقدمات چل چکے تھے اور ان مقدمات کی وجہ سے ان میں سے بہتوں کی بڑی بڑی جائیدادیں ضبط ہو چکی تھیں' کتنوں کو کالا پانی اور حبسِ دوام کی سزا ہو چکی تھی۔ خود میاں صاحب بھی ایک ایسے مقدمہ کے سلسلہ میں گرفتار ہو کر ایک سال تک جیل میں نظر بند رہ چکے تھے۔ ادھر علماء احناف کی اشتعال انگیزیوں کی وجہ سے حنفی عوام برابر موقع کی تاک میں رہتے تھے' انگریز افسروں کے پاس جا جا کر وہابیوں کے خلاف تحریری کرتے تھے' ان کو بھڑکاتے تھے کہ "وہابی" آپ کے باغی اور بدخواہ ہیں۔ الغرض سالہا سال کی پریشانیاں اور مصیبتیں جھیلنے کے بعد اب بظاہر فضا میں کچھ سکون پیدا ہوا تھا اور اہل حدیث کے خلاف انگریز کی بدگمانیوں میں کمی آ گئی تھی۔ ایسی حالت میں اگر صاف اور صریح لفظوں میں میاں صاحب اس خطاب کو رد کر دیتے تو یہی حنفی حضرات جنہوں نے آج تک میاں صاحب کا پیچھا نہیں چھوڑا' اس سے فائدہ اٹھانے کی کوشش کرتے اور انگریز افسروں کے پاس جا کر ان کے کان بھرتے کہ اگر یہ آپ کے باغی اور بدخواہ نہیں ہیں تو آپ کا خطاب انہوں نے کیوں واپس کر دیا؟ اس طرح خطرہ تھا کہ میاں صاحب اور پوری جماعت اہل حدیث پر پھر مصیبت کا دور شروع ہو جاتا۔ یہ مصلحت تھی جس کے باعث میاں صاحب نے اس معاملہ میں بظاہر اغماض اور چشم پوشی سے کام لیا۔"(۷)

---

(۷) ایضاً ص ۲۲۱'۲۲۲

باب ۸

سیرت وکردار

سیرت وکردار کے لحاظ سے مولانا سید محمد نذیر حسین محدث دہلوی بلند مرتبہ پر فائز تھے۔ اس باب میں آپ کی سیرت وکردار کے مختلف پہلوؤں پر روشنی ڈالی جاتی ہے۔
اور اس باب میں مکمل طور پر مولانا فضل حسین بہاری کی کتاب "الحیاۃ بعد المماۃ" سے استفادہ کیا گیا ہے۔ (عراقی)

دہلی میں اپنا ذاتی مکان نہیں بنایا

حضرت میاں صاحب نے اپنی زندگی کے ۸۰ سال دہلی میں گزارے اور دہلی ہی کی زمین میں آسودہ خاک ہوئے' لیکن اپنی اور اہل وعیال کی سکونت کے لئے اپنا مکان نہیں بنایا۔ کرایہ کے مکان میں زندگی بسر کردی۔ اور وہ مکان بھی معمولی درجہ کا تھا۔ (۱)

تواضع

طلبہ کے لئے مسجد میں شطرنجی کا فرش تھا' مگر آپ خود ہمیشہ ہر موسم میں چٹائی یا ٹاٹ پر بیٹھتے۔ طلبہ سے ملاقات کے لئے تشریف لے جاتے تو بے تکلفی سے صف نعال میں بیٹھ جاتے۔ مولانا محمد حسین بٹالوی فرماتے ہیں کہ "میں جب دہلی میں پڑھتا تھا تو میاں صاحب اکثر میری قیام گاہ پر تشریف لاتے اور صف نعال کے قریب چٹائی پر بیٹھ جاتے۔ میں باصرار عرض کرتا کہ حضور ادھر فرش پر بیٹھیں تو فرماتے ع

بہ بساط اغنیاء ہرگز نیاید اہل فقر
زانکہ نقش بوریا ایں قوم را زنجیر پاست (۲)

---

(۱) الحیاۃ بعد المماۃ ص ۱۳۲۔

(۲) الحیاۃ بعد المماۃ ص ۱۳۳۔

بازار سے سودا لانا

میاں صاحب کی عادت تھی کہ بازار سے سودا خرید کر خود لاتے۔ شاگردوں میں سے کوئی اصرار کرتا تو "اهل المال احق به" کہہ کر ٹال دیتے۔ (۳)

مولانا حافظ عبدالمنان محدث وزیر آبادی کی روایت

مولانا حافظ عبدالمنان محدث وزیر آبادی راوی ہیں کہ ایک روز ایک مجذوم شخص آپ کے پاس آیا اور بڑی بے تکلفی اور جاہلانہ طریقہ پر کہنے لگا: میاں نجیر حسین (نذیر حسین)! دو کام ہیں! بتا پہلے کون سا کام کرے گا؟ آپ نے فرمایا کہ "تو جس کام کو کہے پہلے وہی کروں گا۔" اس نے کہا: پہلے خدا کا کام کر' بتا کہ الحمد سر پتھ (شریف) امام کے پیچھے پڑھی جائے یا نہیں' اور پھر رپھے یدین (رفع الیدین) بھی کرنی چاہئے یا نہیں؟ جب آپ مسئلہ بیان فرما چکے تو اس نے کہا کہ اب میرا کام کر! میں بھوکا ہوں' گھر سے کھانا لا کر کھلا۔ آپ مکان پر تشریف لے گئے اور کھانا لا کر کھلایا۔ (۴)

قائد بن کر جان بچانا

مولانا حافظ عبدالمنان وزیر آبادی جو آٹھ سال کی عمر میں نابینا ہو گئے تھے' فرماتے ہیں کہ میں جب دہلی میں حضرت میاں صاحب سے تعلیم حاصل کر رہا تھا' ایک دن قضائے حاجت کے لئے باہر جا رہا تھا' راستہ میں ایک بیل بیٹھا ہوا تھا اور میں نابینا آدمی' مجھ کو معلوم نہیں۔ اس اثناء میں ایک آدمی نے میرا ہاتھ پکڑا اور ایک طرف جا کر مجھے بٹھا دیا اور کلوخ بھی لا کر دیئے۔ اور جب میں حوائج ضروریہ سے فارغ ہوا تو مجھے وہاں سے اپنے ساتھ لے کر راستے پر لا کر چھوڑ دیا۔ ایک شخص نے مجھ سے دریافت کیا کہ تمہیں معلوم ہے کس شخص نے تمہاری مدد کی ہے اور بیل کے سینگ سے تمہیں بچایا ہے؟ میں نے جواب دیا: میں نابینا آدمی ہوں' مجھے کیا معلوم؟ تو اس شخص نے کہا وہ حضرت میاں صاحب تھے۔ (۵)

---

(۳) الحیاۃ بعد المماۃ' ص ۱۳۲۔ (۴) ایضاً' ص ۱۳۲۔

(۵) ایضاً' ص ۱۳۴۔

حلم

حضرت میاں صاحب بہت زیادہ حلیم تھے۔

مولوی حافظ ڈپٹی نذیر احمد خاں دہلوی فرماتے ہیں کہ:

''جب میاں صاحب سفر حج سے واپس دہلی تشریف لائے تو دہلی اسٹیشن پر استقبال کرنے والوں کا بہت زیادہ ہجوم تھا۔ ایک معاند نے مصافحہ اور دست بوسی کے بہانے آپ کا انگوٹھا اپنے دانتوں میں چبالیا جس سے خون جاری ہوگیا اور آپ نے اپنا ہاتھ اپنی چادر میں چھپالیا' کسی کو اس واقعہ کا علم نہ ہوا اور مسجد میں آکر اپنے خون آلود ہاتھ کو دھویا۔ تب لوگوں کو اس کا علم ہوا۔ لوگوں نے بہت اصرار کیا کہ نام بتایا جائے' مگر آپ نے نام نہیں بتایا اور چشم پوشی سے کام لیا۔''(٦)

آپ کے حلم کا ایک دوسرا واقعہ یہ ہے کہ ایک دن آپ ایک شخص کے جنازہ میں تشریف لے گئے جس کی وجہ سے ایک طالب علم کے سبق کا ناغہ ہوگیا۔ جب آپ جنازہ سے واپس تشریف لائے اور طالب علم کو سبق پڑھانے کے لئے بلایا تو وہ سخت غصہ میں بھرا بیٹھا تھا۔ نہایت درشتی سے بولا اور کتاب لانے سے انکار کردیا۔ اور کہنے لگا: کیا آپ سمجھتے ہیں کہ آپ کے سوا کوئی اور عالم نہیں؟ ع

ملکِ خدا تنگ نیست' پائے مرا لنگ نیست!

مگر میاں صاحب نے اس کی باتوں کا برا نہیں منایا' بلکہ منت کرکے اس کو راضی کیا اور فرمایا: ''بھائی معاف کردو! سبق لاؤ! وہ بے چارہ تو دنیا سے چلا گیا ہے اور تم تو ابھی دنیا میں موجود ہو' تمہارے لئے بہت وقت ہے۔''(٧)

صبر واستقامت

حضرت میاں صاحب صبر کے وصف حمیدہ سے متصف تھے۔ اور سب سے زیادہ امتحان صبر وثبات کا ہے۔ میاں صاحب کی زندگی میں کئی ایسے واقعات رونما ہوئے جن میں آپ نے صبر کا دامن نہیں چھوڑا۔ ان کا پہلا امتحان راولپنڈی جیل کا ہے۔ یہاں

(٦) الحیاۃ بعد المماۃ' ص ١٣٤۔ (٧) ایضاً' ص ١٣٥۔

آپ ایک سال محبوس رہے۔ روزانہ پھانسی کی دھمکیاں دی جاتیں' لیکن آپ کے پائے ثبات میں لغزش نہ آئی۔

دوسرا امتحان ۱۸۵۷ء کے ہنگامہ میں پیش آیا۔ اس دور میں آپ نے صبر کا دامن نہیں چھوڑا۔ تیسرا امتحان سفر حج میں پیش آیا۔ مخالفین نے آپ کو قتل کرنے کی سازشیں کیں' جیل بھجوانے میں کوئی کسر نہ چھوڑی۔ آخر گرفتار ہوئے اور ۹ دن شریف مکہ نے آپ کو محبوس رکھا' لیکن آپ گھبرائے نہیں اور صبر سے مخالفین کے طعنے سنتے رہے۔ (۸)

دیانت وامانت

دیانت و امانت میں میاں صاحب کا مرتبہ بہت بلند تھا۔ ایک پنجابی سپاہی نے آپ کے پاس مبلغ ۱۸۰ روپے دو ماہ کے لئے امانت رکھے۔ میاں صاحب نے یہ روپے بحفاظت ایک صندوق میں تالا لگا کر محفوظ کر دیئے۔ جب دو ماہ بعد سپاہی اپنی رقم لینے آیا تو آپ نے دیکھا کہ صندوق کا تالا ٹوٹا ہوا ہے اور رقم غائب ہے۔ آپ نے فوراً رقم کا بندوبست کر کے متعلقہ آدمی کو واپس کی۔ (۹)

حق گوئی و بے باکی

حق گوئی و بے باکی کے وصف سے بہت زیادہ متصف تھے۔ اور حق گوئی و بے باکی میں ان کو سوائے اللہ تعالیٰ کے کسی اور کا خوف نہ تھا۔ بڑی بے باکی سے اور بلاخوف مسئلہ بیان فرماتے اور اس میں کسی کی پرواہ نہیں کرتے تھے۔ (۱۰)

راست بازی اور صداقت

آپ جو فرماتے اس پر عمل کر کے دکھاتے۔ ہندوستان کو دارالامن سمجھنا' ۱۸۵۷ء کے ہنگامہ جہاد کے فتوئ پر دستخط نہ کرنا' بہادر شاہ ظفر سے یہ کہنا کہ انگریزوں سے جنگ مناسب نہیں' آپ کی راست بازی کی دلیلیں ہیں۔ (۱۱)

---

(۸) الحیاۃ بعد المماۃ' ص ۱۳۶۔ (۹) ایضاً' ص ۱۵۳۔

(۱۰) ایضاً' ص ۱۵۷۔ (۱۱) ایضاً' ص ۱۵۹۔

محنت و جفاکشی

جس آدمی یا عورت کے فوت ہو جانے کی آپ کو اطلاع ملتی وہ چاہے کتنی بھی دور ہو' اس کے جنازہ میں شرکت کرتے' خواہ اس کے لئے کئی میل پیدل سفر کرنا پڑتا۔ (۱۲)

مولوی شریف حسین کے انتقال پر تعزیت

آپ کے اکلوتے صاحب زادے مولوی شریف حسین کا ۵۷ برس کی عمر میں انتقال ہوا۔ لوگ تعزیت کرنے کے لئے آتے تو میاں صاحب فرماتے:

''دعا کرو اللہ تعالیٰ اس کی عاقبت بخیر کرے۔ مَیں نے جو کھلایا وہی کھایا اور جو پہنایا وہی پہنا' کوئی چیز خود مجھ سے کبھی طلب نہ کی۔'' (۱۳)

خدمت خلق

میاں صاحب اس وصف سے بہت زیادہ متصف تھے۔ مولانا محی الدین احمد قصوری مرحوم اپنے ایک مضمون میں لکھتے ہیں کہ:

''مولانا عبداللہ غزنوی' مولانا غلام رسول قلعوی اور مولانا حافظ محمد لکھوی تینوں حدیث کی تعلیم حاصل کرنے کے لئے دہلی تشریف لے گئے۔ اُس وقت ریل گاڑی جاری نہیں ہوئی تھی' اس لئے یہ تینوں بزرگ گھوڑا گاڑی سے دہلی پہنچے۔ اور جب یہ اڈہ پر اترے تو وہاں ایک بزرگ آدمی کو پایا۔ اس سے کہا کہ ہم نے میاں سید نذیر حسین صاحب کی مسجد میں جانا ہے۔ اس بزرگ نے کہا کہ مجھے مسجد کا پتہ ہے' میں آپ کو وہاں پہنچا دوں گا۔ چنانچہ اس بزرگ نے ان تینوں کا سامان اٹھالیا اور مسجد میں پہنچا کر خود غائب ہو گئے۔ تینوں بزرگ بہت حیران ہوئے کہ وہ بزرگ غائب ہو گئے اور سامان اٹھانے کی مزدوری بھی نہیں لی۔ کافی وقت گزر گیا تو تینوں علماء کرام نے وہاں مسجد میں ایک آدمی سے دریافت کیا کہ ہم نے میاں سید نذیر حسین صاحب سے ملنا ہے تو اس شخص نے جواب دیا کہ جو صاحب آپ کا سامان اُٹھا کر لائے تھے وہ میاں صاحب ہی تو تھے۔ یہ

---

(۱۲) الحیاۃ بعد المماۃ' ص ۱۶۰۔ (۱۳) ایضاً' ص ۱۶۵۔

تینوں بزرگ دل میں بہت نادم ہوئے۔ چنانچہ تھوڑی دیر بعد میاں صاحب کھانا لے کر حاضر ہوئے تو انہوں نے بہت معذرت شروع کی۔ میاں صاحب نے فرمایا: ''آپ تحصیل حدیث کے لئے تشریف لائے ہیں' تو حدیث بجز اِس کے کیا ہے کہ ''خدمت خلق'' ہی حدیث کا پہلا سبق ہے۔''(۱۴)

شاعری کا مذاق

شعر و شاعری کا اچھا مذاق رکھتے تھے۔ عربی' فارسی اور اُردو کے سینکڑوں اشعار زبانی یاد تھے۔ کبھی کبھی فارسی میں شعر کہتے تھے۔ مولانا سید عبداللہ غزنوی کے انتقال پر مولانا سید عبدالجبار غزنوی کے نام جو تعزیت کا خط لکھا اس میں یہ قطعہ قلم برداشتہ لکھا۔

واہ عبداللہ فنا فی اللہ شد

از جنابِ باریش تسلیم باد

چشمۂ فیضِ کرامت شانِ اُو

رونق افزا چشمۂ تکریم باد(۱۵)

سادگی

کپڑے بہت معمولی قسم کے پہنتے۔ مسجد میں بوریا یا ٹاٹ پر بیٹھے ہوئے دیکھنے سے نہایت سیدھے سادے زاہد خشک کا گمان ہوتا تھا۔ (۱۶)

درس کا طریقہ

میاں صاحب فرمایا کرتے تھے کہ میں پہلے حدیث ((اِنمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّیاتِ)) کو جو صحیح بخاری کی پہلی حدیث ہے' ۲۷ روز میں پڑھاتا تھا' مگر اب وہ زمانہ نہیں ہے۔ اب تو ہتھیلی پر سرسوں جماتا ہوں (۱۷)۔ صحاح ستہ کے بارے میں فرمایا کرتے تھے کہ میں نے اس کو گلستان بوستان بنادیا ہے۔ (۱۸)

---

(۱۴) داؤد غزنوی' ص ۱۳۔ (۱۵) الحیاۃ بعد المماۃ' ص ۱۹۱۔

(۱۶) ایضاً' ص ۱۹۸۔ (۱۷) ایضاً' ص ۶۹۔ (۱۸) ایضاً' ص ۱۹۹۔

درویشی پر فخر

فرمایا کرتے تھے کہ میں اس پر بہت خوش ہوں کہ ہر ایک مجھے میاں صاحب کہتا ہے۔ اور سادات کے لئے اس سے زیادہ پیارا لفظ اور کوئی نہیں۔ اکثر یہ شعر پڑھا کرتے تھے :

ہم تو یاں شال دو شالے کو سمجھتے ہیں پشم
ہم کو کافی ہے دھواں دار یہ کالا کمبل (۱۹)

وعظ و تبلیغ

آپ نے درس، وعظ اور تبلیغ وافتاء کے مشغلہ کے ساتھ اشاعت قرآن وحدیث و سنن وافناءِ بدعات کو اپنی زندگی کا اعلیٰ مقصد قرار دیا، جو مرتے دم تک نصب العین رہا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ روز بروز حلقہ درس ترقی کرتا گیا اور علمائے اہل حدیث کی ایک کثیر تعداد ہندوستان میں ہوگئی۔

آپ کا معمول تھا کہ صبح کی نماز کے بعد قرآنِ مجید کا درس عام فہم زبان میں ارشاد فرماتے۔ سامعین کی تعداد بہت زیادہ ہوتی۔ گیارہ بجے دن صحیح بخاری کا درس دیتے۔ نمازِ ظہر کے بعد ہدایہ کا درس ہوتا اور اس کے بعد صحیح مسلم کا درس ہوتا۔ نمازِ مغرب کے بعد مکان پر جا کر جو فتاویٰ آپ کے پاس آئے ہوتے ان کا جواب لکھتے۔ عشاء کی نماز کے بعد استراحت فرماتے اور نصف شب نمازِ تہجد کے لئے اٹھتے۔ (۲۰)

تندرستی

جوانی میں تین کاموں کا شوق رہا: دریائے جمنا میں تیرنے کا، گھوڑ سواری کا اور بدلی میں سونے کا۔ اس لئے ساری زندگی آپ کی صحت بہت اچھی رہی۔ آخر عمر تک بصارت قائم رہی۔ عینک کا استعمال نہیں کیا۔ البتہ ثقل سماعت کا ہرج کسی قدر ہو گیا تھا اور آپ فرمایا کرتے تھے کہ: ''صحت کے لئے سادہ غذا اور جفاکشی ضروری ہے، اور میں نے ساری زندگی ان دونوں اصولوں کو پیش نظر رکھا ہے۔'' (۲۱)

---

(۱۹) ایضاً، ص ۲۰۔ (۲۰) ایضاً، ص ۲۱۷و۲۱۸۔ (۲۱) ایضاً، ص ۲۱۹۔

علم و فضل

میاں صاحب کے علم و فضل کا ان کے معاصرین اور تلامذہ نے اعتراف کیا ہے۔ مولانا حکیم سید عبدالحی الحسنی (م ۱۳۴۱ھ) نے ان کو الشیخ' الامام العالم' الکبیر المحدث کے القاب سے یاد کیا ہے (۲۲) اور یہ بھی لکھا ہے کہ آپ کے علم سے اہل عرب و عجم کی بہت بڑی تعداد نے فائدہ اٹھایا ہے۔ (۲۳)

اپنی نجات کا یقین

حضرت میاں صاحب کی ساری زندگی درس و تدریس میں گزری۔ آپ کے تلامذہ کی تعداد بہت زیادہ ہے۔ برصغیر (پاک و ہند) کے جید علماء کرام آپ کے شاگرد تھے۔

مولانا محمد ابراہیم میر سیالکوٹی فرماتے ہیں:

> ''مجھ سے استادِ پنجاب مولانا حافظ عبدالمنان محدث وزیر آبادی نے فرمایا کہ میں ۱۹۰۱ء میں حضرت میاں صاحب کی ملاقات کے لئے دہلی گیا۔ اس وقت میاں صاحب کی عمر ۱۰۴ سال کے قریب تھی۔ میں دوزانو ہو کر ان کے سامنے بیٹھ گیا۔ بینائی میں کچھ فرق آ گیا تھا۔ میں نے السلام علیکم کے بعد عرض کیا کہ حضرت مجھے پہچانا ہے؟ فرمانے لگے ہاں' میں نے پہچان لیا ہے' تو عبدالمنان وزیر آبادی ہے۔'' اس کے بعد فرمایا: ''عبدالمنان! مجھے اب پورا یقین ہو گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ میری مغفرت فرما دے گا۔ عبدالجبار غزنوی' محمد لکھوی اور تم نے پنجاب میں دین اسلام کی نشر و اشاعت اور خدمت حدیث نبوی ﷺ میں گراں قدر خدمات انجام دی ہیں۔ اس پر مجھے اللہ تعالیٰ کی جناب سے پورا یقین ہے کہ میری نجات ہو جائے گی۔ میری قمیض عبدالجبار غزنوی لے گیا ہے' اب یہ میری پگڑی ہے' یہ تم لے جاؤ۔''

چنانچہ حافظ عبدالمنان صاحب میاں صاحب کی پگڑی اپنے ساتھ لے آئے اور اپنے انتقال تک اس کو اپنے پاس محفوظ رکھا۔ جب حافظ عبدالمنان صاحب کا انتقال ہوا تو میاں صاحب کی پگڑی ان کے کفن میں استعمال ہوئی۔ (۲۴)

---

(۲۲) نزهة الخواطر' ج ۸' ص ٤٩٧۔

(۲۳) اسلامی علوم و فنون ہندوستان میں' ص ۲۰۲۔

(۲۴) تاریخ اہل حدیث' ص ۴۲۹۔

باب ۹

تصانیف

شیخ الکل مولانا سید محمد نذیر حسین دہلوی کی ساری زندگی درس وتدریس میں بسر ہوئی' اس لئے تصنیف وتالیف کی طرف توجہ نہ دے سکے۔ تاہم آپ نے تحریری طور پر لوگوں کے سوالات کے جو جوابات فتاویٰ کی صورت میں رقم فرمائے ان کے متعلق فرمایا کرتے تھے:

"اگر میرے فتاویٰ کی نقلیں رکھی جاتیں تو چار فتاویٰ عالمگیری کے برابر ہوتیں۔"

مگر آپ کے چند مطبوعہ رسالے ملتے ہیں' جن کی تفصیل یہ ہے:

۱) الایمان یزید وینقص
۲) جواز ھبہ مشاع
۳) پیری مریدی
۴) سماع غناء مزامیر
۵) اذانِ ثالث
۶) توثیق عبادہ بن ثابت در قراءۃ فاتحہ خلف الامام
۷) تراویح سنت مؤکدہ
۸) تحقیق حدیث جابر بن سمرہ در باب رفع الیدین
۹) تحقیق رجس انما الخمر والمیسر الآیۃ
۱۰) مولانا اسمٰعیل شہید اور سید احمد شہید قابل تعظیم تھے۔
۱۱) سبع ارضین
۱۲) لفظ "مَا" کی تحقیق نسبت مَا اُھِلَّ بِہٖ لِغَیْرِ اللّٰہ
۱۳) جمع بین اُختَین کی تردید
۱۴) جواب جانور منذور لغیر اللہ

۱۵) جواب مسئلہ استواء

۱۶) تقویۃ الایمان مصنفہ مولانا اسماعیل شہید کی توثیق

۱۷) دیہاتوں میں جمعہ کی نماز

۱۸) تحقیق اشارۃ ما تقول لھذا الرجل

۱۹) سوال منکر نکیر

۲۰) دیدارِ الٰہی بعین البصر اولیاء اللہ در دنیا می شود یانہ

۲۱) طلاق مشروع

۲۲) چلتی ہوئی ریل گاڑی میں نماز

۲۳) ناجوازی عبادتِ شاقہ

۲۴) تقسیم بدعات

۲۵) قراءۃ فاتحہ خلف الامام کی تحقیق بحوالہ محلی شرح مؤطا شیخ سلام اللہ حنفی

۲۶) عمل حرمین حجت شرعیہ نہیں ہے

۲۷) حدیث اعلان نکاح من وجہ ضعیف

۲۸) ہنڈی پر زکوٰۃ نہیں

۲۹) تحقیق خروج بضعہ

۳۰) قبالہ

۳۱) حرمت نفع بذریعہ قرض

۳۲) انتقالِ مسجد

۳۳) فضائل مکہ معظّمہ و مدینہ منورہ

۳۴) مکہ معظّمہ میں چار مصلّے

۳۵) مجلس میلاد اور قیام

۳۶) مصرفِ مالِ زکوٰۃ

۳۷) الشرط من الجانبین

۳۸) حدیث شرط ابوداؤد

۳۹) نیچری

۴۰) قدمِ رسول

۴۱) حدیث مصراط

۴۲) اذا اقیمت الصلوٰۃ

۴۳) فضل البضاعۃ فی حقیقۃ الشفاعۃ

۴۴) جواب چند مسائل (مالِ تجارت پر زکوٰۃ، لحم خنزیر وغیرہ)

۴۵) قنوتِ نازلہ

۴۶) مسائل اربعہ

۴۷) دلیل محکم فی نفی اثر القدم

۴۸) تعزیہ پرستی

۴۹) گیارہ سوالات کے جوابات

۵۰) زیور

۵۱) ثبوت الحق الحقیق

اس میں میاں صاحب کے تین استفتاء درج ہیں:

(i) وجوب تقلید شخصی

(ii) قراءۃ فاتحہ خلف الامام

(iii) دیہات میں نمازِ جمعہ کا وجوب

۵۲) واقعۃ الفتویٰ

۵۳) دافع البلویٰ (تردید تقلید)

۵۴) واقعۃ الفتویٰ در بیان ادائے سنت فجر

۵۵) فلاح الولی باتباع النبی ﷺ (۱)

---

(۱) الحیاۃ بعد المماۃ، ص ۲۸۱، ۲۸۲۔

۵۶) رسالہ ردّ عمل مولد (۲)

۵۷) مکاتیب نذیریہ (فارسی)

میاں صاحب کے مکاتیب کا مجموعہ جو آپ نے اپنی زندگی میں اپنے معاصرین اور تلامذہ کے نام لکھے۔

۵۸) فتاویٰ نذیریہ

حضرت میاں صاحب کے فتاویٰ بہترین علمی و تحقیقی نکات پر مشتمل ہیں۔ یہ فتاویٰ آپ کے تین خاص تلامذہ مولانا شمس الحق ڈیانوی عظیم آبادی صاحب عون المعبود فی شرح ابی داؤد (م ۱۳۲۹ھ) اور مولانا عبدالرحمٰن مبارک پوری صاحب تحفۃ الاحوذی فی شرح جامع الترمذی (م ۱۳۵۳ھ) کی مساعی حسنہ اور مولانا ابوسعید شرف الدین محدث دہلوی صاحب تنقیح الرواۃ فی شرح مشکوٰۃ (م ۱۳۸۱ھ) کی تحقیق و مختصر تعلیقات کے ساتھ ۱۳۳۳ھ / ۱۹۱۳ء میں دو جلدوں میں شائع ہوئے۔ یہ فتاویٰ کافی عرصہ سے نایاب تھے۔

۱۳۹۰ھ میں شیخ الحدیث مولانا محمد اسماعیل السّلفی (م ۱۳۸۷ھ) اور مولانا محمد عطاء اللہ حنیف بھوجیانی (م ۱۹۸۷ء) کی مساعی جمیلہ سے اہل حدیث اکادمی لاہور کے زیر اہتمام تین جلدوں میں شائع ہوئے۔ اس ایڈیشن کی بہت سی خصوصیات ہیں:

عربی اور فارسی عبارتوں کا اردو ترجمہ کیا گیا ہے' تاکہ اردو دان حضرات بھی اس سے مستفید ہوسکیں۔ فہرست مضامین کو بڑا جامع بنایا گیا ہے' تاکہ فتاویٰ تلاش کرنے میں آسانی ہو۔ اور تیسری جلد کے آخر میں مولوی نذیر احمد سبحانی نے تمام مستفتیانِ کرام کی فہرست بہ حروف تہجی از صفحہ ۴۸۴ تا ۵۱۱ مرتب کر کے شامل کی ہے۔

فتاویٰ نذیریہ میں جن مسائل پر بحث کی گئی ہے اس کی تفصیل یہ ہے:

---

(۲) جماعت اہل حدیث کی تصنیفی خدمات' ص ۴۳۴۔

جلد اوّل

کتاب الایمان و العقائد	۴۷ فتاویٰ
کتاب التقلید و الاجتهاد	۶ فتاویٰ
کتاب الاعتصام بالسنة و الاجتناب عن البدعة	۳۹ فتاویٰ
کتاب العلم	۷ فتاویٰ
کتاب الطهارة	۹ فتاویٰ
کتاب المساجد	۲۹ فتاویٰ
کتاب الصلوٰة	۸۲ فتاویٰ
کتاب الجمعة	۱۳ فتاویٰ
کتاب العیدین	۶ فتاویٰ
کتاب التراویح	۴ فتاویٰ
کتاب الجنائز	۲۹ فتاویٰ
کتاب ایصال الثواب الی الموتیٰ	۷ فتاویٰ
میزان:	۲۷۸(۳)

جلد دوم

کتاب الاذکار و الدعوات و القراءة	۱۷ فتاویٰ
کتاب التوبة	۵ فتاویٰ
کتاب الزکاة و الصدقات	۱۶ فتاویٰ
کتاب الصیام	۶ فتاویٰ
کتاب صدقة الفطر	۳ فتاویٰ
کتاب الحج و زیارة المدینة	۷ فتاویٰ

(۳) فتاویٰ نذیریہ جلد اول۔

كتاب البيوع	۳۰ فتاویٰ
كتاب الربٰو	۱۵ فتاویٰ
كتاب الاجارة	۲۳ فتاویٰ
كتاب المضاربة والبضاعة	۲ فتاویٰ
كتاب الشفعة	۶ فتاویٰ
كتاب المزارعة	۳ فتاویٰ
كتاب الشركة	۶ فتاویٰ
كتاب الوديعة	۴ فتاویٰ
كتاب الرهن	۷ فتاویٰ
كتاب الهبة	۳۰ فتاویٰ
كتاب الشروط	۲ فتاویٰ
كتاب الوقف	۱۶ فتاویٰ
كتاب الحقوق والدعوىٰ والاقرار	۸ فتاویٰ
كتاب القضاء	۳ فتاویٰ
كتاب الشهادة	۲ فتاویٰ
كتاب الصلح	۲ فتاویٰ
كتاب النكاح	۱۳۵ فتاویٰ
كتاب المفقود	۱۰ فتاویٰ
كتاب المهر	۱۹ فتاویٰ
میزان:	۳۷۹ (۴)

(۴) فتاویٰ نذیریہ جلد دوم۔

جلد سوم

کتاب الوسمیة	۵ فتاویٰ
کتاب الطلاق والخلع	۵۷ فتاویٰ
کتاب الظهار	۳ فتاویٰ
کتاب النفقات	۹ فتاویٰ
کتاب الحضانة والنسب	۱۷ فتاویٰ
کتاب الرضاع	۲۴ فتاویٰ
کتاب المحرمات	۱۹ فتاویٰ
کتاب الستر والحجاب وبیان العورات	۳ فتاویٰ
کتاب الایمان والنذور	۱۱ فتاویٰ
کتاب الفرائض والوصایا	۳۷ فتاویٰ
کتاب الاضحیة والعقیقة	۱۴ فتاویٰ
کتاب الامارة والجهاد	۳ فتاویٰ
کتاب الحدود والتعزیر	۵ فتاویٰ
کتاب النظر والاباحة	۱۲ فتاویٰ
کتاب الاطعمة والصید والذبائح	۲۰ فتاویٰ
کتاب اللباس والزینة	۱۹ فتاویٰ
کتاب الطب	۵ فتاویٰ
کتاب الادب	۷ فتاویٰ
کتاب البر والصلة	۳ فتاویٰ
کتاب مناقب الصحابة رضی اللّٰه عنهم	۵ فتاویٰ
کتاب ذکر الانبیاء وبدء الخلق	۶ فتاویٰ

کتاب المعراج	ا فتویٰ
میزان:	۲۸۵(۵)
کل میزان (اوّل' دوم' سوم)	۹۴۲

معیار الحق

معیار الحق مولانا سید نذیر حسین محدث دہلوی کی مشہور تصنیف ہے جو تقلید کی تردید میں لکھی گئی ہے۔ مصنف الحیاۃ بعد المماۃ اس کے بارے میں لکھتے ہیں کہ:

''اس کتاب کے لکھنے میں نہایت ہی تنقید سے کام لیا گیا ہے اور رطب و یابس سے قطعاً احتراز کیا گیا ہے۔ جن کتابوں سے استشہاد کیا گیا ہے وہ انہی ماہرین کی کتابیں ہیں جن کو اس فن خاص میں خاص ملکہ حاصل تھا' جو اپنے فن کے مسلّم امام ہیں۔ محدث ہوں یا فقیہ' ائمہ رجال ہوں یا اصولی' صوفی ہوں یا ادیب' سب اپنے فن کے خاص منتخب اور مسلّم الثبوت امام ہیں۔''(۶)

مولوی ابو یحییٰ امام خاں نوشہروی (م ۱۹۶۴ء) لکھتے ہیں:

''میاں صاحب کو تدریس میں انہماک کی وجہ سے تصنیف و تالیف کی فرصت کہاں مل سکتی! جس قدر رسائل لکھے ''فتاویٰ نذیریہ'' مطبوعہ دہلی میں جمع ہو چکے ہیں۔ ان کے سوا ایک مستقل کتاب ''معیار الحق'' لکھی' جس کے مطالعہ سے بصارت حاصل ہوتی ہے اور مصنف کے علوم کی وسعت نظر کا اندازہ ہوتا ہے۔ یہ کتاب ردِّ تقلید میں ہے۔''(۷)

معیار الحق کی تالیف کا پس منظر

معیار الحق کی تالیف کا پس منظر یہ ہے کہ مولانا شاہ محمد اسمٰعیل شہید دہلوی (م ۱۲۴۶ھ) نے ''تنویر العینین فی اثبات رفع الیدین'' (عربی) لکھی۔ اس

(۵) فتاویٰ نذیریہ' جلد سوم۔

(۶) الحیاۃ بعد المماۃ' ص ۲۹٤۔

(۷) تراجم علمائے حدیث ہند' ص ۱۴۷۔

کتاب کی حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی اور حضرت شاہ عبدالقادر دہلوی نے بہت تعریف وتوصیف فرمائی۔ حضرت شاہ عبدالعزیز نے تو یہ بھی فرمایا تھا:

"خدا کا شکر ہے کہ یہ گھر محققین علوم حدیث سے خالی نہیں ہے۔"(۸)

اس کتاب میں اثباتِ رفع الیدین کے علاوہ آپ نے چونکہ آمین بالجہر' فاتحہ خلف الامام اور ردِ تقلید وغیرہ کی طرف بھی اشارات فرمائے ہیں اس لئے مقلدین حضرات کو یہ کتاب انتہائی ناگوار گزری۔ چنانچہ اس کی تردید میں مولوی محمد شاہ پاک پٹنی نے "تنویر الحق" کے نام سے کتاب لکھی۔

تنویر الحق کی اشاعت

جب کتاب "تنویر الحق" شائع ہوئی تو علمائے کرام نے محسوس کیا کہ اس کتاب کا جواب دینا ضروری ہے۔ شیخ الحدیث مولانا محمد اسمٰعیل السلفی (م ۱۳۸۷ھ) لکھتے ہیں:

"میاں صاحب کا عام مشغلہ درس وتدریس تھا۔ "تنویر الحق" کی اشاعت کے بعد ضرورتاً اس موضوع پر قلم اٹھایا اور مسئلہ کے ہر پہلو کو واضح فرمایا۔ اس کا اثر علمی حلقوں پر شدید ہوا۔ مخالف بہت سٹ پٹائے۔ انصاف پسند لوگوں نے سنجیدگی سے اس بات پر غور کیا کہ جب قرآنِ عزیز اتر رہا تھا اور آں حضرت ﷺ اس کی تبلیغ اور تشریح میں مشغول تھے اس وقت ائمہ مجتہدین جن کے مذاہب مروّج ہیں' موجود ہی نہ تھے' بلکہ پیدا بھی نہیں ہوئے تھے' ان کی تقلید واجب ہونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ اور جب ائمہ پیدا ہوئے ان کے علوم اور فنون سے دنیا متعارف اور متاثر ہوئی' اس وقت فرضیت اور وجوب کا زمانہ گزر چکا تھا۔ پیغمبر کے سوا کسی کو استحباب کا بھی حق حاصل نہیں' فرض واجب تو بڑی چیز ہے۔ آں حضرت ﷺ کے بعد صحابہ اور تابعین کے وقت ایسے مجتہد صلحاء اور اتقیاء کی جماعت موجود تھی۔ نہ انہوں نے اپنی تقلید کے لئے دعوت دی نہ آں حضرت ﷺ نے ان کی تقلید کے لئے اشارہ فرمایا۔ اور فرضاً کوئی اشارہ ہے تو انہیں چھوڑ کر مفضول کو بلاوجہ کیوں ترجیح دی جائے۔ مسئلہ بڑا صاف تھا' اس لئے خواص کیا عوام نے بھی اس سے اثر

---

۸) اتحاف النبلاء' ص ۴۴۔

لیا۔اس اثر کی تلافی کے لئے ''معیارالحق'' تصنیف کی گئی۔''(۹)

معیارالحق کی اشاعت

مولانا سید محمد نذیر حسین محدث دہلوی نے ''تنویرالحق'' کے جواب میں ''معیارالحق'' تصنیف فرمائی۔اس کا اثر علمی حلقوں پر بڑا شدید ہوا۔مخالفین تو اِس سے بوکھلا اٹھے۔یہ حقیقت ہے کہ تقلید کی تردید میں ''معیارالحق'' جیسی مستند اور معیاری کتاب اور کوئی نہیں۔

انتصارالحق

معیارالحق کی تردید میں مولوی ارشاد حسین رام پوری (م۱۳۱۱ھ) نے ''انتصار الحق'' کے نام سے ایک کتاب لکھی۔جب انتصارالحق شائع ہوئی اور مولانا ابوالکلام آزاد مرحوم کی نظر سے گزری تو آپ نے فرمایا:

''مجھ پر معیارالحق کی سنجیدہ اور وزنی بحث کا بہت اثر پڑا۔اور صاحب ارشادالحق (انتصارالحق) کا علمی ضعف صاف صاف نظر آ گیا۔''(۱۰)

انتصارالحق کی تردید میں چار کتابیں

مولوی ارشاد حسین رام پوری کو اپنی کتاب ''انتصارالحق'' پر بڑا ناز اور غرور تھا اور ان کے زعم میں اس کا جواب محال تھا۔لیکن حضرت مولانا سید محمد نذیر حسین دہلوی کے چار تلانذہ نے ''انتصارالحق'' کا جواب لکھا۔

۱) براہین اثنا عشر: یہ کتاب مولانا سید امیر حسن سہسوانی (م۱۲۹۱ھ) کی تصنیف ہے۔مولانا سید امیر حسن نے یہ کتاب ایک دن میں تصنیف کی اور اس کا ایک نسخہ مولانا عبدالحی لکھنوی کو بھیجا۔مولانا لکھنوی نے کتاب براہین اثنا عشر کی رسید میں مولانا امیر حسین سہسوانی کو لکھا:

''براہین اثنا عشر رسیدہ اغلاط اسامی کتب و مؤلفین در انتصارالحق لا تعداد ہستند

---

(۹) معیارالحق،طبع لاہور ۱۳۸۴ھ،ص ۲۷۔

(۱۰) آزاد کی کہانی آزاد کی زبانی،ص ۳۶۶۔

شاید بنظر اختصار بر چند کفایت شد۔"(۱۱)

(۲) **تلخیص الانظار فیما بنی علیه الانتصار:** یہ کتاب مولانا سید احمد حسن دہلوی (م ۱۳۳۸ھ) کی تصنیف ہے اور کم و بیش ۳۰۰ صفحات پر مشتمل ہے۔ اس کتاب میں دلائل سے "انتصار الحق" کی تردید کی گئی ہے۔ ۱۲۹۰ھ میں مطبع فاروقی دہلی سے شائع ہوئی۔ (۱۲)

(۳) **اختیار الحق:** یہ کتاب مولانا احتشام الدین مراد آبادی مصنف نصیحة الشیعة (م ۱۹۱۳ء) کی تصنیف ہے۔ یہ کتاب بڑے سائز کے ۳۶۶ صفحات پر محیط ہے۔ اس میں بڑے اچھے پیرائے میں "انتصار الحق" کا جواب دیا گیا ہے۔ یہ کتاب رمضان ۱۲۹۷ھ میں مطبع العلوم مراد آباد سے شائع ہوئی۔ (۱۳)

بحر زخار لازحاق صاحب الانتصار: یہ کتاب مولانا شہود الحق عظیم آبادی (م ۱۳۳۵ھ) کی تصنیف ہے اور انتصار الحق کی تردید میں لاجواب کتاب ہے۔ ۱۲۹۹ھ میں بڑے سائز پر ۲۳۴ صفحات پر مطبع فاروقی دہلی سے شائع ہوئی۔ اس کتاب کے صفحہ ۲۳۴ تا ۲۴۳ "الانظار فیما بنی علیه الانتصار" کی تلخیص پر مشتمل ہیں اور صفحہ ۲۴۴ تا ۲۵۲ "براہین اثنا عشر مشتمل بر ۱۲ دلائل انتصار الحق" کی تردید میں ہیں۔ (۱۴)

معیار الحق کی اشاعت

معیار الحق پہلی بار حضرت میاں صاحب کی زندگی میں ۱۲۹۷ھ میں چھپی۔ دوسری بار ۱۳۳۷ھ میں شائع ہوئی۔ تیسری بار لاہور سے ۱۳۸۴ھ میں شائع ہوئی۔

---

(۱۱) تراجم علمائے حدیث ہند، ص ۲۴۱، جماعت اہلحدیث کی تصنیفی خدمات، ص ۲۹۸۔

(۱۲) جماعت اہل حدیث کی تصنیفی خدمات، ص ۲۹۸۔

(۱۳) ایضاً

(۱۴) ایضاً

باب ۱۰

میاں صاحب کا سفر آخرت

مولانا سید محمد نذیر حسین محدث دہلوی نے اپنی زندگی کے ۸۰ سال دہلی میں گزارے۔ جب تک بیماری کے دوران سکت رہی مسجد میں تشریف لاتے تھے' لیکن جب زیادہ علیل ہوگئے تو اپنی بیٹی کے ہاں منتقل ہوگئے۔ آخری ایام میں اکثر بدحواسی رہتی تھی۔ کبھی دو روز اور کبھی تین روز ہوش نہ آتا۔ جب ہوش آتا تو وعظ فرمانا شروع کر دیتے۔ اکثر سورۃ الجن کا وعظ فرماتے اور اس کے ساتھ مسجد جانے کی تمنا کرتے۔ بیماری کے دوران آپ کی صاحب زادی' داماد اور نواسیوں نے ایسی خدمت کی کہ شاید و باید۔

مولانا تلطف حسین عظیم آبادی آپ کے شاگرد تھے۔ ان کو ۲۵ سال تک آپ کی رفاقت حاصل رہی۔ فرماتے ہیں کہ مجھے وصیت فرمائی کہ تم نے مجھے سنّت کے مطابق غسل دینا ہے۔ اور آخری دن فرمایا: اَشَدُّ حُبًّا لِلّٰهِ کا خیال رکھنا۔ (۱)

آخر وہ گھڑی آن پہنچی جس سے کسی کو مفر نہیں۔ آپ نے ۱۰ رجب ۱۳۲۰ھ مطابق ۱۳/۱۱ اکتوبر ۱۹۰۲ء بعد نمازِ مغرب بروز سوموار اِس دنیائے فانی کو الوداع کہا۔ اِنَّا لِلّٰه وانّا اِلَیْهِ رَاجِعُوْنَ۔

دوسرے دن ۹ بجے دن عیدگاہ میں نماز جنازہ ادا کی گئی اور شیدی پورہ کے قبرستان میں اپنے صاحبزادے مولانا سید شریف حسین کے پہلو میں دفن ہوئے۔ نمازِ جنازہ آپ کے پوتے مولوی عبدالسلام نے پڑھائی۔ جنازہ میں بہت زیادہ ہجوم تھا۔ شرکاء کی تعداد کئی ہزار سے متجاوز تھی۔ (۲)

---

(۱) الحیاۃ بعد المماۃ' ص ۲۲۳۔

(۲) تراجم علمائے حدیث ہند' ص ۱۵۶۔

ملک گیر سوگ

مولانا سید محمد نذیر حسین کے انتقال پر پورے ہندوستان میں رنج والم کا اظہار کیا گیا۔ اخباروں نے شہ سرخیوں سے آپ کے انتقال کی خبر شائع کی اور اداریے لکھے۔ علی گڑھ انسٹی ٹیوٹ گزٹ نے، جس کے چیف ایڈیٹر نواب محسن الملک مولوی مہدی علی خان تھے، اپنی اشاعت ۲۳ اکتوبر ۱۹۰۲ء میں لکھا:

"اس ہفتہ کے واقعات میں ایک نہایت اندوہناک واقعہ جو غالباً ہندوستان کے مسلمانوں میں نہایت حسرت وافسوس کے ساتھ پڑھا جائے گا' یہ ہے کہ:
شمس العلماء مولوی سید نذیر حسین صاحب محدث دہلوی نے ایک سو دس برس کی عمر میں دس مہینے کی طویل علالت کے بعد ۱۰ رجب یوم دوشنبہ کو بین المغرب والعشاء انتقال فرمایا۔ اور اُن کی وفات سے ہندوستان میں حدیث کا چراغ گل ہوگیا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔
آپ ایک جیّد و فاضل اور مسلم الثبوت محدّث تھے۔ روایاتِ فقہی کا جو استحضار آپ کو حاصل تھا وہ محتاج بیان نہیں ہے۔ آپ کے مناقب میں صرف اس قدر بیان کر دینا کافی ہے کہ آپ نصف صدی سے زیادہ عرصہ تک علم حدیث کی تدریس میں مصروف رہے اور عمر کا ایک معتد بہ حصہ اس متبرک علم کی خدمت میں بسر ہوا۔ ہزار ہا طالبانِ حدیث آپ کے حلقۂ درس میں شریک ہو کر فیض یاب ہوئے۔ ہماری دعا ہے کہ خداوند تعالیٰ مرحوم کو جنت الفردوس عطا فرمائے اور ان کے پس ماندگان کو صبر جمیل کی توفیق دے۔" (۴)

اخبار وکیل امرتسر نے اپنی اشاعت ۱۷ اکتوبر ۱۹۰۲ء میں لکھا کہ:

"مولانا سید محمد نذیر حسین ۱۳ اکتوبر کو راہ گرائے عالم جاودانی ہوئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ آپ سلف صالحین کی یادگار باقی تھے۔ علم وعمل اور زہد و اتقاء میں پایہ بلند رکھتے تھے۔ سن مبارک سو سے متجاوز تھا۔
مولانا مغفور نے باوجود کبر سن اور ضعف پیری کے سلسلہ درس و تدریس آخری

---

(۴) الحیاۃ بعد المماۃ' ص ۲۲۷۔

وقت تک نہ چھوڑا۔ اور اطراف و اکناف کے طلباء جو علم حدیث حاصل کرنے کے شوق میں ممالک دور دراز سے آپ کی خدمت میں آتے تھے، ہمیشہ مستفیض ہوتے تھے"۔ (۴)

اخبار دار العلوم دہلی نے اپنی اشاعت ۱۷/۱ اکتوبر ۱۹۰۲ء مطابق ۱۵ رجب ۱۳۲۰ھ مولانا سید محمد نذیر حسین محدث دہلوی کی وفات پر ایک طویل مضمون لکھا۔ جس کا ملخص درج ذیل ہے۔ ابتداء میں یہ شعر ہے ؎

مضمونِ دردِ ہجر کی تابِ رقم نہیں
ہے شورِ ہائے ہائے صریرِ قلم نہیں!

"بڑے افسوس سے لکھا جاتا ہے کہ ۱۳ اکتوبر کی شام کو شمس العلماء حضرت مولانا مولوی سید نذیر حسین صاحب محدث دہلوی داعی اجل کو لبیک کہہ گئے۔ اِنَّا لِلّٰہ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔ یہ منحوس شام مسلمانانِ عالم میں قیامت تک یاد رہے گی جس میں حدیث نبوی کا آفتاب ہمیشہ کے لئے غروب ہو گیا۔

آہ اے بدنصیب قوم! تیرے سارے فخر مٹ گئے۔ تجھے ناز تھا کہ اس گئے گزرے زمانے میں تو ایسے عظیم الشان شخص کا وجود رکھتی ہے جو شاہ عبدالعزیز اور شاہ محمد اسحاق کی بابرکت مجلسوں کا فیض یافتہ اور حدیث اور فقہ اسلام کا لاثانی عالم تھا، جس نے دس نہ بیس اکٹھے ۷۵ سال درس و تدریس جاری رکھا ہو، جس کے متبرک حلقۂ درس سے قال رسول اللہ ﷺ کی آوازیں اس ۷۵ سال میں ایک دن بھی خاموش نہ ہوئی ہوں، جس نے ۱۰۷ سال کا طویل زمانہ عمر بچپن سے لے کر دم واپسین تک مقدس علوم کی تعلیم و تعلم میں بسر کر دیا۔

مرنے والے! خدا تجھے فردوسِ بریں میں جگہ دے اور تجھے پیارے نبی ﷺ کا قرب عطا کرے۔ تو نے بے شک اس سچے عشق سے جو تجھے حبیب خدا ﷺ کے ساتھ تھا، اپنی بزرگ اور عالی شان لائف خدمت اسلام میں صرف کی اور سچے ارشاد "عُلَماءُ اُمّتی کانبیاء بنی اسرائیل" کا اس گئے گزرے زمانے میں نمونہ بن کے ہمیں دیا۔ اسی کا اجر ہوگا جو ہمیشہ کی مسرتوں کا تجھے وارث بنائے گا

(۴) الحیاۃ بعد المماۃ، ص ۲۲۸۔

اور تجھے تمام کلفتوں سے نجات دے گا۔

جبش خاں کے پھاٹک سے شمس العلماء مولوی سید نذیر حسین صاحب کا جنازہ نہیں اٹھایا گیا' بلکہ ایک شورِ قیامت اٹھایا گیا جو اسلامی دنیا میں صدیوں تک برقرار رہے گا۔ مرحوم کے بعد ان کا کوئی ہم پلہ جانشین نظر نہیں آتا ہے جسے علم حدیث کی اس مناسبت سے جو شمس العلماء میں قدرت نے ودیعت کی تھی' ان کا قائم مقام قرار دیا جا سکے۔ ان کے دماغ کی ساخت ہی اس ڈھنگ کی تھی جس میں رسول اللہ ﷺ کی احادیث کا سمندر سما گیا۔

۱۳ اکتوبر کی شام کو قریباً سات بجے آپ نے اپنی جان جان دجہاں آفریں کے سپرد کی اور یہ خبر بجلی کی طرح اس وقت تمام شہر میں پھیل گئی۔ تجہیز و تکفین رات ہی رات ہو گئی تھی۔ چنانچہ ہزاروں ماتم زدہ لوگوں کے ساتھ صبح آٹھ بجے جنازہ اٹھایا گیا اور نو ساڑھے نو بجے شیدی پورہ کے قبرستان میں دفن کیا گیا۔ نمازِ جنازہ ۱۲۔۱۳ ہزار آدمیوں کے ساتھ آپ کے سعادت مند پوتے مولوی عبدالسلام صاحب نے عیدگاہ کے چبوترے پر پڑھائی۔ جنازہ پر خلقت کا اس قدر ہجوم تھا کہ بہت سے لوگوں کو کندھا دینا بھی نصیب نہ ہوا۔

۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ مرحوم کی مغفرت فرمائے۔" (۵)

معاصرین کی آراء

شیخ الکل مولانا سید محمد نذیر حسین دہلوی کے علم و فضل' جلالت علمی اور ان کی گراں قدر علمی خدمات کا اعتراف برصغیر (پاک و ہند) کے ممتاز علمائے کرام اور شیوخ نے کیا ہے۔ اور اس کے علاوہ آپ کے تلامذہ نے بھی آپ کے علمی تبحر کا اعتراف کیا ہے۔ ذیل میں چند مشہور علمائے کرام کے تاثرات درج کئے جاتے ہیں:

مولانا فضل رحمٰن گنج مراد آبادیؒ: مولانا سید نذیر حسین دہلوی پکے اہل حدیث ہیں اور حدیث رسول اللہ کا فیض جیسا کہ ان کی ذات سے جاری ہے کسی سے بھی نہ ہوا۔ (۶)

(۵) الحیاۃ بعد المماۃ' ص ۲۲۸۔۲۳۴ (تلخیص)

(۶) ایضاً' ص ۲۶۲' ۲۶۳۔

مولانا شیخ محمد تھانوی تلمیذ مولانا شاہ محمد اسحٰق دہلویؒ: مولوی نذیر حسین صاحب ازبس بودہ است۔ (۷)

مولانا علی احمد تلمیذ مولانا شاہ محمد اسحاق دہلویؒ: مولوی نذیر حسین صاحب محامد ومعاید معدنِ علوم نافعہ۔ (۸)

مولانا قاضی بشیر الدین قنوجی: زبدة المحققین وعمدة المحدثین من اولياء عصره واکابره علماء دهره مولانا السید نذير حسين دهلوی۔ (۹)

شیخ احمد بن علی التونسی المغربی: لا یوجد مثلهٗ فی الارض۔

مولانا شیخ احمد بن ابراهيم بن عیسٰی شرقی ثم المکی: (۱)حضرت العالم العلامة المحدث الفهامة قدوة اهل الاستقامة السيد محمد نذیر حيسن۔ (۲)حضرت محبنا القدوة العلامة والعمدة الفهامة حجة اهل الحق والاستقامة السيد محمد نذير حسين۔ (۱۰)

مولانا سخاوت علی جون پوری: مولانا حجة الله على العالمين نخبة العالمين زبدة الفاضلين عالم ربانی محقق لاثانی فاضل بےنظیر مولانا سید محمد نذیر حسین (۱۱)

علامہ حسین بن محسن انصاری الیمانیؒ: (۱)مولانا رئیس المحدثين وعمدة المحققين وبقية السلف الصالحين السيد نذير حسين۔

(۲) مولانا رئيس المحدثين وبقية السلف الصالحين وعمدة الابرار المتقين السيد الامام محمد نذير حسين۔

(۳) السيد الامام والكامل الهمام عمدة المحققين ورئيس المحدثين السيد نذير حسين۔ (۱۲)

---

(۷) الحياة بعد المماة، ص ۲۶۳۔ (۸) ایضاً۔

(۹) غاية الكلام، بحواله الحياة بعد المماة، ص ۲٦٤۔

(۱۰) الحياة بعد المماة، ص ۲۶۴، ۲۶۵۔

(۱۱) ایضاً، ص ۲٦٦۔ (۱۲) ایضاً، ص ۲٦٧۔

مولانا شیخ عبداللہ غزنویؒ: خاتم المحدثین شیخنا سید محمد نذیر حسین۔ (۱۳)

مولانا شمس الحق ڈیانوی عظیم آبادی: بحر العلوم معدن الحلم شیخ الاسلام مفتی الانام محدث العصر فقیہ الدھر رئیس الاتقیاء الامام الاجل الاکرم شیخ العرب والعجم عمدۃ المفسرین زبدۃ الناسکین ذو الکرامات الظاھرۃ والمقامات الفاخرۃ۔ (۱۴)

قطعاتِ تاریخ

مولانا سید محمد نذیر حسین محدث دہلوی کے انتقال پر بے شمار شعرائے کرام نے قطعاتِ تاریخ کے ذریعے سے اپنا فرض ماتم ادا کیا اور قصائد لکھے۔ اور یہ قصائد مادہ ہائے تاریخ عربی، فارسی اور اُردو تینوں زبانوں میں لکھے۔ مثلاً:

مولوی حافظ عبدالمنان وفا و مولوی حافظ عبدالرحمٰن بقا غازی پوری نے درج ذیل تاریخ وفات نکالی:

(۱) توفی ھادی الناس مجتھد حبر و قضی نحبہ ھادی البریۃ عابد (۱۵)

۲۰ ھ ۱۳ ۲۰ ھ ۱۳

(۲) جہاں سے اٹھ گیا امامِ حدیث

۲۰ ھ ۱۳

(۳) بجھ گیا اب چراغ دہلی کا

۲۰ ھ ۱۳

(۴) قَـــدْ مَـــــات محدث امام علام

۲۰ ھ ۱۳

---

(۱۳) الحیاۃ بعد المماۃ، ص۲۷۲۔ (۱۴) ایضاً، ص۲۷۳۔

(۱۵) تراجم علمائے حدیث ہند، ص۱۵۶۔

(۵) بود جلیس بخاری و بزار

۲۰ ھ ۱۳

(۶) انتقال امام و محدث زماں

۲۰ ھ ۱۳

(۷) رحلت جناب سید محدث

۲۰ ھ ۱۳

(۸) سیدی جناب محمد نذیر حسین

۲۰ ھ ۱۳

(۹) موت اس عالم کی ہے عالَم کی موت

۲۰ ھ ۱۳

(۱۰) محدث مکمل محقق فقیر

۲۰ ھ ۱۳

(۱۱) رفت اے وائے محدث دہلوی(۱۶)

۲۰ ھ ۱۳

آغا سنجر طہرانی نے اس شعر سے مادۂ تاریخ نکالا:

مردِ والا گہر نذیر حسین

۰ ۲ ۸

عالم ' محدث ' کامل (۱۷)

۰ ۰ ۵

بسم اللہ المفیض العلیم(۱۸)

۲۰ ھ ۱۳

---

(۱۶) تراجم علمائے حدیث ہند' ص ۱۵۶' ۱۵۷۔

(۱۷) ایضاً' ص ۱۵۷۔ (۱۸) ایضاً۔

مولوی حکیم مختار احمد مظفر پوری:

فـــات نـــور الـــفـــرقة السّبـــحـــانية

۲۰ ۱۳ ھ

انـــــه احــــى الاصــــول الــــغـــالية

۲۰ ۱۳ ھ

ربــــنـــــا اكـــــرم بهـــــذا وافيـــــا

۲۰ ۱۳ ھ

انـــت مـــعـــطـــى الـــعـــافيـــات الـــعـــالية

۲۰ ۱۳ ھ

فيـــضـــــه نهـــر مـــجيـــد بـــاقـــى

۲۰ ۱۳ ھ

فـــضـــلـــــه عـــم البـــلاد الـــصـــافية

۲۰ ۱۳ ھ

كـــان بـــحـــر الـــخـــلـــق او عيـــن الـــعـــلـــى

۲۰ ۱۳ ھ

كـــان تـــاج الـــمـــدركـــات البـــاقية

۲۰ ۱۳ ھ

مـــخـــزن الـــطـــلاب بـــل شـــمـــس الـــوفـــا

۲۰ ۱۳ ھ

شيـــخ اصـــحـــاب الـــعـــقـــول الـــجـــادية

۱۰ ۱۳ ف

رمـــز فـــن الـــمـــجتبـــى نهـــر الـــصـــفـــا

۲۰ ۱۳ ھ

صـــدر اربـــاب الثـــنـــايـــا الـــصـــافية

۱۰ ۱۳ ف

مـــصـــدر الاســـرار تـــاج الاوليـــاء

۱۰ ۱۳ ف

فـــخـــر ديـــن الامّة الـــرّبّـــانية

۲۰ ۱۳ ھ

کان اهل الفیض بل بحر الهدیٰ

۲۰ ۱۳ ھ

کان محققی المنکرات العاریة

۱۰ ۱۳ ف

ماتن معیار حق مقرن

۱۰ ۱۳ ف

شمس افلاک الفتاوی الجاریة

۱۰ ۱۳ ف

استمتع یا مهتدی عام الوصال

۱۰ ۱۳ ف

فات بدر السّنة الفُرقانية

۱۰ ۱۳ ف

قد تمنی شرح ندب السالک

۱۰ ۱۳ ف

فخر فسط الحکمة السنیانیة

۲۰ ۱۳ ھ

قد وفی متینًا وافلا

۱۰ ۱۳ ف

نور شرف الامّة القرآنية

۱۰ ۱۳ ف

اسمه فضل الحسین الجامع

۲۰ ۱۳ ھ

نعته رمز الصّدور الصّافية

۲۰ ۱۳ ھ

مثله معدوم عصر فی العلاج

۲۰ ۱۳ ھ

مفخر اهل الفنون العالية

۲۰ ۱۳ ھ

ابقراط الدهر فی نهر الشفا

۱۰ ۱۳ ف

بل ریاض الحکمة الیونانیة

۱۰ ۱۳ ف

عین فیض الطب وعین العطاء

۱۰ ۱۳ ف

ضوء قلب الحکمة اللقمانیة

۱۰ ۱۳ ف

نور بیت الطب جاءت نفسه

۱۰ ۱۳ ف

فرح شرح الحکمة البقراطیة

۲۰ ۱۳ ھ

استمع یا مقبلا اعلام الکتاب

۲۰ ۱۳ ھ

وهو شرح الواقعات الشفانیة

۱۱ ۱۳ ف

واسمعوا اعلام الکتاب ثانیا

۱۱ ۱۳ ف

شاعت المجموعة الرحمانیة

۱۱ ۱۳ ف

ها دها قل یا صبیحی ثالثا

۱۱ ۱۳ ف

جاء شرح الکیفیات الطاریة (۱۹)

۲۰ ۱۳ ھ

---

(۱۹) تراجم علمائے حدیث ہند، ص۱۵۷تا۱۵۹۔

باب ۱۱

تلامذہ

جس شخص نے ۶۲ سال تک درس وتدریس فرمائی ہو اُس کے تلامذہ کی تعداد کا اندازہ نہیں کیا جاسکتا۔ اور صرف یہی کہا جاسکتا ہے ﴿وَمَا یَعْلَمُ جُنُوْدَ رَبِّکَ اِلَّا ھُوَ﴾ شیخ الکل مولانا سید محمد نذیر حسین دہلوی نے ۶۲ سال تک تدریس فرمائی۔ ۱۲۵۸ھ میں حضرت مولانا محمد اسحاق دہلوی (م ۱۲۶۲ھ) نے مع اپنے برادرِ خورد مولانا شاہ محمد یعقوب دہلوی مکہ معظمہ ہجرت کی تو ان کی مسند تحدیث پر مولانا سید محمد نذیر حسین محدث دہلوی متمکن ہوئے اور اپنے انتقال ۱۳۲۰ھ سے ایک سال پہلے یعنی ۱۳۱۹ھ تک تدریس فرماتے رہے اور مکمل ۶۲ سال تک تفسیر' حدیث' فقہ اور دوسرے علومِ اسلامی کا درس دیا۔

مولانا سید محمد نذیر حسین دہلوی کے تلامذہ نے دین اسلام کی اشاعت' کتاب و سنت کی ترقی و ترویج' شرک و بدعت کی تردید و توبیخ اور ادیانِ باطلہ کا قلع قمع کرنے میں جو قابل قدر خدمات انجام دیں وہ تاریخ اہل حدیث کا درخشندہ باب ہے۔ حضرت میاں صاحب کے تلامذہ نے درس و تدریس' وعظ و تبلیغ اور تصنیف و تالیف میں جو خدمات انجام دیں ان کا احاطہ نہیں کیا جا سکتا۔ آپ کے تلامذہ نے دینِ اسلام کی خدمت میں جو ذرائع استعمال کئے ان کی تفصیل یہ ہے:

۱) درس وتدریس

۲) دعوت وتبلیغ

۳) تصوف وسلوک کی راہوں سے آئی ہوئی بدعات کی تردید اور صحیح اسلامی زہد و عبادت اور روحانیت کا درس

۴) تصنیف وتالیف
۵) باطل افکار ونظریات کی تردید اور دین اسلام اور مسلک حق کی تائید
۶) تحریک جہاد

ذیل میں حضرت میاں صاحب کے اُسّی (۸۰) مشہور تلامذہ کا ذکر اور ان کی علمی ودینی خدمات کا مختصر تذکرہ کیا جاتا ہے۔

حافظ ابراہیم آروی

مولانا حافظ ابو محمد ابراہیم بن عبدالعلی بن رحیم بخش علمائے فحول میں سے تھے۔ آپ کا شمار برصغیر کے مشہور مبلغین اور واعظین میں ہوتا ہے۔ ان کی ذاتِ بابرکات سے ہزاروں مخلوقِ خدا راہِ مستقیم پر آ گئی۔ نہایت پُر درد واعظ تھے۔ وعظ کہتے تو خود روتے اور دوسروں کو رلاتے۔ (۱)

۱۲۶۴ھ میں بمقام آرہ ضلع مدراس میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی کتابیں مختلف اساتذہ سے پڑھیں۔ اس کے بعد علی گڑھ جا کر مولانا لطف اللہ علی گڑھی سے استفادہ کیا۔ سفر حج میں مکہ معظمہ میں مولانا عبدالجبار مکی اور مدینہ منورہ میں شیخ عبدالغنی مجددی سے حدیث کی سند واجازت حاصل کی۔ مولانا سید محمد نذیر حسین دہلوی، مولانا قاضی محمد مچھلی شہری اور علامہ حسین بن محسن انصاری سے بھی حدیث کی تحصیل کی اور سند واجازت حاصل کی۔

مولانا شیخ عبداللہ غزنوی کی خدمت میں بھی حاضر ہوئے اور ان کے ساتھ قیام کر کے ان سے فیض حاصل کیا۔ مولانا سید عبدالحی الحسنی (م ۱۳۴۱ھ) لکھتے ہیں:

”وسافر الی امرتسر وصحب الشیخ الکبیر عبداللہ محمد اعظم غزنوی واستفاض منہ“ (۲)

”آپ نے امرتسر کا سفر کیا اور شیخ کبیر عبداللہ محمد اعظم غزنوی کی مصاحبت اختیار کی اور اکتسابِ فیض کیا۔“

فراغت کے بعد ۱۸۹۰ء میں مدرسہ احمدیہ کے نام سے آرہ میں ایک مدرسہ قائم

---

(۱) حیاتِ شبلی، ص ۳۰۸۔ (۲) نزہۃ الخواطر، ج ۸، ص ۴۔

کیا اور اس کے لئے ''مذاکرۂ علمیہ'' کے نام سے ایک مجلس بنائی اور اس کے ساتھ عربی مدارس میں جدید تعلیم اور اصلاح کے لئے بہت پیش رفت فرمائی۔ (۳)

مدرسہ احمدیہ آرہ اپنے عہد میں اہل حدیث بہار کی یونیورسٹی تھی جس میں تمام حصص ملک کے طلبہ حاضر رہے۔ (۴) اس مدرسہ میں مولانا ابراہیم آروی کے علاوہ مولانا حافظ عبداللہ غازی پوری اور مولانا محمد سید بنارسی جیسے مشاہیر علماء نے تدریسی خدمات انجام دیں۔

مولانا ابراہیم آروی صوفی' واعظ' مدرس' ماہر تعلیم' منتظم اور مجاہد ہونے کے ساتھ ساتھ بہت اچھے مصنف بھی تھے۔ آپ کی تصانیف کی تعداد ۲۲ ہے۔ (۵) مشہور تصانیف میں تفسیر خلیلی (۳ جلد) طریق النجاۃ فی ترجمۃ الصحاح من المشکوۃ' القول المزید فی احکام التقلید' ترجمۃ ادب المفرد للبخاری' ترجمۃ الدار البھیۃ للامام الشوکانی' صلوۃ النبی ﷺ اور ارکانِ اسلام ہیں۔ مولانا ابراہیم آروی نے ۶ ذی الحجہ ۱۳۱۹ھ بحالت احرام مکہ معظمہ میں انتقال کیا اور جنت المعلّٰی میں دفن ہوئے۔ (۶)

رفیع الدین شکرانوی

مولانا رفیع الدین بن بہار علی بن نعمت علی صدیقی شکرانوی مشہور عالم اور محدث تھے۔ ۱۲۶۱ھ میں پیدا ہوئے۔ مولانا محمد احسن گیلانی سے ابتدائی تعلیم حاصل کی۔ پھر دہلی کا سفر کیا اور مولانا سید محمد نذیر حسین دہلوی سے حدیث کی تحصیل کی۔ حضرت میاں صاحب کے صاحب زادہ مولانا سید شریف حسین آپ کے ہم درس تھے۔ دہلی سے فراغت کے بعد امرتسر تشریف لے گئے اور حضرت عبداللہ غزنوی کی صحبت میں ۸ ماہ رہ کر اکتسابِ فیض کیا۔ مولانا عبدالحی الحسنی لکھتے ہیں:

ثم سافر الی امرتسر وصحب الشیخ الاجل عبداللہ محمد اعظم

---

(۳) حیاتِ شبلی' ص ۳۰۸ (۴) ہندوستان میں اہلحدیث کی علمی خدمات' ص ۱۵۸۔

(۵) الشیخ عبداللہ غزنوی' ص ۱۳۹ (۶) نزہۃ الخواطر' ج ۸' ص ۵۔

الغزنوی ولبث عنده ثمانیة اشهر واستفاض منه فیوضًا کثیرة (۷)

امرتسر سے فراغت کے بعد حجاز چلے گئے اور حج بیت اللہ سے مشرف ہوئے۔ ائمہ کرام میں سے کسی کی تقلید نہیں کرتے تھے اور دلیل کی بنیاد پر فتویٰ دیتے تھے۔ تفسیر القرآن بالقرآن میں آپ کو ید طولیٰ حاصل تھا۔ ہر روز لوگوں کے مجمع میں قرآن و حدیث کا درس دیتے تھے۔ تصنیف میں رحمت الودود علی رجال سنن ابی داؤد (عربی) ان کی مشہور کتاب ہے۔ (۸) ۱۳۳۸ھ میں وفات پائی۔ (۹)

قاضی طلاء محمد خاں پشاوری

مولانا قاضی طلاء محمد خان بن قاضی محمد حسن خاں بن محمد اکبر خان بڑے جید عالم دین تھے اور ان کا شمار برصغیر کے ممتاز علماء میں ہوتا تھا۔ آپ کا تعلق ایک علمی خاندان سے تھا اور مشہور فرمانروا احمد شاہ ابدالی کی اولاد میں سے تھے۔ ابتدائی تعلیم اپنے شہر پشاور میں حاصل کی۔ اس کے بعد شیخ الکل مولانا سید محمد نذیر حسین دہلوی کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان سے حدیث کی تحصیل کی۔ بعد ازاں شیخ عبداللہ غزنوی کی صحبت اختیار کی اور ان سے اکتسابِ فیض کیا۔ مولانا عبدالحی الحسنی لکھتے ہیں:

اخذ الحدیث عن السید نذیر حسین الدهلوی المحدث المشهور ولازم الشیخ الصالح عبدالله محمد اعظم الغزنوی واستفاد منه (۱۰)

مولانا قاضی طلاء محمد خاں عربی اور فارسی کے بڑے فصیح اور بلیغ شاعر تھے۔ آپ کے یہ دو شعر بہت مشہور ہیں ؎

اصل دین آمد کلام اللہ معظم داشتن
پس حدیث مصطفیٰ بر جاں مسلّم داشتن

اور

---

(۷) نزہۃ الخواطر ج ۸، ص ۱۵۳۔ (۸) ہندوستان میں اہل حدیث کی علمی خدمات، ص ۴۴۔
(۹) نزہۃ الخواطر ج ۸، ص ۱۵۳۔ (۱۰) ایضاً، ص ۱۹۹۔

ما اہل حدیثیم و غارا وشناسیم
باب الحیل ایں فقہا را نہ شناسیم

۱۳۱۰ھ میں مکہ معظمہ میں انتقال کیا اور جنت المعلّٰی میں دفن ہوئے۔ (۱۱)

قاضی عبدالاحد خان پوری

مولانا قاضی عبدالاحد بن قاضی محمد حسن خان پوری ایک جید عالم دین تھے۔ فقہ وحدیث میں آپ کا مرتبہ بہت بلند تھا۔ ۱۲۶۸ھ میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم اپنے والد مولانا قاضی محمد حسن سے حاصل کی۔ بعدازاں دہلی جا کر مولانا سید محمد نذیر حسین دہلوی سے حدیث پڑھی۔ دہلی سے فراغت کے بعد مولانا سید عبداللہ غزنوی کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان سے اکتسابِ فیض کیا۔

مولانا سید عبدالحی الحسنی لکھتے ہیں:

اخذ الحدیث عن السید نذیر حسین المحدث وصحب الشیخ الکبیر عبد اللہ الغزنوی واستفاد منه (۱۲)

فراغت تعلیم کے بعد اپنے گاؤں میں اشاعت اسلام میں اپنی زندگی بسر کردی۔ ساری عمر ہر مخالفِ کتاب وسنّت کا مقابلہ کیا اور کبھی کسی سے نہیں ڈرے۔ مشرکین' مبتدعین اور مرتدین آپ کا نام سن کر کانپتے تھے۔ (۱۳) قاضی صاحب کا سب سے بڑا کارنامہ ایک قادیانی مبلغ مولوی محمد علی سے مباہلہ ہے۔ یہ مباہلہ مقام زیرہ پر ہوا تھا جس میں مرزائی مبلغ مع اپنے ساتھیوں کے ہلاک ہوا۔ (۱۴) قاضی عبدالاحد حاذق طبیب تھے۔ ذریعۂ معاش طب تھا۔ پیر مہر علی شاہ گولڑوی سے اختلاف تھا' مگر پیر صاحب آپ کے علمی تبحر کے معترف تھے۔ قاضی صاحب ایک اعلیٰ پائے کے مصنف بھی تھے۔ آپ نے ۳۲ کے قریب کتابیں لکھیں۔ آپ کی تصانیف قادیانیت' اہل بدعت' شیعیت اور تقلید کی تردید میں ہیں۔ بطورِ نمونہ چار کے نام درج کئے جاتے ہیں۔

---

(۱۱) نزہۃ الخواطر ج ۸' ص ۲۰۲۔ (۱۲) ایضاً' ص ۲۱۱۔
(۱۳) تذکرہ علمائے خان پوری' ص ۳۷۔ (۱۴) ایضاً' ص ۶۷۔

تردید مرزائیت: اغاثة الملهوف المکروب المسجون فی مصائد القادیانی المجنون۔
تردید اہل بدعت: صمصام الموحدین لقطع اعناق الزّنادقة والمُلحدین۔
تردید شیعیت: انتصار الصدیق من الملحد الزندیق۔
تردید تقلید: ردّ تقلید (۱۵)

مولانا قاضی عبدالاحد خان پوری نے ۲۵ جمادی الاخریٰ ۱۳۴۷ھ / ۸ دسمبر ۱۹۲۸ء کو انتقال کیا۔

عبدالحق غزنوی

مولانا عبدالحق غزنوی بن مولانا عبدالعزیز ۱۸۷۰ء میں امرتسر میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم اپنے والد مولانا عبدالعزیز سے حاصل کی۔ پھر مدرسہ غزنویہ سے سند حاصل کر کے دہلی کا رخ کیا اور مولانا سید محمد نذیر حسین دہلوی سے حدیث کی سند و اجازت حاصل کی۔ اس کے بعد مدرسہ مظاہر العلوم سہارن پور چلے گئے۔ وہاں مولانا ثناء اللہ امرتسری آپ کے ہم درس تھے۔ طب کی تعلیم دہلی میں حاصل کی۔ مسیح الملک حکیم حافظ محمد اجمل خاں آپ کے ہم سبق تھے۔ حافظ قرآن' عالم دین اور فاضل طب تھے۔ (۱۶)

حدیث "اَلنِّکَاحُ مِنْ سُنَّتِیْ" کے گرویدہ تھے۔ بارہ کے قریب نکاح کیے۔ بہت سی اولاد ہوئی۔ ویدک طبیہ کالج کے بانی تھے۔ انقلاب ۱۹۴۷ء میں لاہور آئے اور لاہور ہی میں ۲۱۔۲۲ اگست ۱۹۵۱ء کی درمیانی رات بعمر ۸۲ سال انتقال کیا۔ (۱۷)

حافظ عبدالمنان وزیر آبادی

استادِ پنجاب مولانا حافظ عبدالمنان وزیر آبادی بن شرف الدین مشہور محدث اور عالم کبیر تھے۔ ۱۲۶۷ھ میں قصبہ قرولی ضلع جہلم میں پیدا ہوئے۔ ۹ سال کی عمر میں نزول الماء کے عارضہ سے آنکھوں کی بینائی سے معذور ہو گئے۔ تعلیم کا آغاز حفظ

---

(۱۵) تذکرہ علمائے خان پوری' ص ۱۳۷' ۱۴۰' ۱۴۲۔

(۱۶) ایضاً' ص ۱۴۶۔ (۱۷) حیاتِ ثنائی' ص ۶۳۴۔

قرآنِ مجید سے کیا۔ آپ کے اساتذہ میں مولانا عبدالجبار ناگپوری، مولانا حکیم محمد احسن حاجی پوری، مولانا شیخ عبدالحق بن فضل اللہ بنارسی اور مولانا سید محمد نذیر حسین دہلوی شامل ہیں۔ دہلی میں فراغت تعلیم کے بعد امرتسر تشریف لے گئے اور مولانا سید عبداللہ غزنوی کی صحبت میں پورے دو سال رہ کر کافی فیض اٹھایا۔

مولانا عبدالحی الحسنی لکھتے ہیں:

"ثم سافر الی امرتسر ولازم الشیخ الکبیر عبداللہ الغزنوی سنتین کاملین واستفاض منه فیوضًا کثیرةً"

۱۲۹۲ھ میں وزیر آباد تشریف لائے اور دارالحدیث کے نام سے ایک دینی درس گاہ قائم کی اور اپنی ساری زندگی حدیث کی تدریس میں بسر کر دی۔ آپ نے اپنی زندگی میں ۴۰ مرتبہ سے زیادہ صحاح ستہ کا درس دیا۔

آپ نے مولانا سید نذیر حسین محدث دہلوی کے تلامذہ میں منفرد مقام حاصل کیا۔ چنانچہ کثرتِ درس کے اندر نہ تو کسی نے آپ کا درجہ حاصل کیا اور نہ آپ کا کوئی قریبی درجہ۔

مولانا شمس الحق ڈیانوی عظیم آبادی (م ۱۳۲۹ھ) فرماتے ہیں:

لا اعلم احدًا فی تلامذة السید نذیر حسین المحدث اکثر تلامذة منه، قد ملأ بنجاب بتلامذته [۱۸]

''میں نے سید نذیر حسین محدث دہلوی کے شاگردوں میں کسی کے شاگرداں سے زیادہ نہیں دیکھے۔ آپ نے پنجاب کو شاگردوں سے بھر دیا۔''

حافظ صاحب کے مشہور تلامذہ یہ ہیں:

مولانا ابوالوفاء ثناء اللہ امرتسری، مولانا محمد ابراہیم میر سیالکوٹی، مولانا ابوالقاسم بنارسی، مولانا عبدالحمید سوہدروی، مولانا فقیر اللہ مدراسی، پروفیسر حکیم عبدالرحمٰن شاہ پوری، مولانا محمد علی لکھوی، مولانا عبدالقادر لکھوی، مولانا حافظ محمد محدث گوندلوی اور مولانا محمد

---

(۱۸) نزہۃ الخواطر، ج ۸، ص ۳۲۱۔

عیل سلفی وغیرہم (۱۹)

آپ ائمہ دین کا بہت احترام کرتے تھے۔ چنانچہ آپ فرمایا کرتے تھے کہ جو شخص
ہ دین اور خصوصاً امام ابو حنیفہؒ کی بے ادبی کرتا ہے اس کا خاتمہ اچھا نہیں ہوتا۔ (۲۰)

مولانا عبدالحی لکھتے ہیں:

''آپ کو لغت اور نحو پر کامل دستگاہ حاصل تھی، رجال کی جرح و تعدیل، ان کے طبقات اور تمام فنونِ حدیث پر کامل دسترس تھی۔ احادیث میں عالی و نازل اور صحیح وضعیف کے علاوہ قرآن و حدیث کے متن بھی ازبر تھے۔'' (۲۱)

مولانا حافظ عبدالمنان نے ۱۶ رمضان المبارک ۱۳۳۴ھ/۱۶ جولائی ۱۹۱۶ء
قام وزیر آباد انتقال کیا۔ مولانا ابو عبداللہ عبیداللہ غلام حسن سیالکوٹی (م ۱۹۱۸ء) نے
پ کی نمازِ جنازہ پڑھائی اور قبرستان نزد پرانی چونگی سیالکوٹ روڈ پر آپ کو سپردِ خاک
یا گیا۔ اللّٰھم اغفرلہ وارحمہ وارفع درجاتہ۔ (۲۲)

بدالوہاب صدری دہلوی

مولانا عبدالوہاب صدری دہلوی بن محمد بن میاں خوش حال کا شمار ممتاز علمائے اہل
دیث میں ہوتا ہے۔ آپ ۱۲۸۰ھ میں قصبہ واشواستانہ ضلع جھنگ میں پیدا ہوئے۔
پ کے والد میاں محمد صاحب بعد میں قصبہ مبارک پور ضلع ملتان آ کر آباد ہو گئے۔

چھ سال کی عمر میں تعلیم کا آغاز کیا اور کچھ عرصہ بعد مدرسہ محمدیہ لکھو کے ضلع فیروز
ر میں داخل ہو گئے۔ مولانا حافظ محمد بن بارک اللہ لکھوی سے حفظ قرآنِ مجید اور صرف
نحو کی کتابیں پڑھیں۔ اس کے بعد مولانا سید عبداللہ غزنویؒ کے مدرسہ غزنویہ میں
شریف لے گئے اور حضرت شیخ غزنوی سے پہلے صرف و نحو کی تکمیل کی، اس کے بعد
دیث کی دو کتابیں ''بلوغ المرام'' اور ''ریاض الصالحین'' پڑھیں۔ اس وقت آپ کی

---

(۱۹) ہندوستان میں اہل حدیث کی علمی خدمات، ص ۱۸۷۔

(۲۰) تاریخ اہل حدیث، ص ۴۲۸۔ (۲۱) نزھۃ الخواطر، ج ۸، ص ۳۱۲۔

(۲۲) تاریخ اہل حدیث، ص ۴۳۰۔

عمر ۱۵ سال تھی۔ اس کے بعد آپ دہلی تشریف لے گئے اور حضرت شیخ الکل مولانا سید محمد نذیر حسین محدث دہلوی سے علومِ اسلامیہ کی تکمیل کی۔ ۲۰ سال کی عمر میں علوم اسلامیہ سے فراغت پائی۔

۱۳۰۰ھ میں محلّہ کشن گنج دہلی میں تدریس شروع فرمائی اور ۱۳۲۴ھ تک صدر بازار کی مسجد میں تدریس فرماتے رہے۔ ۱۳۲۵ھ میں اپنا علیحدہ مدرسہ بنام "دار الکتاب والسنۃ" قائم کیا جس میں تقریباً ۲۶ سال تک درس و تدریس کے فرائض انجام دیتے رہے۔

آپ کے تلامذہ کی فہرست طویل ہے۔ مشہور تلامذہ یہ ہیں: مولانا عبدالعزیز میمن راجکوٹی، سابق پروفیسر عربی ادب مسلم یونیورسٹی علی گڑھ، مولانا محمد بن یوسف سورتی سابق پروفیسر عربی ادب جامعہ ملیہ دہلی، مولانا محمد بن ابراہیم جوناگڑھی، مترجم تفسیر ابن کثیر و اعلام الموقعین عن رب العالمین از امام ابن القیم، اور مولانا عبدالجبار محدث کھنڈیلوی۔

آپ کا سب سے بڑا کارنامہ یہ ہے کہ آپ نے دہلی میں بدعات و محدثات اور تقلید جامد کا بڑے شدّ و مد کے ساتھ ردّ کیا اور دین اسلام کو نئی چیزوں سے پاک رکھنے کے لئے ایک مستقل جنگ لڑی۔

مولانا عبدالوہاب دہلوی سات بار حج بیت اللہ سے مشرف ہوئے۔ حدیث "اَلنِکَاحُ مِنْ سُنَّتِیْ" کے گرویدہ تھے۔ چنانچہ مختلف اوقات میں دس نکاح کئے۔ بہت اولاد ہوئی۔ تصنیف میں مشکوٰۃ المصابیح کا عربی میں حاشیہ لکھا جو مطبوع ہے۔ اس کے علاوہ تین چار اور رسائل بھی لکھے۔ مولانا عبدالوہاب نے ۸ رجب ۱۳۵۱ھ کو دہلی میں انتقال کیا اور شیدی پورہ کے قبرستان میں حضرت میاں صاحب کے پہلو میں دفن ہوئے۔ (۲۳)

غلام نبی الربانی سوہدروی

مولانا غلام نبی الربانی بن مولوی محبوب عالم ایک جید عالم تھے۔ آپ کا شمار اہل

(۲۳) شیخ عبداللہ غزنوی، ص ۱۵۰۔

اللہ میں ہوتا ہے۔ ۲۳ رمضان ۱۲۶۳ھ / ۴ ستمبر ۱۸۲۷ء میں سوہدرہ میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم اپنے والد سے حاصل کرنے کے بعد مختلف علوم کی تعلیم مولانا قادر بخش فقیہہ وزیرآبادی، مولانا عبدالباقی جلال پوری اور مولانا غلام مرتضیٰ سیالکوٹی سے حاصل کی۔

حدیث کی تحصیل مولانا حافظ محمد بن بارک اللہ لکھوی سے کی۔ بعد ازاں حضرت شیخ عبداللہ غزنوی کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان کی خدمت میں تین مہینے رہ کر کافی فیض اٹھایا۔

مولانا عبدالحی الحسنی لکھتے ہیں:

واسند الحدیث عن الشیخ محمد لکھوی صاحب تفسیر المحمدی، ثم ذھب الی امرتسر سنۃ احدی وتسعین ومائتین والف ولازم الشیخ الاجل عبداللہ محمد اعظم الغزنوی ثلاثۃ اشھر واستفاض منہ فیوضاً کثیرۃً (۲۴)

امرتسر سے دہلی تشریف لے گئے اور مولانا سید محمد نذیر حسین محدث دہلوی سے حدیث کی سند و اجازت حاصل کی۔ تکمیل تعلیم کے بعد سوہدرہ تشریف لائے اور دین اسلام کی خدمت میں مصروفِ عمل ہوئے۔ ان کی کوشش سے سوہدرہ کی ککے زئی برادری نے مسلک اہل حدیث قبول کیا۔ مسلک اہل حدیث کی ترقی و ترویج میں جو کوششیں کیں اس میں وہ کامیاب ہوئے۔ (۲۵)

آپ بڑے متضرع، متوکل اور باہمت تھے۔ اللہ تعالیٰ سے بہت زیادہ مدد طلب کرتے تھے۔ آپ کسی مخصوص فقہی مذہب کا التزام نہیں کرتے تھے، بلکہ جس بات پر ٹھوس دلیل مل جاتی اس کے مطابق فتویٰ دیتے تھے۔ آپ کو اس سلسلے میں بڑی بڑی اذیتیں احناف کی طرف سے اٹھانی پڑیں۔ ان بزرگوں نے ان کے خلاف ایسا محاذ قائم کیا تھا جس سے بڑا کوئی محاذ کیا بنائے گا۔ ان کو بدعتی قرار دیا گیا۔ مناظرہ کیا، ہٹ دھرمیاں کیں، لیکن وہ ثابت قدم رہے۔ انہوں نے نہ تو مداہنت برتی اور نہ کسی چیز کی

---

(۲۴) نزہۃ الخواطر، ج ۸، ص ۳۵۱۔ (۲۵) تذکرۂ بزرگانِ علوی سوہدرہ، ص ۴۷۔

پرواہ کی۔ (۲۶)

تصانیف میں تین کتابیں پنجابی نظم میں لکھیں:

تحفۃ الوالدین' تحفۃ المعجزات فی تاکید الصلوٰۃ' تحفۃ العجلاء المعروف نصیحۃ النساء.

مولانا غلام نبی الربانی نے ۴ ذی الحجہ ۱۳۴۸ھ/۳ مئی ۱۹۳۰ء کو سوہدرہ میں انتقال کیا۔ (۲۷)

قاضی محمد خان پوری

مولانا قاضی ابوعبداللہ محمد بن قاضی محمد حسن ۴ شعبان ۱۲۷۰ھ مطابق ۳ مئی ۱۸۵۴ء خان پور ضلع ہزارہ میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم اپنے والد محترم سے حاصل کی۔ بعد ازاں آپ نے مولانا حافظ عبدالمنان وزیرآبادی' مولانا سید عبدالجبار غزنوی' عارف باللہ مولانا شیخ عبداللہ غزنوی اور مولانا مفتی عبداللہ ٹونکی سے علومِ اسلامیہ کی تحصیل کی۔ حدیث کی تحصیل شیخ الکل مولانا سید محمد نذیر حسین محدث دہلوی سے کی۔ حضرت میاں صاحب کے ہاں مولانا عبدالعزیز رحیم آبادی صاحبِ احسن البیان فی ما فی سیرۃ النعمان آپ کے ہم سبق تھے۔

تکمیل تعلیم کے بعد واپس اپنے گاؤں آئے اور وعظ اور تبلیغ و تدریس میں مشغول ہوئے۔ ۱۸۹۵ء میں مولانا سید عبدالجبار غزنوی کی تحریک پر مسجد مولوی عبدالمجید مرحوم پشاور کے خطیب مقرر ہوئے اور ۱۹۰۸ء تک پشاور میں مقیم رہے۔ اس کے بعد آپ واپس خان پور آ گئے۔ ۱۹۱۰ء میں مسجد اہل حدیث راولپنڈی شہر کے خطیب مقرر ہوئے اور ۱۹۱۶ء تک راولپنڈی میں مقیم رہے۔

مولانا قاضی محمد مناظر بھی تھے۔ اہل بدع سے کئی ایک مناظرے کئے اور اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے ہر مناظرہ میں کامیاب و کامران ہوئے۔ آپ حد درجہ مستغنی

---

(۲۶) نزھۃ الخواطر ج ۸' ص ۳۵۱۔

(۲۷) تذکرہ بزرگانِ علوی سوہدرہ' ص ۵۳۔

المزاج اور قانع تھے۔ آپ کی ساری زندگی درس و تدریس اور وعظ و تبلیغ میں گزری۔ اس لئے تصنیف و تالیف کی طرف توجہ نہ دے سکے۔ صرف ایک کتاب فارسی زبان میں بنام "صاعقة الرحمٰن علی حزب الشیطان الملقب به کشف التلبیس عن اخوان ابلیس" لکھی۔ مولانا قاضی محمد نے ۶ جمادی الاخریٰ ۱۳۴۸ھ/مطابق ۹ نومبر ۱۹۲۹ء کو انتقال کیا۔ آپ کے برادرِ خورد مولانا قاضی محمد یوسف حسین نے درج ذیل شعر سے تاریخ وفات نکالی: ؎

خلد منزل ہوا گرامی قدر
۴۸ ۱۳

خلد منزل ہے عالم یکتا(۲۸)
۴۸ ۱۳

قاضی یوسف حسین خان پوری ہزاروی

مولانا قاضی ابو اسمٰعیل یوسف حسین بن مولانا قاضی محمد حسن ۲۸ جمادی الاخریٰ ۱۲۸۵ھ کو خان پور ضلع ہزارہ میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم اپنے برادران مولانا قاضی عبدالاحد اور مولانا قاضی محمد سے حاصل کی۔ بعد ازاں آپ دہلی تشریف لے گئے اور شیخ الکل مولانا سید محمد نذیر حسین محدث دہلوی سے حدیث کی تحصیل کی۔ مولانا سید عبدالغفور غزنوی دہلی میں آپ کے ہم سبق تھے۔ آپ نے مولانا ابو یحییٰ محمد شاہ جہان پوری مصنف "الارشاد الی سبیل الرشاد" سے بھی حدیث میں استفادہ کیا۔ علامہ حسین بن محسن انصاری الیمانی، استاد محی السنۃ مولانا سید نواب صدیق حسن خان قنوجی رئیس بھوپال سے بھی حدیث کی سند و اجازت حاصل کی۔ (۲۹)

تعلیم سے فراغت کے بعد درس و تدریس کا سلسلہ جاری رکھا۔ ذریعۂ معاش کتابت تھا۔ حج بیت اللہ سے بھی مشرف ہوئے۔ مولانا قاضی یوسف علومِ اسلامیہ کا بحر زخار تھے۔ مولانا شمس الحق ڈیانوی عظیم آبادی کی شرح سنن ابی داؤد عون المعبود کی

(۲۸) تذکرہ علمائے خان پور، ص ۱۹۱ (۲۹) ایضاً ص ۱۹۷، ۱۹۸۔

تالیف میں ان کے معاون رہے۔ (۳۰)

قاضی صاحب تصنیف وتالیف کا بھی عمدہ ذوق رکھتے تھے۔ عربی اور اُردو میں ۱۵ کتابیں لکھیں جن میں مطبوع بھی ہیں اور غیر مطبوع بھی۔

مشہور تصانیف یہ ہیں:

۱) اتمام الخشوع بوضع الیمین علی الشمال بعد الرکوع (عربی واردو)

۲) ترجمة العقیدة الواسطیة لابن تیمیة

۳) القول الحق فی ان رفع الایدی للدعاء بعد المکتوبة لیس بحق

۴) اُردو ترجمہ تفسیر کبیر امام رازی (۳۱)

مولانا قاضی یوسف حسین نے ۶ صفر ۱۳۵۲ھ / یکم جون ۱۹۳۳ء بعمر ۶۴ سال انتقال کیا۔ (۳۲)

محمد رمضان پشاوری

مولانا حافظ محمد رمضان پشاوری علومِ اسلامیہ کے تبحر عالم تھے۔ ان کا شمار جلیل القدر علمائے حدیث میں ہوتا ہے۔ بچپن سے ہی آنکھوں کی بینائی سے محروم تھے۔ تعلیم کا آغاز مولانا سید عبداللہ غزنوی سے کیا۔ یہاں آپ اپنی والدہ کے ہمراہ امرتسر تشریف لائے۔ تعلیم کی ابتداء حفظ قرآنِ مجید سے کی۔ بعدازاں شیخ غزنوی سے ترجمہ وتفسیر قرآن اور صرف ونحو کی کتابیں پڑھیں۔ اس کے بعد شیخ غزنوی کی رہبری سے حضرت مولانا سید محمد نذیر حسین دہلوی کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان سے صحاحِ ستہ اور دوسری کتابیں پڑھ کر سند فراغت حاصل کی۔ ۱۳۰۹ھ میں واپس وطن آئے۔ یہ پشاور میں پہلے اہل حدیث تھے۔

پشاور میں آپ نے درس وتدریس اور وعظ وتبلیغ کا سلسلہ شروع کیا اور تدریس کی ابتدا ترجمہ قرآنِ مجید سے کی۔ اہل بدع نے سخت مخالفت کی اور یہ پروپیگنڈا شروع

---

(۳۰) تراجم علمائے حدیث ہند' ص ۴۰۲۔

(۳۱) تذکرۂ علمائے خانپور' ص ۲۴۸۔ (۳۲) ایضاً' ص ۲۴۷۔

لیا کہ ترجمہ قرآنِ مجید بدعت ہے اور لوگوں نے آپ پر پتھراؤ شروع کر دیا۔

حافظ صاحب کا حافظہ بہت قوی تھا اور ان کو پورا صحاحِ ستہ حفظ تھا۔ مناظر بھی ہت اونچے پائے کے تھے۔ ایک دفعہ پشاور میں ایک قادیانی مبلغ سے ''حیات و نزولِ سیٰ علیہ السلام اور ختم نبوت'' پر مناظرہ ہوا جس میں قادیانی مناظر بوکھلا گیا اور حافظ صاحب کے دلائل کا جواب نہ دے سکا۔

زہد و تقویٰ کا یہ عالم تھا کہ ایک عشرہ میں تہجد کی نماز میں قرآنِ شریف ختم کیا کرتے تھے۔ حافظ صاحب مستجاب الدعوات تھے اور ان کے وعظ میں بڑی تاثیر تھی۔

ایک واقعہ ہے کہ ایک سکھ آپ کے پاس آیا' اس نے عرض کی کہ میری بیوی تین دن سے دردِ زہ میں مبتلا ہے' اس کو بڑی تکلیف ہے' اور ڈاکٹروں کی رائے ہے کہ بغیر آپریشن کوئی چارہ نہیں اور بچہ زچہ میں سے ایک جان ضائع ہونا لازمی ہے' کسی مسلمان دوست نے مجھے آپ کا حوالہ دیا ہے۔ حافظ صاحب نے اس سکھ کو گڑ دم کر کے دیا اور فرمایا اس کو دودھ میں حل کر کے اپنی بیوی کو پلاؤ۔ منشائے ایزدی ایسی تھی کہ بچہ تولد ہوا اور زچہ بچہ دونوں صحت یاب ہوئے۔ چنانچہ وہ سکھ اس کے بعد مع اپنی بیوی مشرف با سلام ہو گیا۔

حافظ صاحب نہایت حلیم الطبع تھے' مگر دینی معاملات میں نہایت سخت گیر' اَشِدَّاءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ کی جیتی جاگتی تصویر تھے۔

تعبیر خواب میں اللہ تعالیٰ نے آپ کو خاص ملکہ عطا فرمایا تھا۔ پشاور کے ایک متقی شخص نے جو خود بھی عالم دین تھے' حضرت حافظ صاحب سے اپنی بیوی کا یہ خواب بیان کیا کہ وہ دو پتنگ اڑا رہی ہے اور دونوں پتنگوں کی ڈوری ٹوٹ گئی ہے اور پتنگ نظروں سے اوجھل ہو گئے ہیں۔ حافظ صاحب نے فرمایا: اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ پڑھ لو۔ کچھ دن بعد اس عالم دین کی دو صاحبزادیاں یکے بعد دیگرے انتقال کر گئیں۔ یہی خواب کی تعبیر تھی۔

حافظ صاحب نے ۱۱ صفر ۱۳۳۹ھ / ۲۵ اکتوبر ۱۹۲۰ء کو ۶۳ سال کی عمر میں انتقال کیا۔ (۳۳)

(۳۳) الاعتصام لاہور ۲۱' ۲۸/ جنوری و ۴/ فروری ۱۹۷۷ء

محمد عبداللہ بہاری

مولانا ابوعبدالرحمٰن محمد عبداللہ بہاری ۱۲۵۲ھ میں پیدا ہوئے۔ پہلے مولانا شیخ احمد ہزاروی سے تعلیم حاصل کی۔ بعدازاں مولانا سعادت علی سہارن پوری اور مولانا علیم الدین نگرنہسوی سے استفادہ کیا۔ حدیث کی تحصیل شیخ الکل مولانا سید محمد نذیر حسین دہلوی سے کی۔ اس کے بعد ایک مدت تک حضرت شیخ عبداللہ غزنوی کی صحبت میں رہے اور ان سے استفادہ واستفاضہ کیا۔ تعلیم سے فراغت کے بعد درس وتدریس کا شغل جاری رکھا۔ تصنیف میں "العقیدۃ المحمدیۃ" (دوجلدیں) ان کی مشہور کتاب ہے۔ تردیدِ بدعت میں بھی کئی رسالے لکھے۔ ۱۳۳۳ھ میں بعمر ۸۱ سال انتقال کیا۔ (۳۴)

غلام رسول قلعوی

مولانا غلام رسول آف قلعہ میہاں سنگھ کا شمار اہل اللہ میں ہوتا ہے۔ آپ جلیل القدر عالم اور محدث تھے۔ ۱۲۲۸ھ میں کوٹ بھوانی داس میں پیدا ہوئے۔ تعلیم کا آغاز قرآنِ مجید سے ہوا۔ ابتدائی تعلیم مولانا نظام الدین بگوی سے حاصل کی۔ حدیث کی تحصیل مولانا شیخ عبداللہ غزنوی کے ہمراہ شیخ الکل مولانا سید محمد نذیر حسین محدث دہلوی سے کی۔

مولانا عبدالحی الحسنی لکھتے ہیں:

> واخذ الحديث عن الشيخ المحدث نذير حسين الحسيني الدهلوی مشاركاً للشيخ الاجل عبدالله محمد اعظم الغزنوی (۳۵)

۲۰ سال کی عمر میں فارغ التحصیل ہوئے۔ جب حج بیت اللہ کے لئے تشریف لے گئے تو مولانا شیخ عبدالغنی مجددی سے بھی حدیث کی سند واجازت حاصل کی۔

آپ کا وعظ بڑا پرتاثیر ہوتا تھا۔ ہزاروں غیر مسلم آپ کے وعظ سے مشرف باسلام ہوئے۔ ۱۸۵۷ء کے ہنگامہ میں تقلیدیانِ احناف نے انگریزی حکومت سے شکایت کی

---

(۳۴) اہلحدیث امرتسر ۲۴/ اکتوبر ۱۹۱۹ء

(۳۵) نزھۃ الخواطر، ج ۸ ص ۳۴۸۔

کہ اس ہنگامہ میں مولانا غلام رسول قلعوی کے وعظوں کا بڑا دخل ہے۔ چنانچہ ایک طرف انگریزی حکومت نے آپ کے وعظوں پر پابندی لگادی (۳۶) اور دوسری طرف آپ کو گرفتار کر کے لاہور میں سیشن جج منٹگمری کی عدالت میں پیش کیا گیا۔ لوگوں میں مشہور ہوگیا کہ مولانا غلام رسول کو پھانسی کا حکم ہوگا۔ چنانچہ ہزاروں آدمی منٹگمری کی عدالت کے باہر جمع ہوگئے۔ منٹگمری نے معلوم کیا کہ یہ لوگ یہاں کیوں آئے ہیں؟ اس کو بتایا گیا کہ مولانا غلام رسول جید عالم دین اور پنجاب بھر کا استاد اور پیر ہے' یہ لوگ اس لئے جمع ہوئے ہیں کہ اگر ہمارے پیر کو پھانسی ہوگئی تو ہم بھی زندہ نہیں رہیں گے۔ چنانچہ منٹگمری نے پھانسی کا ارادہ بدل دیا اور کچھ عرصہ کے لئے نظر بند کردیا۔ (۳۷)

آپ صاحب کشف و کرامات تھے۔ تصانیف میں سوانح عمری مولوی عبداللہ غزنوی اور پنجابی نظم میں "پکی روٹی" آپ کی مشہور کتابیں ہیں۔ مولانا غلام رسول قلعوی نے ۱۲۹۱ھ میں ۶۳ سال کی عمر میں انتقال کیا۔ (۳۸)

مولانا شمس الحق ڈیانوی عظیم آبادی

مولانا شمس الحق ڈیانوی عظیم آبادی بن شیخ امیر علی علمائے فحول میں سے تھے۔ ۲۷ ذی قعدہ ۱۲۷۳ھ (جولائی ۱۸۵۷ء) کو رمنہ میں پیدا ہوئے۔ تعلیم کا آغاز مولانا محمد ابراہیم نہسوی سے کیا۔ اس کے بعد مولانا عبدالحکیم شیخ پوری اور مولانا لطف علی بہاری سے پڑھا۔ اس کے بعد لکھنؤ جا کر مولانا فضل اللہ لکھنوی (م ۱۳۱۱ھ) سے استفادہ کیا۔ ۱۲۹۳ھ میں مراد آباد جا کر مولانا بشیر الدین قنوجی (م ۱۲۹۶ھ) سے اکتسابِ فیض کیا۔ ۱۲۹۵ھ میں شیخ الکل مولانا سید محمد نذیر حسین دہلوی کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان سے حدیث کی تحصیل کی۔

مولانا عبدالحی الحسنی لکھتے ہیں:

وقرأ المختصرات على المولوى عبدالحكيم شيخ بورى ومولانا

---

(۳۶) نزہۃ الخواطر ج ۸' ص ۳۴۸۔

(۳۷) تاریخ اہل حدیث' ص ۴۲۸۔ (۳۸) ایضاً' ص ۴۲۹۔

لطف علی بھاری ثم سافر الی لکنوسنة اثنتین وتسعین وقرأ بعض الکتب الدرسیة علی شیخنا فضل الله بن نعمت الله لکنوی ولازمه سنة کاملة ثم سافر الی مراد آباد وقرأ علی العلامة بشیر الدین القنوجی ولازمه الی سنة خمس وتسعین' ثم سافر الی دھلی واسند الحدیث عن الشیخ السید نذیر حسین الدھلوی(۳۹)

تعلیم سے فراغت کے بعد واپس وطن گئے اور درس وتدریس اور تصنیف وتالیف میں مشغول ہو گئے۔ ۶ سال بعد دوبارہ ۱۳۰۲ھ میں دہلی آئے اور دوبارہ حضرت میاں صاحب کی خدمت میں ساڑھے تین سال رہے۔ اس کے بعد علامہ حسین بن محسن انصاری الیمانی (م ۱۳۲۷ھ) کی خدمت میں بھوپال حاضر ہوئے اور ان سے حدیث کی سند واجازت حاصل کی۔ (۴۰)

۱۳۱۱ھ میں حج بیت اللہ کے لئے حجاز تشریف لے گئے تو وہاں آپ کو متعدد اہل فضل وکمال سے ملاقات اور استفادہ کا موقع ملا۔ (۴۱)

۱۳۱۲ھ میں حج بیت اللہ سے واپس تشریف لا کر درس وتدریس کا سلسلہ شروع کیا۔ ملک کے گوشے گوشے سے طلبہ آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر مستفید ہوتے۔ ان کے تلامذہ کی فہرست طویل ہے۔ مشہور تلامذہ یہ ہیں:

۱) مولانا احمد اللہ محدث پرتاب گڑھی (م ۱۳۶۲ھ)
۲) مولانا ابوسعید شرف الدین دہلوی (م ۱۳۸۱ھ)
۳) مولانا ابوالقاسم سیف بنارسی (م ۱۳۶۹ھ)
۴) مولانا عبدالحمید سوہدروی (م ۱۳۳۰ھ)
۵) مولانا فضل اللہ مدراسی (م ۱۳۶۱ھ)
۶) مولانا شرف الحق ڈیانوی (م ۱۳۲۶ھ) برادر خورد

---

(۳۹) نزہۃ الخواطر ج ۸ ص ۱۷۹۔ (۴۰) ایضاً
(۴۱) تذکرہ علمائے حال' ص ۳۱۔

۷) مولانا ابوعبداللہ محمد زبیر ڈیانوی (م ۱۳۲۹ھ)

۸) مولانا حکیم محمد ادریس ڈیانوی (م ۱۹۶۰ء) صاحبزادہ (۴۲)

مولانا عظیم آبادی کا سب سے عظیم کارنامہ حدیث اور کتب حدیث کی ترویج واشاعت ہے۔ آپ نے امام ابن تیمیہ' حافظ ابن قیم' علامہ ذہبی اور حافظ عبدالعظیم منذری وغیرہم کی متعدد کتابیں اپنے خرچ سے طبع کرائیں۔

حدیث وسنّت اور عقیدۂ سلف کی تائید وحمایت میں پوری زندگی کمربستہ رہے اور حدیث وسنّت کے معاملہ میں میں معمولی سی مداہنت بھی برداشت نہیں کرتے تھے۔

مولانا ابوالقاسم سیف بنارسی نے نصرتِ حدیث میں جو کتابیں لکھیں وہ سب کی سب آپ کی تحریک پر لکھیں۔ اسی طرح مولانا عبدالعزیز رحیم آبادی نے مولانا شبلی نعمانی کی ''سیرت النعمان'' کے جواب میں ''احسن البیان'' لکھی' وہ بھی آپ ہی کی تحریک پر لکھی گئی۔ مولانا عبدالسلام مبارک پوری نے ''سیرت البخاری'' آپ ہی کی تحریک پر لکھی۔ (۴۳)

علم وفضل کے اعتبار سے مولانا عظیم آبادی بلند مرتبہ ومقام کے حامل تھے۔ مولانا محمد زبیر ڈیانوی لکھتے ہیں:

''وہ علماء ومحدثین اور طلبہ سے بہت محبت کرتے تھے۔ راست بازی' حیا' سخاوت' ثقاہت' دیانت اور امانت وعدالت سے متصف اور جمعہ وجماعت کے پابند تھے۔'' (۴۴)

مولانا عبدالحی الحسنی لکھتے ہیں:

وكان حليمًا متواضعًا كريمًا عفيفًا صاحب صلاح وطريقة ظاهرة محبا لاهل العلم (۴۵)

''وہ بہت بڑے حلیم' متواضع' شریف' پاک دامن' نیک اور عمدہ طور طریقہ کے

---

(۴۲) مولانا شمس الحق ڈیانوی عظیم آبادی' حیات وخدمات' ص ۵۶۔

(۴۳) ایضاً' ص ۵۹ (۴۴) یادگار گوہری' ص ۱۰۹

(۴۵) نزھۃ الخواطر' ج ۸' ص ۱۸۰۔

مالک اور اہل علم سے محبت کرنے والے تھے۔"

مولانا عظیم آبادی کا کتب خانہ بہترین اور نایاب کتب پر مشتمل تھا۔ ۴ لا اپریل ۱۹۰۶ء کو ندوۃ العلماء لکھنؤ کے زیر اہتمام جن نادر و کمیاب کتابوں کی نمائش کی گئی تھی ان میں فن حدیث سے متعلق بعض نہایت قدیم کتابیں آپ کے کتب خانہ سے آئی تھیں۔ (۴۶)

مولانا عظیم آبادی ایک کامیاب مصنف بھی تھے۔ آپ کی تصانیف کی تعداد جو عربی' فارسی اور اردو میں ہیں' ۲۹ ہے۔ حدیث میں آپ کی ۹ کتابیں ہیں جن کے نام یہ ہیں:

۱) غاية المقصود فی حل سنن ابی داؤد (عربی) (۳۲ جلد)
۲) عون المعبود فی سنن ابی داؤد' (عربی) (۴ جلد)
۳) التعليق المغنی علی سنن دار قطنی (عربی) (۲ جلد)
۴) تعلقيات علی اسعاف المبطا برجال الموطا (عربی)
۵) تعليقات علی سنن النسائی (عربی)
۶) رفع الالتباس علی بعض الناس (عربی)
۷) غنية اللامعی (عربی)
۸) فضل الباری علی ثلاثيات البخاری (عربی)
۹) هدية اللوذعی بنكات الترمذی (عربی) (۴۷)

ان کے علاوہ آپ کی اعلام لهل العصر باحكام ركعتی الفجر (عربی)' الكلام المبين فی الجهر بالتامين والرد علی القول المتين (اردو) اور التحقيق العُلی باثبات فريضة الجُمعة فی القریٰ (اردو) بھی مشہور اور عمدہ تصانیف ہیں۔ (۴۸)

مولانا شمس الحق عظیم آبادی نے ۱۹ ربیع الاول ۱۳۲۹ھ مطابق ۲۱ مارچ ۱۹۱۱ء بروز سہ شنبہ بوقت ۶ بجے صبح ۵۶ سال کی عمر میں انتقال کیا۔ (۴۹) اِنَّـا لِلّٰهِ وَاِنَّـا اِلَيْـهِ

---

(۴۶) مقالاتِ شبلی' ج ۷' ص ۱۱۱۔

(۴۷) جماعت اہل حدیث کی تصنیفی خدمات' ص ۵۰-۵۲۔

(۴۸) مولانا شمس الحق ڈیانوی عظیم آبادی' حیات و خدمات' ص ۸۱-۸۳۔

(۴۹) نزہۃ الخواطر' ج ۸' ص ۱۸۰۔

رَاجِعُوْنَ - بقول مولانا ابوالقاسم بنارسی جس وقت دنیا کا آفتاب طلوع ہوا تھا اسی وقت دین کا آفتاب (شمس الحق) غروب ہوا۔ (۵۰)

شرف الحق ڈیانوی

مولانا شرف الحق محمد اشرف بن شیخ امیر علی مولانا شمس الحق عظیم آبادی کے چھوٹے بھائی تھے۔ علومِ اسلامیہ کی تحصیل اپنے برادرِ اکبر مولانا شمس الحق ڈیانوی سے کرنے کے بعد حدیث کی تعلیم حضرت شیخ الکل مولانا سید محمد نذیر حسین محدث دہلوی سے کی۔ فراغت تعلیم کے بعد مولانا شمس الحق ڈیانوی کے قائم کردہ مدرسہ میں درس و تدریس میں مشغول ہوئے۔

مولانا شمس الحق ڈیانوی نے سنن ابی داؤد کی ایک بسیط شرح لکھنے کا ارادہ کیا جس کے لئے آپ نے مختلف کتب حدیث و رجال جمع کیں اور "**غایۃ المقصود فی حل سنن ابی داؤد**" کے نام سے شرح لکھنی شروع کی، مگر بعض وجوہات کی بنا پر درمیان میں ایک مختصر شرح لکھنے کا خیال پیدا ہوا۔ چنانچہ آپ نے "**عون المعبود فی سنن ابی داؤد**" کے نام سے ۴ جلدوں میں شرح مکمل کی۔ اس شرح کی تالیف میں آپ نے علمائے کرام کا ایک بورڈ بنایا جنھوں نے اس شرح کی تالیف میں ان کا ہاتھ بٹایا۔ ان علمائے کرام کے اسمائے گرامی یہ ہیں:

(۱) مولانا شرف الحق محمد اشرف ڈیانوی (۲) مولانا عبدالرحمٰن مبارک پوری صاحب تحفۃ الاحوذی (۳) مولانا حکیم محمد ادریس ڈیانوی (۴) مولانا عبدالجبار بن نور احمد ڈیانوی (۵۱) (۵) مولانا یوسف حسین ہزاروی (۶) مولانا ابو یحییٰ محمد شاہ جہان پوری (۵۲)

مولانا شرف الحق نے ۱۳۲۶ھ میں انتقال کیا۔ (۵۳)

---

(۵۰) البرم، ص ۲۱۲۔ (۵۱) تذکرۃ المحدثین، ج ۱، ص ۳۰۲۔

(۵۲) تراجم علمائے حدیث ہند، ص ۴۰۲۔

(۵۳) مولانا شمس الحق ڈیانوی عظیم آبادی (حیات و خدمات)، ص ۵۶۔

حکیم محمد ادریس ڈیانوی

مولانا حکیم ابوعبداللہ محمد ادریس ڈیانوی بن مولانا شمس الحق ڈیانوی ۱۶ رجب ۱۲۹۸ھ کو پیدا ہوئے۔ دینی تعلیم مکمل کرنے کے بعد انہوں نے طب کی تحصیل کی اور اپنے اطراف کے ایک بڑے طبیب کی حیثیت سے معروف ہوئے۔ مولانا شمس الحق ڈیانوی کے انتقال کے بعد ان کے قائم کردہ مدرسہ جامعہ ازہر کے مہتمم مقرر ہوئے۔ (۵۴) مدرسہ اصلاح المسلمین (پٹنہ) کے ناظم بھی رہے۔ سیاسی اعتبار سے مسلم لیگ سے وابستہ تھے۔ اہل حدیث' امرتسر میں بے شمار علمی و دینی اور تاریخی مقالات لکھے۔ تصنیف میں ایک کتاب "اعدل الاقوال فی بیان الظلم علی العباد" لکھی۔ تقسیم ملک کے بعد ڈھاکہ منتقل ہو گئے۔ یہاں آپ نے دسمبر ۱۹۶۰ء میں وفات پائی۔ (۵۵)

عبداللہ غزنوی

مولانا سید عبداللہ غزنوی للّٰہیت' تقویٰ اور علم دین میں یکتائے روزگار تھے۔ مولانا عبدالحی الحسنی لکھتے ہیں کہ:

> ''حضرت عبداللہ بن محمد بن محمد شریف الغزنوی شیخ تھے' امام تھے' عالم تھے' زاہد تھے' مجاہد تھے' رضائے الٰہی کے حصول میں کوشاں تھے۔ اللہ کی رضا کے لئے اپنی جان' اپنا گھربار' اپنا مال' اپنا وطن سب کچھ لٹا دینے والے تھے۔ علمائے سوء کے خلاف ان کے معرکے مشہور ہیں۔'' (۵۶)

۱۲۳۰ھ میں قلعہ بہادر خیل غزنی میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم علمائے غزنی سے حاصل کرنے کے بعد علامہ حبیب اللہ بن فیض اللہ قندھاری کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ علامہ حبیب اللہ قندھاری مولانا شاہ اسمٰعیل شہید دہلوی سے مستفیض تھے۔ (۵۷)

---

(۵۴) ہندوستان میں اہل حدیث کی علمی خدمات' ص ۱۵۶۔

(۵۵) مولانا شمس الحق ڈیانوی عظیم آبادی (حیات و خدمات)' ص ۷۰

(۵۶) نزہۃ الخواطر' ج ۷' ص ۳۰۲۔

(۵۷) ہندوستان میں اہل حدیث کی علمی خدمات' ص ۱۷۲۔

مولانا عبداللہ غزنوی پیدل غزنی سے قندھار کا سفر کرتے اور علامہ حبیب اللہ قندھاری سے مستفیض ہوتے۔ علامہ قندھاری مولانا عبداللہ سے بہت زیادہ متاثر تھے۔ جب آپ ان کی خدمت میں حاضر ہوتے تو ان کو بہت تعجب ہوتا کہ یہ شخص چند مسائل کی تحقیق کے لئے اتنی لمبی مسافت طے کرتا ہے۔ علامہ قندھاری علماء کی مجلس میں فرمایا کرتے تھے:

''مسائل دینیہ راچنانکہ ایں شخص می فہد من خود نمی فہم۔''(۵۸)

یعنی دینی مسائل کو جس طرح یہ شخص سمجھتا ہے' میں بھی نہیں سمجھتا ہوں۔

حدیث کی تحصیل حضرت شیخ الکل مولانا سید محمد نذیر حسین محدث دہلوی سے کی۔ دہلی میں آپ کے ہم سبق مولانا غلام رسول قلعوی اور مولانا حافظ محمد بن بارک اللہ لکھوی تھے۔ یہ تینوں حضرات ایک ساتھ حضرت میاں صاحب دہلوی کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے۔(۵۹)

تکمیل تعلیم کے بعد واپس وطن آئے اور دین اسلام اور کتاب و سنت میں مصروف ہوئے۔ افغانستان کے عوام اس وقت بدعات اور مشرکانہ رسوم میں مبتلا تھے۔ حتیٰ کہ علماء بھی بدعات اور رسوم کو دین سمجھتے تھے۔ چنانچہ آپ نے ان مشرکانہ رسومات اور بدعات کے خلاف آوازۂ حق بلند کیا اور علوم کتاب وسنت کی طرف متوجہ ہوئے۔ علماء سوء نے آپ کی مخالفت کرنی شروع کی۔ درباری علماء نے ایک طرف خود آپ کی مخالفت پر کمر باندھی' دوسری طرف بادشاہ وقت کو بھی آپ کے خلاف اکسایا' لیکن آپ نے اس کی بالکل پرواہ نہ کی اور اتباع سنت پر کمر باندھی اور مشرکانہ رسومات کے خلاف آواز بلند کی۔ چنانچہ حکومت نے آپ کو گرفتار کرلیا' کوڑوں کی سزا دی' گدھے پر سوار کر کے شہر میں پھرایا۔ آپ کی بہت زیادہ توہین و تذلیل کی گئی' لیکن آپ گھبرائے نہیں اور آپ بلاخوفِ لومۃ لائم اتباع سنت کی دعوت دیتے رہے۔ لیکن علمائے سوء کب خاموش بیٹھنے والے تھے' وہ بادشاہِ وقت کو آپ کے خلاف اکساتے رہے اور آخر بادشاہِ وقت نے آپ کو افغانستان سے جلاوطن کر دیا اور آپ پشاور سے ہوتے ہوئے

---

(۵۸) سوانح عمری' ص ٦۔ (۵۹) داؤد غزنوی' ص ۱۳۔

امرتسر پہنچے‘ جہاں آپ نے مستقل سکونت اختیار کر لی۔

امرتسر میں آپ نے ایک دینی مدرسہ بنام ’’مدرسہ غزنویہ‘‘ کی بنیاد رکھی اور درس وتدریس کا سلسلہ شروع کیا۔ اس کے علاوہ دعوت وتبلیغ کا سلسلہ بھی شروع کیا۔

مولانا سید ابوبکر غزنوی لکھتے ہیں:

’’پشاور میں کچھ مدت قیام فرمایا۔ پھر بعض احباب کی درخواست پر پنجاب کے شہر امرتسر تشریف لے آئے اور کتاب وسنت کی تبلیغ واشاعت میں ڈوب گئے۔ توحید‘ اتباع سنت اور عقائد صحیحہ پر بہت سی کتابوں اور رسالوں کا فارسی اور اردو میں ترجمہ کرواتے رہے‘ اور عام لوگوں کے فائدے کے لئے چھپوا کر تقسیم کرتے رہے۔‘‘(۶۰)

اس سے پہلے آپ مصائب وآلام کا شکار رہے‘ لیکن پائے ثبات میں لغزش نہیں آئی۔ امرتسر میں آپ کو کافی سکون ملا‘ زندگی سکون سے گزرنے لگی اور آپ نے امرتسر کو روحانی تبلیغ کا مرکز قرار دیا۔ آپ جس دور میں تھے اس کا اگر تجزیہ کیا جائے تو اہل حدیث کے چار مراکز قرار پاتے ہیں:

اول سیاسی —— جو پٹنہ میں تھا۔

دوم تدریسی —— جو دہلی میں تھا۔

سوم علمی —— جو بھوپال میں تھا۔

چہارم روحانی —— جو امرتسر میں تھا۔(۶۱)

مولانا سید عبداللہ غزنوی نے ۱۵ ربیع الاول ۱۲۹۸ھ کو امرتسر میں انتقال کیا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ اور امرتسر شہر کے متصل دروازہ سلطان ڈنڈ کے باہر عبدالصمد کشمیری کے تالاب کے کنارے سپردِ خاک کئے گئے۔ (۶۲)

محمد بن عبداللہ غزنوی

مولانا محمد بن عبداللہ غزنوی ایک جلیل القدر عالم اور علم وفضل اور تقویٰ وطہارت کا پیکر تھے۔

---

(۶۰) داؤد غزنوی‘ ص ۲۳۳۔ (۶۱) شیخ عبداللہ غزنوی‘ ص ۴۷۔ (۶۲) ایضاً‘ ص ۴۸۔

مولانا سید عبدالحی الحسنی لکھتے ہیں کہ:

''آپ کے فضل و تقویٰ' دینداری اور شرافت پر عام لوگوں کا اتفاق ہے۔ اس کا انکار وہی کرے گا جس کے دل میں ان کے بارے میں کچھ ہو۔''(۶۳)

آپ کی ولادت بمقام ''صاحبزادہ'' غزنی میں ہوئی۔ مولانا سید عبداللہ غزنوی سے علوم اسلامیہ کی تحصیل کے بعد حضرت شیخ الکل مولانا سید محمد نذیر حسین دہلوی کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اُن سے حدیث کی تعلیم حاصل کی۔ والد محترم کی جلاوطنی کے دور میں ان کے ساتھ تھے اور یہ بھی والد کی طرح مصائب و آلام کا شکار ہوئے۔ آپ کو صرف سنّت رسول اللہ ﷺ کی تائید و حمایت میں دہشت زدہ کیا گیا۔(۶۴)

تصنیف میں تفسیر جامع البیان (عربی) کے حواشی لکھے۔ مولوی ابویحییٰ امام خاں نوشہروی لکھتے ہیں:

''یہ حاشیہ تفسیر جامع البیان پر عبداللہ غزنوی کے ایماء سے میاں فیروز الدین ساکن جموں نے چھپوایا اور کتاب مفت تقسیم ہوئی۔''(۶۵)

آپ کا ایک اور علمی کارنامہ یہ بھی ہے کہ آپ نے ۱۲۹۳ھ میں امام شاہ ولی اللہ دہلوی (م ۱۱۷۶ھ) کی تالیف ''المسوّٰی شرح موطا امام مالک'' کو طبع کرایا۔ یہ المسوّٰی کی سب سے پہلی طباعت تھی۔ مولانا محمد بن عبداللہ غزنوی نے اپنے والد محترم مولانا سید عبداللہ غزنوی کی زندگی میں انتقال کیا۔ علامہ اقبال اپنے ایک خط (۱۹ دسمبر ۱۹۲۲ء) بنام منشی محمد الدین فوق میں لکھتے ہیں:

''مولوی عبداللہ غزنوی حدیث کا درس دے رہے تھے کہ ان کو اپنے بیٹے کے قتل کیے جانے کی خبر ملی' آپ نے ایک منٹ تامل کیا' پھر طلبہ سے مخاطب ہو کر کہا: ''ما برضائے او راضی ہستیم بیاید کہ کار خود بکنیم'' یہ کہہ کر درس میں مشغول ہو گئے۔''(۶۶)

مولانا محمد غزنوی نے ۱۲۹۶ھ میں وفات پائی۔(۶۷)

---

(۶۳) نزھۃ الخواطر' ج ۷' ص ۱۷' ۴۱۸۔ (۶۴) شیخ عبداللہ غزنوی' ص ۱۲۷۔

(۶۵) ہندوستان میں اہل حدیث کی علمی خدمات' ص ۳۷۔

(۶۶) نقوش مکاتیب نمبر' ص ۳۰۳۔ (۶۷) نزھۃ الخواطر' ج ۷' ص ۴۱۸۔

عبداللہ بن عبداللہ غزنوی

مولانا عبداللہ بن عبداللہ غزنوی شیخ غزنوی کے سب سے بڑے صاحب زادے تھے۔ مولانا عبداللہ غزنوی کے انتقال کے بعد ان کے جانشین ہوئے۔ اپنے والد محترم سے علومِ دینیہ کی تعلیم حاصل کرنے کے بعد حضرت شیخ الکل مولانا سید محمد نذیر حسین دہلوی کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان سے حدیث کی تحصیل کی۔

تکمیل تعلیم کے بعد آپ واپس امرتسر آ کر اپنے والد محترم کے قائم کردہ مدرسہ میں درس و تدریس پر مامور ہوئے اور اپنی زندگی کے آخری ایام تک حدیث و تفسیر کا درس دیتے رہے۔ ۱۳۰۰ھ میں اپنے والد مولانا سید عبداللہ غزنوی کے انتقال کے دو سال بعد وفات پائی۔ (۶۸)

عبدالجبار غزنوی

مولانا عبدالجبار غزنوی اپنے برادرِ اکبر مولانا عبداللہ بن عبداللہ غزنوی کے بعد ان کے جانشین مقرر ہوئے۔ مولانا عبدالجبار بہت بڑے محدث اور عالم دین تھے۔ ۱۲۶۸ھ میں غزنی میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم اپنے بھائی مولانا احمد بن عبداللہ اور مولانا محمد بن عبداللہ سے حاصل کی۔ حدیث کی تحصیل مولانا سید محمد نذیر حسین دہلوی سے کی۔ ۲۰ سال کی عمر میں علومِ متداولہ سے فراغت پائی اور اپنے آبائی مدرسہ میں درس و تدریس کا سلسلہ جاری رکھا۔ ۱۳۱۹ھ میں مدرسہ غزنویہ کا نام بدل کر مدرسہ تقویۃ الاسلام رکھا اور اپنے انتقال تک اس مدرسہ میں تدریس فرماتے رہے۔

مولانا عبدالجبار کا حافظہ بہت قوی تھا۔ بہت زیادہ ذہین تھے۔ مطالعہ بہت کرتے تھے۔ فہم و فراست سے انہیں وافر حصہ ملا تھا۔ دنیا و اہل دنیا سے الگ تھلگ رہتے تھے۔ اللہ کی عبادت میں مصروف رہتے اور مخلوق کو اللہ کی طرف بلانے میں مشغول رہتے۔ (۶۹)

(۶۸) ہندوستان میں اہل حدیث کی علمی خدمات، ص ۱۷۴۔

(۶۹) نزہۃ الخواطر، ج ۸، ص ۲۱۸، ۲۱۹۔

مولوی ابو یحییٰ امام خاں نوشہری لکھتے ہیں:

''مولوی عبدالجبار حدیث' تفسیر میں بے بدل تھے۔ اپنے ظاہری' باطنی صلاح و تقویٰ کی وجہ سے خود نہیں دوسروں نے آپ کو امام صاحب سے خطاب کیا اور بجا طور پر۔''(۷۰)

آپ کے تلامذہ کی فہرست میں مشہور علمائے حدیث کے نام ملتے ہیں۔ مولانا حافظ عبداللہ روپڑی' مولانا حافظ محمد محدث گوندلوی' مولانا محمد حسین ہزاروی' مولانا ابو اسحاق نیک محمد وغیرہم آپ کے ارشد تلامذہ میں سے تھے۔(۷۱)

مولانا عبدالجبار غزنوی حلیم الطبع' شریف النفس' عظیم المرتبت اور فنا فی اللہ شخصیت کے مالک تھے۔ ان کے فیضان سے نہ صرف پنجاب بھر میں بلکہ برصغیر کے دُور دراز علاقوں میں اللہ تعالیٰ نے بے شمار انسانوں کو توحید و سنت کی راہ پر گامزن کیا۔(۷۲)

مولانا عبدالجبار غزنوی نے ۲۵ رمضان المبارک ۱۳۳۱ھ بروز جمعۃ الوداع امرتسر میں انتقال کیا۔(۷۳)

عبدالواحد غزنوی

مولانا عبدالواحد غزنوی بن مولانا سید عبداللہ غزنوی نیکی' خلوص' للّٰہیت' ذکر و فکر' عبادت و ریاضت' تقویٰ و طہارت' تزکیۂ قلب اور دعوت و ارشاد میں اپنے والد محترم کے نقشِ قدم پر چلتے تھے۔ مولانا سید عبدالجبار غزنوی کے انتقال کے بعد ان کے جانشین ہوئے۔ دینی علوم کی تعلیم اپنے بھائیوں مولانا محمد بن عبداللہ' مولانا احمد بن عبداللہ اور مولانا سید عبدالجبار غزنوی سے حاصل کی۔ اپنے والد محترم مولانا سید عبداللہ غزنوی سے بھی اکتسابِ فیض کیا۔ حدیث کی تحصیل حضرت شیخ الکل مولانا سید محمد نذیر حسین دہلوی سے کی۔ فراغت تعلیم کے بعد کچھ مدت مدرسہ غزنویہ میں تدریس فرمائی' لیکن بعد میں مولانا سید عبدالجبار غزنوی کی تحریک پر مسجد چینیانوالی لاہور تشریف لے آئے

(۷۰) ہندوستان میں اہل حدیث کی علمی خدمات' ص ۱۷۴۔ (۷۱) ایضاً

(۷۲) تحریک اہل حدیث تاریخ کے آئینے میں' ص ۳۴۱۔

(۷۳) نزھۃ الخواطر' ج ۷' ص ۲۱۹۔

اور تمام زندگی اس مسجد میں گزار دی۔

مولانا عبدالواحد غزنوی کا درسِ قرآن بڑا پُر تاثیر ہوتا تھا۔ لوگ دُور دُور سے آ کر اُن کے درسِ قرآن میں شریک ہوتے اور ان کے فیوض و برکات سے مستفیض ہوتے۔ لاہور میں بدعات اور مشرکانہ رسومات کا بہت زور تھا اور بدعات و مشرکانہ رسومات کے پھیلاؤ میں مولوی دیدار علی بریلوی کا بہت زیادہ ہاتھ تھا۔ اس تیرہ و تاریک ماحول میں لاہور میں مولانا عبدالواحد غزنوی کے درسِ قرآن و حدیث' خطباتِ جمعہ اور مولانا احمد علی لاہوری (دیوبندی) کی توحید و سنّت کی تبلیغ نے لاہور کی کایا پلٹ کر رکھ دی۔ (۷۴)

مولانا عبدالمجید سوہدروی لکھتے ہیں کہ:

> "مولانا عبدالواحد غزنوی نہایت صالح، مخلص، متقی اور خدا رسیدہ انسان تھے۔ نماز نہایت خشوع و خضوع سے پڑھا کرتے تھے' جس سے خشیت الٰہی طاری ہو جاتی تھی۔ اور دعا میں اکثر تضرع و زاری ہوا کرتی جس سے حاضرین پر خاص اثر پڑتا۔" (۷۵)

۱۹۲۶ء میں سلطان عبدالعزیز والیٔ سعودی عرب نے مکہ مکرمہ میں مؤتمر عالم اسلامی کا اجلاس بلایا تھا۔ اس میں آل انڈیا اہلحدیث کو بھی دعوت دی گئی تھی۔ جو چار رکنی وفد مؤتمر کے اجلاس میں شریک ہوا تھا اُس کے ایک رکن مولانا عبدالواحد غزنوی بھی تھے۔ دوسرے ارکان یہ تھے: مولانا ثناء اللہ امرتسری (قائد وفد)' حافظ حمید اللہ دہلوی اور مولانا سید اسمٰعیل غزنوی۔ (۷۶)

مولانا عبدالواحد غزنوی نے ۱۹۳۰ء میں وفات پائی۔ (۷۷)

---

(۷۴) تحریک اہل حدیث تاریخ کے آئینے میں' ص ۳۴۳۔

(۷۵) سیرتِ ثنائی' ص ۳۷۵۔

(۷۶) میاں فضل حق اور ان کی خدمات' ص ۱۱۸۔

(۷۷) ایضاً' ص ۱۴۲۔

عبدالقدوس غزنوی

مولانا عبدالقدوس غزنوی بن مولانا عبداللہ غزنوی ممتاز عالم دین اور تقویٰ و طہارت کا نمونہ تھے۔ مولانا محمد بن عبداللہ اور مولانا سید عبدالجبار غزنوی سے دینی تعلیم حاصل کی اور اپنے والد محترم سے بھی اکتسابِ فیض کیا۔ حدیث کی تحصیل حضرت شیخ الکل مولانا سید محمد نذیر حسین دہلوی سے کی۔ (۷۸)

فراغت کے بعد اپنی زندگی درس و تدریس اور وعظ و تبلیغ میں گزار دی۔ امرتسر میں وفات پائی۔

عبدالاوّل غزنوی

مولانا سید عبدالاوّل بن مولانا محمد بن سید عبداللہ غزنوی علمائے فحول میں سے تھے۔ علومِ اسلامیہ کی تعلیم اپنے والد مولانا محمد بن عبداللہ اور اپنے چچا مولانا سید عبدالجبار غزنوی سے حاصل کی۔ حدیث کی تحصیل مسند الوقت مولانا سید محمد نذیر حسین دہلوی سے کی۔ فراغت کے بعد اپنی ساری زندگی مدرسہ غزنویہ امرتسر میں تدریس میں گزار دی۔ مولانا عبدالاوّل غزنوی بہت بلند مرتبہ مدرس تھے۔ تفسیر' حدیث اور فقہ پر مکمل عبور تھا۔

تدریس کے ساتھ ساتھ تصنیف و تالیف کا بھی بہت عمدہ ذوق رکھتے تھے۔ عربی سے اُردو ترجمہ کرنے کی مکمل دسترس حاصل تھی۔ آپ نے جن کتب حدیث کا اُردو میں ترجمہ کیا' ان کی تفصیل یہ ہے:

۱) نصرۃ الباری فی ترجمۃ صحیح البخاری (۶ جلد)

۲) انعام المنعم فی ترجمۃ الصحیح مسلم

۳) الرّحمۃ المہداۃ الی ما یرید ترجمۃ المشکوۃ (۴ جلد)

۴) ترجمۃ ریاض الصالحین (۷۹)

مولانا سید عبدالاوّل غزنوی نے ۱۳۱۳ھ میں امرتسر میں انتقال کیا۔ (۸۰)

---

(۷۸) الحیاۃ بعد المماۃ' ص ۳۵۲۔

(۷۹) جماعت اہل حدیث کی تصنیفی خدمات' ص ۶۷' ۶۸۔

(۸۰) ہندوستان میں اہل حدیث کی علمی خدمات' ص ۱۷۴۔

عبدالغفور غزنوی

مولانا عبدالغفور غزنوی بن مولانا محمد غزنوی بن مولانا سید عبداللہ غزنوی بلند پایہ عالم' مترجم' مدرس اور تقویٰ و طہارت کا پیکر تھے۔ دینی علوم کی تعلیم اپنے والد مولانا محمد غزنوی اور چچا مولانا عبدالجبار غزنوی سے حاصل کی۔ حدیث کی تحصیل شیخ الکل مولانا سید محمد نذیر حسین دہلوی سے کی۔ (۸۱) دہلی سے فراغت کے بعد مدرسہ تقویۃ الاسلام امرتسر میں مدتوں حدیث پڑھاتے رہے۔ ۱۳۴۷ھ میں اپنا علیحدہ مدرسہ قائم کیا' جس کا نام مدرسہ سلفیہ غزنویہ رکھا۔ (۸۲) ان کے تلامذہ کی تعداد بہت زیادہ ہے۔ مشہور تلامذہ یہ ہیں:
مولانا حافظ محمد گوندلوی (م ۱۹۸۵ء) اور مولانا محمد اسماعیل السلفی (م ۱۹۶۸ء)(۸۳)

مولانا عبدالغفور غزنوی کو شیخ الاسلام ابن تیمیہ اور حافظ ابن القیم کی تصانیف سے عشق تھا۔ آپ نے اپنے مدرسہ غزنویہ میں شیخین کی کئی کتابیں نصاب میں شامل کی ہوئی تھیں۔ مولوی سید رفیع الدین بخاری سوہدروی (م ۱۹۷۹ء) نے مجھ سے کئی دفعہ بیان کیا کہ میں نے دینی علوم کی تحصیل مولانا مفتی محمد حسن امرتسری سے کی' حدیث مولانا عبدالغفور غزنوی سے پڑھی اور اس کے ساتھ حافظ ابن تیمیہ اور امام ابن قیم کی بعض کتابیں درساً پڑھیں۔

مولانا عبدالغفور غزنوی کو تفسیر قرآن اور حدیث و فقہ پر کافی عبور تھا۔ تصنیف و تالیف کا بھی عمدہ ذوق رکھتے تھے۔ آپ کی تصانیف درج ذیل ہیں:

تفسیر قرآن میں ''حمائل غزنویہ''۔ سلفی طریقہ پر حواشی لکھے۔

حدیث میں مشکوۃ 'الانوار لتسہیل مشارق الانوار' ریاض الصالحین ترجمہ و حواشی' بلوغ المرام ترجمہ و حواشی' اور الحزب الاعظم لکھیں۔ (۸۴)

مولانا عبدالغفور غزنوی نے جولائی ۱۹۳۵ء میں امرتسر میں انتقال کیا۔ (۸۵)

---

(۸۱) الحیاۃ بعد المماۃ' ص ۳۵۲۔
(۸۲) ہندوستان میں اہل حدیث کی علمی خدمات' ص ۱۷۶۔ (۸۳) ایضاً' ۱۷۵۔
(۸۴) جماعت اہل حدیث کی تصنیفی خدمات' ص ۶۷' ۳۳۹۔
(۸۵) ہندوستان میں اہل حدیث کی علمی خدمات' ص ۱۷۶۔

عبدالحمید سوہدروی

مولانا عبدالحمید سوہدروی بن مولانا غلام نبی الربانی سوہدروی جلیل القدر عالم دین اور محدث تھے۔ ۱۳۰۰ھ/۱۸۸۲ء میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی کتابیں اپنے والد محترم سے پڑھیں۔ بعد ازاں علومِ اسلامیہ کی تحصیل مولانا حافظ عبدالمنان وزیرآبادی (م۱۳۳۴ھ) سے کی۔ مولانا حافظ عبدالمنان نے ان کی خوش خصالی دیکھ کر اپنی دامادی میں لے لیا تھا۔ (۸۶) وزیرآباد میں تکمیل تعلیم کے بعد حضرت شیخ الکل مولانا سید محمد نذیر حسین دہلوی کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حافظ صاحب نے ایک سفارشی خط بھی حضرت شیخ الکل مرحوم و مغفور کے نام دیا۔

> السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!
> مزاجِ گرامی بخیر۔ عزیزم مولوی عبدالحمید سوہدروی آپ کی خدمت میں بغرضِ تعلیم حاضر ہو رہے ہیں۔ ان کی تعلیم کی طرف حضور توجہ خاص مبذول فرمائیں۔ امید ہے آپ خیریت سے ہوں گے۔ (۸۷)

دہلی سے فراغت کے بعد مولانا شمس الحق ڈیانوی عظیم آبادی صاحب عون المعبود سے بھی استفادہ کیا۔ عظیم آباد سے آپ بھوپال تشریف لے گئے اور علامہ حسین بن محسن انصاری الیمانی (م۱۳۲۷ھ) سے بھی حدیث کی سند و اجازت حاصل کی۔

تکمیل تعلیم کے بعد سوہدرہ تشریف لائے اور مدرسہ حمیدیہ کے نام سے ایک دینی درس گاہ قائم کی۔ اندرونی طلبہ کے علاوہ بیرونی طلبہ بھی حاضر ہوتے تھے۔ مدرسہ میں صرف ونحو اور حدیث و تفسیر کے اسباق پڑھائے جاتے تھے۔ آپ سے بیسیوں افراد نے اکتسابِ فیض کیا۔ چند اہم نام یہ ہیں:

(۱) مولوی نظام الدین کٹھوروی سوہدروی' (۲) حافظ محمد حیات سوہدروی' (۳) مولوی ہدایت اللہ سوہدروی' (۴) مولوی ابوالبشیر مراد علی کٹھوروی' (۵)

---

(۸۶) تذکرہ بزرگانِ دین علوی سوہدرہ' ص ۵۵۔

(۸۷) الحیاۃ بعد المماۃ' ص ۱۵۲۔

مولوی ابو یحییٰ امام خاں نوشہروی' (٦) مولوی عبدالعزیز خونی چک ضلع گجرات (۸۸)

سوہدرہ اور اس کے گرد و نواح میں ان کی وجہ سے توحید و سنّت کی بہت اشاعت ہوئی اور ان ہی کی تبلیغ سے سوہدرہ کی ککے زئی برادری نے مسلک اہل حدیث اختیار کیا۔ ان کا وعظ نہایت مؤثر ہوتا تھا۔ وعظ کے شروع میں عموماً یہ شعر پڑھا کرتے تھے ؎

غنیمت جان لو مل بیٹھنے کو

جدائی کی گھڑی سر پر کھڑی ہے!

تصنیف میں "عمدة الاحكام عن سيّد الانام" مصنفہ شیخ تقی الدین ابی عبداللہ محمد بن عبدالغنی بن عبدالواحد بن سرور الجماعیلی (م ٦١٠ھ) کی شرح بنام "زبدة المرام" لکھی۔ (۸۹)

مولانا عبدالحمید نے ۷ جمادی الاخریٰ ۱۳۳۰ھ / ۲۴ مئی ۱۹۱۲ء بعمر ۳۰ سال انتقال کیا۔ عمر تھوڑی پائی تھی' ابھی سنبھلنے بھی نہ پائے تھے کہ مرحوم ہو گئے۔ ۱۳۰۰ھ میں پیدا ہوئے' ۱۳۳۰ھ میں دنیا سے سدھار گئے۔ ۳۰ سال کو ابتدائے عمر کے طبعی مشاغل میں تقسیم کیجئے تو عملی زندگی کے پانچ چھ سال سے زیادہ نہ آئیں گے۔ مہلت ملتی تو دُنیا میں نام پیدا کرتے۔ پنجاب کے مشہور واعظ اور مبلغ مولانا عبدالمجید خادم سوہدروی آپ کے صاحب زادے تھے۔ (۹۰)

سید شریف حسین دہلوی

مولانا سید شریف حسین بن مولانا سید نذیر حسین دہلوی ۱۲۴۸ھ میں دہلی میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی کتابیں مولوی عبدالرزاق' اپنے نانا مولانا عبدالخالق دہلوی اور مولوی رحمت اللہ بیگ سے پڑھیں۔ تفسیر' حدیث اور فقہ میاں صاحب سے پڑھی اور سند و اجازتِ حدیث محی السنۃ مولانا سید نواب صدیق حسن خاں اور علامہ حسین بن محسن

(۸۸) ہندوستان میں اہل حدیث کی علمی خدمات' ص ۱۸۸۔

(۸۹) جماعت اہل حدیث کی تصنیفی خدمات' ص ۸۷۔

(۹۰) تذکرہ بزرگان علوی سوہدرہ' ص ۶۲۔

انصاری سے حاصل کی۔ (۹۱)

حافظہ قوی تھا۔ زمانہ طالب علمی ہی میں دورانِ مطالعہ کتابوں پر حواشی لکھتے رہتے تھے اور اپنے والد محترم حضرت میاں صاحب کے اوقاتِ تدریس کے ساتھ افتاء میں شریک ہوتے تھے اور فتویٰ نویسی کا کام بھی آپ کے ذمہ تھا۔ (۹۲)

تدریس کے ساتھ میاں صاحب کی مسجد کے امام بھی تھے۔ آپ کے تلامذہ میں قابل ذکر مولوی حاجی عبدالغفار صاحب آف علی جان تھے۔ (۹۳)

حضرت میاں صاحب کی زندگی میں بعمر ۵۷ سال ۶ جمادی الاخریٰ ۱۳۰۴ھ / ۲ مارچ ۱۸۸۷ء کو انتقال کیا۔ (۹۴)

سید عبدالسلام دہلوی

مولانا سید عبدالسلام بن مولانا سید شریف حسین بن مولانا سید محمد نذیر حسین محدث دہلوی جلیل القدر عالم اور محدث تھے۔ دینی علوم کی تعلیم میں منجملہ دیگر حضرات کے مولوی محمد اسحاق رام پوری سے بھی استفادہ کیا۔ تفسیر اور حدیث کی تحصیل حضرت میاں صاحب سے کی۔ تفسیر و حدیث کا بحرِ زخار تھے۔ علم میراث میں بہت زیادہ دستگاہ حاصل تھی۔ خط نستعلیق عربی و فارسی دونوں میں یدطولیٰ رکھتے تھے۔ مزاج امیرانہ، کم سخن مگر "خَیْرُ النَّاسِ مَنْ یَنْفَعُ النَّاسَ" کا مصداق تھے۔ حضرت میاں صاحب کی نمازِ جنازہ آپ نے پڑھائی تھی۔

مولانا سید عبدالسلام نے ۵۵ سال کی عمر میں ۴ محرم الحرام ۱۳۳۵ھ مطابق یکم نومبر ۱۹۱۶ء دہلی میں انتقال کیا اور شیدی پورہ کے قبرستان میں اپنے والد کے پہلو میں دفن ہوئے۔ (۹۵) آپ کے بعد شیخ الکل مولانا سید محمد نذیر حسین دہلوی کے خاندان کا کوئی فرد اپنے اسلاف کا جانشین نہ بن سکا۔

---

(۹۱) تراجم علمائے حدیث ہند' ۱۶۲۔ (۹۲) نزہۃ الخواطر' ج ۸' ص ۱۷۸۔

(۹۳) تراجم علمائے حدیث ہند' ص ۱۶۲۔

(۹۴) الحیاۃ بعد المماۃ' ص ۱۰۲۔ (۹۵) تراجم علمائے حدیث ہند' ص ۱۶۷۔

آئے ہے بے کسی عشق پہ رونا غالب
کس کے گھر جائے گا یہ سیل بلا میرے بعد

عبدالرحمٰن شاہ پوری

مولانا عبدالرحمٰن شاہ پوری بن فتح دین ممتاز علمائے کرام میں سے تھے۔ مولانا فقیراللہ مدراسی کے چھوٹے بھائی تھے۔ ابتدائی تعلیم اپنے برادر بزرگ مولانا محمد بن فتح دین (م ۱۳۱۱ھ) سے حاصل کی۔ بعدازاں مختلف اساتذہ سے دہلی جا کر علوم اسلامیہ میں استفادہ کیا۔ ان کے اساتذہ میں مولانا ظفرالدین' مولانا محمد یٰسین رحیم آبادی' مولانا محمد اسحاق منطقی اور مولانا حافظ نذیر احمد خاں دہلوی کے نام ملتے ہیں۔ مولانا یوسف حسین ہزاروی سے بھی استفادہ کیا۔ حدیث کی تحصیل پہلے استاد پنجاب مولانا حافظ عبدالمنان محدث وزیرآبادی سے کی۔ اس کے بعد شیخ الکل مولانا سید محمد نذیر حسین دہلوی سے بھی استفادہ کیا۔ (۹۶) اور آخر میں علامہ حسین بن محسن الیمانی انصاری سے بھی حدیث کی سندواجازت حاصل کی۔

تعلیم سے فراغت کے بعد دہلی میں قیام کیا۔ پہلے صدر بازار دہلی میں پڑھاتے رہے' پھر ایک مدت تک محلہ کشن گنج کی مسجد میں تدریس فرمائی۔ اور بعد میں مدرسہ میاں صاحب میں تدریسی خدمات انجام دیں۔ مولانا عبدالحی الحسنی لکھتے ہیں:

اخذ الحدیث من السید محمد نذیر حسین الدهلوی المحدث والشیخ حسین بن محسن السبعی الانصاری الیمانی ودرس بدهلی فی صدر بازار ثم کشن گنج زماناً طویلاً ثم تصدر بمدرسة السید نذیر حسین المذکور (۹۷)

ان کے تلامذہ کی فہرست طویل ہے۔ علامہ عبدالعزیز میمن راجکوٹی سابق پروفیسر عربی ادبیات مسلم یونیورسٹی علی گڑھ آپ کے ارشد تلامذہ میں سے تھے۔ (۹۸) مولانا عبدالرحمٰن شاہ پوری نے ۱۳۶۳ھ میں وفات پائی۔

---

(۹۶) تراجم علمائے حدیث ہند' ص ۱۸۵۔

(۹۷) نزھۃ الخواطر' ج ۸' ص ۲۴۸۔ (۹۸) تحریک اہل حدیث تاریخ کے آئینے میں' ص ۳۹۰۔

فقیر اللہ مدراسی

مولانا فقیر اللہ بن فتح دین بن عبداللہ علمائے فحول میں سے تھے۔ آپ کی پیدائش موضع کٹھہ مصرال ضلع خوشاب میں ۱۲۸۰ھ میں ہوئی۔ ابتدائی کتابیں اپنے برادر بزرگ مولانا محمد بن فتح الدین بن عبداللہ سے پڑھیں۔ اس کے بعد مولانا حافظ عبدالمنان وزیر آبادی اور مولانا سید عبدالجبار غزنوی سے علوم اسلامیہ میں استفادہ کیا۔ مولانا محمد بشیر سہوانی سے بھی اکتسابِ فیض کیا۔ حدیث کی تحصیل شیخ الکل مولانا سید محمد نذیر حسین دہلوی اور علامہ حسین بن محسن انصاری الیمانی سے کی۔ (۹۹)

تعلیم سے فراغت کے بعد حضرت میاں صاحب نے آپ کو بنگلور بھیج دیا۔ وہاں آپ نے ''نصرۃ الاسلام'' کے نام سے ایک دینی مدرسہ قائم کیا جس میں کافی عرصہ تدریس فرماتے رہے۔ اس کے بعد مدراس تشریف لے گئے اور وہاں ساری عمر تدریس میں گزاردی۔ اس لئے مدراسی مشہور ہوئے۔

مولوی ابویحییٰ امام خاں نوشہروی (م ۱۹۶۷ء) لکھتے ہیں:

> ''مرحوم جماعتی ضروریات کی وجہ سے مدراس کی طرف تشریف لے گئے اور تدریس وتبلیغ کے ذریعے دین کی خدمت میں منہمک ہوئے۔'' (۱۰۰)

مدراس میں مدرسہ احیاء العلوم کے نام سے ایک دینی درس گاہ قائم کی اور ساری زندگی اس مدرسہ میں تدریس فرماتے رہے۔ مجاہدین کی جماعت سے بھی تعلق رہا اور وہاں سے رقوم جمع کر کے بھجواتے رہے۔ (۱۰۱)

درس وتدریس کے ساتھ تصنیف وتالیف کا بھی عمدہ ذوق رکھتے تھے۔ آپ نے درج ذیل کتابیں تصنیف کیں۔

۱) القول المصدوق فی اثبات التشهد للمسبوق

---

(۹۹) نزہۃ الخواطر ج ۸ ص ۳۶۵۔

(۱۰۰) ہندوستان میں اہل حدیث کی علمی خدمات' ۱۶۵۔

(۱۰۱) سیرتِ ثنائی' ص ۳۷۲۔

۲) رسالة فی اثبات الجهر بالفاتحة فی الجنازة

۳) التبری فی افتراء المفتری (۱۰۲)

مولانا فقیر اللہ مدراسی نے دو شادیاں کیں۔ پہلی بیوی سے جو پنجاب سے تھی، دو صاحب زادے مولوی حافظ عبداللہ اور مولوی حافظ احمد سعید اور دو صاحب زادیاں (اہلیہ مولانا حافظ محمد محدث گوندلوی اور اہلیہ مولانا نجم الدین مرحوم پروفیسر اورینٹل کالج لاہور) پیدا ہوئیں۔ دوسری شادی مدراس میں مولانا محمد اسمٰعیل مدراسی کی ہمشیرہ سے ہوئی۔ ان سے دو صاحب زادیاں اور ایک صاحب زادہ مولانا عطاء اللہ سلفی پیدا ہوئے۔ (۱۰۳)

مولانا فقیر اللہ نے ۹ شوال ۱۳۴۱ھ کو انتقال کیا اور بنگلور میں دفن ہوئے۔ (۱۰۴)

ابوسعید شرف الدین دہلویؒ

مولانا ابوسعید شرف الدین دہلوی جلیل القدر عالم اور محدث تھے۔ ان کا تعلق گجرات (پنجاب) سے تھا۔ ۶ سال کے تھے کہ آپ کی والدہ نے انتقال کیا۔ آپ کی خالہ محترمہ آپ کو شاہ پور پنجاب لے گئیں۔ ابتدائی کتابیں ملتان میں پڑھیں۔ ملتان میں آپ کے استاد مولانا عبدالحق محدث ملتانی تھے۔ اس کے بعد آپ مزید تعلیم کے لئے مرکز علم دہلی چلے گئے۔ دہلی میں آپ نے جن علمائے کرام سے مختلف علوم وفنون میں اکتسابِ فیض کیا ان میں مولانا حافظ عبداللہ بیگ، مولانا حکیم عبدالوہاب نابینا، مولانا حافظ نذیر احمد خاں دہلوی اور مولانا محمد بشیر سہوانی شامل ہیں۔ حدیث کی تحصیل مولانا شمس الحق ڈیانوی عظیم آبادی صاحب عون المعبود، شیخ الکل مولانا سید محمد نذیر حسین دہلوی اور علامہ حسین بن محسن انصاری الیمانی سے کی۔ (۱۰۵)

فراغت تعلیم کے بعد مستقل طور پر دہلی میں سکونت اختیار کی اور درس وتدریس کا سلسلہ شروع کیا۔ کچھ عرصہ مدرسہ ریاض العلوم اور مدرسہ میاں صاحب میں تدریسی

---

(۱۰۲) جماعت اہلحدیث کی تصنیفی خدمات، ص ۱۶۰، ۱۷۹، ۴۹۸۔

(۱۰۳) سیرت ثنائی، ص ۳۷۳۔ (۱۰۴) نزہۃ الخواطر، ج ۸، ص ۳۶۵۔

(۱۰۵) تراجم علمائے حدیث ہند ص ۱۸۱۔ تحریک اہلحدیث تاریخ کے آئینے میں، ص ۲۸۷۔

خدمات انجام دیں۔[106] ۱۳۵۰ھ میں دہلی میں مسجد پل بنگش میں خود اپنا مدرسہ بنام ''مدرسہ سعیدیہ عربیہ'' قائم کیا۔ آپ کے تلامذہ کی فہرست طویل ہے۔ قیامِ پاکستان کے بعد کراچی تشریف لائے اور یہاں بھی درس وتدریس کا سلسلہ جاری رکھا۔ پاکستان میں آپ کے مشہور تلامذہ میں مولانا محمد عطاء اللہ حنیف بھوجیانی (م ۱۴۰۸ھ)' مولانا علی محمد سعیدی' مولانا عبدالرحمٰن عتیق وزیر آبادی اور مولانا قاضی محمد اسلم سیف قابل ذکر ہیں۔

مولانا ابوسعید شرف الدین تصنیف وتالیف کا بھی عمدہ ذوق رکھتے تھے۔ آپ نے عربی اور اُردو میں قابل قدر کتابیں تصنیف کیں۔

خدمت حدیث میں آپ کی تصانیف درج ذیل ہیں:

(۱) تخریج آیات الجامع الصحیح البخاری (عربی)

(۲) شرح سنن ابن ماجه (عربی)

(۳) تنقیح الرواۃ فی تخریج احادیث المشکوۃ (عربی)(نصف ثانی)

(۴) نصب الرایة فی تخریج الهدایة (عربی)

مولانا ابوسعید شرف الدین نے ۱۳۸۱ھ مطابق ۱۹۶۱ء میں کراچی میں انتقال کیا۔[108]

سلامت اللہ جیراج پوری

مولانا سلامت اللہ جیراج پوری بن رجب علی ممتاز علمائے حدیث میں سے تھے۔ بچپن میں یتیم ہو گئے۔ سوائے والدہ کے اور کوئی سرپرست نہ تھا۔ حصولِ علم کا بہت شوق تھا۔ دس گیارہ سال کی عمر میں حصولِ تعلیم کے لئے جون پور پہنچے اور مولانا مفتی محمد یوسف فرنگی محلی سے کتب درسیہ پڑھیں۔ اس کے بعد سہارن پور چلے گئے۔ وہاں آپ نے مولانا احمد علی سہارن پوری سے استفادہ کیا۔

---

(۱۰۶) ہندوستان میں اہل حدیث کی علمی خدمات' ص ۱۱۶۔

(۱۰۷) جماعت اہلحدیث کی تصنیفی خدمات' ص ۴۸۔

(۱۰۸) تفسیر احسن التفاسیر' ج ا' ص ۱۳۔

مولانا عبدالحی الحسنی لکھتے ہیں:

ثم دخل جون بور وقرأ الكتب على المفتي يوسف بن اصغر اللكهنوى ثم سافر الى سهارن بور وقرأ الحديث على الشيخ احمد علي بن لطف الله الحنفي السهارن بوري (۱۰۹)

سہارن پور سے آپ دہلی تشریف لائے اور مولانا سید محمد نذیر حسین دہلوی سے حدیث کی تکمیل کی۔

ثم اسند الحديث عن السيد نذير حسين الدهلوى (۱۱۰)

تکمیل تعلیم کے بعد توحید وسنّت کی اشاعت اور تبلیغ کرنے لگے۔ صاحب تراجم علمائے حدیث ہند لکھتے ہیں:

''بنارس، جون پور، غازی پور، گونڈہ اور بالخصوص اعظم گڑھ میں اُن کی ذات سے توحید وسنّت کی بہت اشاعت ہوئی اور سینکڑوں مواضعات سے شرک وبدعت کو نابید کردیا۔ مناظرہ میں اپنے عہد کے امام تھے اور وعظ وتذکیر میں ان جیسا بے نظیر عالم اعظم گڑھ میں پیدا نہیں ہوا۔ اعظم گڑھ کے مسلمانوں کے دلوں میں ان کا بہت زیادہ احترام تھا۔''(۱۱۱)

مولانا محمد بشیر سہسوانی کی ریٹائرمنٹ کے بعد نواب شاہ جہان بیگم صاحبہ بھوپال نے آپ کو مدرسہ سلیمانیہ بھوپال کا مہتمم اور بھوپال کے دینی مدارس کا افسراعلیٰ مقرر کیا اور مدرسہ سلیمانیہ میں آپ نے زندگی کے آخری ایام تک تدریس فرمائی۔ (۱۱۲)

آپ کے تلامذہ میں مشاہیر علماء شامل ہیں۔ مولانا حفیظ اللہ سابق پرنسپل ندوۃ العلماء لکھنؤ اور مولانا حافظ احمد اللہ سابق شیخ الحدیث دارالحدیث رحمانیہ دہلی آپ کے ارشد تلامذہ میں سے تھے۔ (۱۱۳)

مولانا سلامت اللہ نے ۵۳ سال کی عمر میں ۳۰ ربیع الاول ۱۳۲۲ھ مطابق ۱۵ جون

---

(۱۰۹) نزہۃ الخواطر، ج ۹، ص ۱۶۰۔ (۱۱۰) ایضاً

(۱۱۱) تراجم علمائے حدیث ہند، ص ۳۸۷۔

(۱۱۲) نزہۃ الخواطر، ج ۸، ص ۱۶۰۔

(۱۱۳) تراجم علمائے حدیث ہند، ص ۳۸۸۔

۱۹۰۴ء کو بھوپال میں انتقال کیا اور وہیں مدفون ہوئے۔ (۱۱۴)

محمد حسین بٹالوی

مولانا ابوسعید محمد حسین بن رحیم بخش علماء کبار میں سے تھے۔ ۱۷ محرم الحرام ۱۲۵۶ھ / مطابق ۱۰ فروری ۱۸۴۱ء بٹالہ ضلع گورداس پور میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم اپنے وطن میں حاصل کرنے کے بعد دہلی کا رخ کیا۔ دہلی میں مفتی صدر الدین آزردہ دہلوی (م ۱۲۸۵ھ) اور مولانا نور الحسن کاندھلوی سے علومِ اسلامیہ میں تعلیم حاصل کی۔ علی گڑھ اور لکھنؤ کے علمائے کرام سے بھی استفادہ کیا۔ ۱۲۸۱ھ میں سند فراغت حاصل کی اور ۱۲۸۲ھ میں حضرت شیخ الکل مولانا سید محمد نذیر حسین محدث دہلوی کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان کی خدمت میں کافی عرصہ رہ کر حدیث کی تکمیل کی۔

مولانا عبدالحی الحسنی لکھتے ہیں

ثم لازم السیّد نذیر حسین المحدّث وقرأ الموطأ والمشکوۃ والصّحاح السّتۃ وصحبہ مدّۃ (۱۱۵)

''مولانا سید محمد نذیر حسین دہلوی کی خدمت میں کافی عرصہ رہ کر موطا امام مالک، مشکوۃ اور صحاحِ ستہ کی تکمیل کی۔''

تحصیل علم کے بعد وطن واپس آکر تصنیف و تدریس میں مشغول ہوئے اور مولانا سید محمد نذیر حسین دہلوی کے طریقہ کے مطابق فجر کی نماز کے بعد اپنی مسجد میں درسِ قرآن شروع کیا، جس کی وجہ سے آپ کی دُور دُور تک شہرت ہوگئی۔ (۱۱۶)

۱۲۹۲ھ / ۱۸۷۷ء میں آپ نے ماہنامہ ''اشاعۃُ السنّہ'' جاری کیا جس کا مقصد اسلام اور اہل حدیث مسلک کی اشاعت تھی۔ مولوی امام خاں نوشہروی مرحوم اس کے بارے میں لکھتے ہیں کہ:

''جماعت اہل حدیث کا سب سے پہلا رسالہ جس نے کئی سال تک علم وفن کی

---

(۱۱۴) نزہۃ الخواطر، ج ۸، ۱۶۰۔ (۱۱۵) ایضاً، ص ۴۲۸۔

(۱۱۶) حیاتِ شیخ سید نذیر حسین دہلوی، ص ۷۷۔

خدمت کی، عیسائیوں کے الزامات کا جواب دیا اور مرزائے قادیاں کی کفرہ کا استیصال کیا۔"(۱۱۷)

مولانا محمد حسین بٹالوی نے ادیانِ باطلہ کی تردید میں جو کارہائے نمایاں سرانجام دیئے اُن کی مثال تاریخ میں ملنی مشکل ہے۔ مولانا بٹالوی کا سب سے بڑا علمی کارنامہ یہ ہے کہ آپ نے پورے برصغیر کا دورہ کر کے مرزا غلام احمد قادیانی کے خلاف ایک ہزار علمائے کرام سے فتویٰ حاصل کیا اور سب علمائے کرام نے متفقہ فیصلہ کیا کہ:

"مرزا غلام احمد قادیانی کافر اور خارج از اسلام ہے۔"

مولانا بٹالوی نے یہ فتویٰ ۱۸۸ صفحات پر شائع کیا (یہ فتویٰ دوبارہ ۱۹۸۶ء میں مولانا عطاء اللہ حنیف مرحوم نے دارالدعوۃ السّلفیہ لاہور کی طرف سے شائع کیا۔)

مولانا بٹالوی کا قیام زیادہ تر لاہور میں رہا۔ مدتوں مسجد چینیانوالی کے خطیب رہے۔ لاہور میں آٹھ رکعت تراویح کی ترویج آپ ہی سے ہوئی۔ (۱۱۸) اِس کے علاوہ سرکاری دفاتر سے لفظ "وہابی" کی منسوخی آپ ہی کی وجہ سے ہوئی اور اس کے بجائے "اہلحدیث" کا لفظ موسوم ہوا۔

مولانا محمد حسین بٹالوی زہد و کمال اور تقویٰ و طہارت میں بے مثال تھے۔ درس و تدریس کے ساتھ تصنیف و تالیف کا بھی عمدہ ذوق رکھتے تھے۔ تصنیف میں **المنح الباری فی ترجیح البخاری**، **البیان فی ردّ البرهان**، **الاجتهاد والتقلید**، **الاقتصاد فی بیان الاعتقاد**، **الاقتصاد فی حکم الشهادة والمیلاد** اور **المفاتیح فی بحث التراویح** مشہور کتابیں ہیں۔ (۱۱۹)

مولانا محمد حسین بٹالوی نے ۲۹ جنوری ۱۹۲۸ء مطابق ۱۳۳۸ھ بٹالہ میں انتقال کیا۔ مولانا ابوالوفاء ثناء اللہ امرتسری نے نمازِ جنازہ پڑھائی۔ (۱۲۰)

---

(۱۱۷) ہندوستان میں اہلحدیث کی علمی خدمات، ص ۱۰۰۔
(۱۱۸) سیرت ثنائی، ص ۳۷۲۔ (۱۱۹) نزهة الخواطر ج ۸، ص ۴۲۸۔
(۱۲۰) تحریک اہل حدیث تاریخ کے آئینے میں، ص ۴۱۱۔

حفیظ اللہ ندوی اعظم گڑھی

مولانا حفیظ اللہ بن دین علی اعظم گڑھی کا شمار کبار علمائے حدیث میں ہوتا ہے۔
ومبر ۱۸۴۷ء میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم اپنے والد سے حاصل کی۔ اس کے بعد
غازی پور جا کر مولانا حافظ عبداللہ غازی پوری اور دوسرے علمائے کرام سے علومِ
سلامیہ کی تحصیل کی۔ بعدازاں لکھنؤ جا کر مولانا عبدالحی لکھنوی سے حدیث کی تحصیل
ی۔ (۱۲۱) شیخ الکل مولانا سید محمد نذیر حسین دہلوی سے بھی صحاحِ ستہ کی تحصیل کی اور سند
اصل کی۔ (۱۲۲)

فراغت تعلیم کے بعد کاکوری ضلع لکھنؤ کے ایک مدرسہ میں مدرس مقرر ہوئے اور
ہاں کافی عرصہ تدریس فرماتے رہے۔ کاکوری سے آپ رام پور چلے گئے اور کافی
عرصہ رام پور میں درس وتدریس کا سلسلہ جاری رکھا۔ ۱۸۹۸ء میں ندوۃ العلماء لکھنؤ کا
یام عمل میں آیا تو مولانا حفیظ اللہ اس کے مہتمم اور مدرس اوّل مقرر ہوئے جس پر وہ
۱۹۰۸ء تک فائز رہے۔ (۱۲۳)

۱۹۰۸ء میں مولانا حفیظ اللہ ڈھاکہ یونیورسٹی سے وابستہ ہوگئے اور ۱۹۲۱ء میں
ہاں پنشن یاب ہوئے۔ اسی سال وہ حج بیت اللہ کے لئے تشریف لے گئے۔ واپسی پر
وبارہ ندوۃ العلماء کے پرنسپل مقرر ہوئے۔ (۱۲۴) ۱۹۳۰ء میں ندوۃ العلماء سے علیحدہ
وکر اپنے وطن میں قیام پذیر ہوگئے۔ (۱۲۵)

مولانا شبلی نعمانی کے معاصر تھے۔ جب صحبت ہوتی تو دونوں میں خوب نوک
ھونک ہوتی۔ سید رئیس احمد جعفری ندوی لکھتے ہیں:

"علامہ شبلی مرحوم سے ان کی زندگی میں یہ چشمک رکھتے تھے۔ چشمک کا سلسلہ
علامہ کی وفات کے باوجود اب تک قائم تھا۔ انہیں جاہل مطلق سمجھتے تھے۔ جب

---

(۱۲۱) نزہۃ الخواطر، ج ۸، ص ۱۲۳۔ (۱۲۲) تحریک اہل حدیث تاریخ کے آئینے میں، ص ۴۶۴۔
(۱۲۳) یادِ رفتگان، ص ۲۷۴۔ (۱۲۴) تراجم علمائے حدیث ہند، ص ۳۹۷۔
(۱۲۵) یادِ رفتگان، ص ۲۷۴۔

میں ان کی زیادہ تعریف کرتا تو فرماتے: اگر میں کسی زمین پر پیشاب کردوں اور وہاں گھاس اُگ آئے اور اس گھاس کو کوئی گدھا چر جائے تو وہ آپ کے علامہ شبلی کو کم از کم ایک صدی تک درس دے گا۔"(۱۲۶)

تصنیف و تالیف میں اپنے استاد مولانا ابوالحسنات عبدالحی لکھنوی بن عبدالحلیم لکھنوی کی سوانح حیات بنام "کنز البرکات لمولانا ابی الحسنات" (عربی) لکھی۔ (۱۲۷)

مولانا حفیظ اللہ نے ۷ ذی الحج ۱۳۶۲ھ / جنوری ۱۹۴۴ء بعمر ۸۷ سال انتقال کیا۔ (۱۲۸)

حکیم سید عبدالحفیظ دہلوی

مولانا حکیم سید عبدالحفیظ بن سید توسل حسین شیخ الکل مولانا سید محمد نذیر حسین محدث دہلوی کے سگے بھتیجے تھے۔ ربیع الاول ۱۲۹۵ھ میں سورج گڑھ ضلع مونگیر میں پیدا ہوئے۔ دہلی آکر تعلیم حاصل کی اور دہلوی ہو گئے۔ علومِ اسلامیہ کی تعلیم مختلف علماء سے حاصل کی۔ ادب اور منطق کی تحصیل مولانا محمد اسحاق منطقی سے کی اور حدیث کی تعلیم اپنے عم محترم مولانا سید محمد نذیر حسین دہلوی سے حاصل کی۔ اس کے بعد شیخ حسین بن محسن انصاری الیمانی سے بھی تفسیر، حدیث اور فقہ میں اکتسابِ فیض کیا۔ طب کی تعلیم مولوی عبدالرشید خاں رام پوری، حکیم حافظ عبدالولی لکھنوی اور حکیم قاسم علی دہلوی سے حاصل کی۔

تکمیل تعلیم کے بعد مدرسہ میاں صاحب میں تدریس کا سلسلہ شروع کیا۔ فتویٰ نویسی بھی آپ کے ذمہ تھی۔ میاں صاحب کے انتقال کے بعد بھی تدریس فرماتے رہے۔ ۱۳۳۹ھ میں ایک آنکھ کی بصارت جاتی رہی، لیکن اطباء کے مشورہ کے باوجود تدریس کا سلسلہ بند نہ کیا۔ ساتھ ساتھ طبابت کا سلسلہ بھی جاری رکھا۔

۱۹۴۴ء میں اس دنیائے فانی سے کوچ کیا۔ (۱۲۹)

بدیع الزمان حیدرآبادی

مولانا بدیع الزمان بن مولانا مسیح الزمان بن مولانا نور محمد عالم اور محدث تھے۔

---

(۱۲۶) تام راج سے رام راج تک، ص ۲۴۸۔ (۱۲۷) تراجم علمائے حدیث ہند، ۳۹۸۔

(۱۲۸) یادرفتگان، ص ۲۷۵۔ (۱۲۹) تراجم علمائے حدیث ہند، ص ۱۹۱۔

۱۲۵۰ھ میں پیدا ہوئے۔ اپنے وقت کے علمائے مشہورین مولانا عبدالحی بن عبدالحلیم لکھنوی' مولانا محمد رمضان سہارن پوری اور مولانا ولایت علی عظیم آبادی سے علوم اسلامیہ کی تحصیل کی۔ اس کے بعد حج کے لئے حرمین شریفین کا سفر کیا اور مکہ معظمہ میں شیخ محمد بن عبدالرحمٰن سہارن پوری مہاجر سے حدیث پڑھی۔ اس کے بعد واپس ہندوستان آئے اور شیخ الکل مولانا سید محمد نذیر حسین محدث دہلوی سے حدیث کی سند حاصل کی۔

مولانا عبدالحی الحسنی لکھتے ہیں:

ثم سافر الی الحجاز' حج وزار' واسند الحدیث عن الشیخ محمد بن عبدالرحمٰن السهارن بوری المهاجر ورجع الی الهند واسند الحدیث عن شیخنا المحدث نذیر حسین الدهلوی[۱۳۰]

تکمیل تعلیم کے بعد بھوپال تشریف لے گئے اور محی السنۃ مولانا نواب صدیق حسن خاں کی خدمت میں مدتوں رہے۔ بعد میں بھوپال کو خیرباد کہا اور حیدرآباد دکن تشریف لے گئے۔

مولانا بدیع الزماں کا شمار مشہور علمائے کرام میں ہوتا ہے۔ تقلید شخصی کے زبردست مخالف تھے اور بڑی شدومد سے تقلید کا رد کرتے تھے۔ تصنیف و تالیف کا بھی عمدہ ذوق رکھتے تھے۔ آپ کی مشہور تصانیف یہ ہیں: (۱) مرأة ایقان فی قصص القرآن (۲) ترجمة جامع الترمذی (۲ جلد)۔ (۳) رسالة تحقیق علم غیب (۴) ریاض الجنة (۵) فتح المبین علی ردّ مذاهب المقلدین (۶) فتح المنان فی لغات القرآن (۷) سبکة الذهب الابریز (۸) رسالة استواء علی العرش[۱۳۲]

مولانا بدیع الزمان نے ۱۳۰۴ھ میں انتقال کیا۔[۱۳۳]

وحید الزمان حیدر آبادی

مولانا نواب وقار نواز جنگ بہادر وحید الزماں بن مسیح الزمان حیدر آبادی علمائے

(۱۳۰) نزهة الخواطر' ج ۸' ص ۹۰۔

(۱۳۱) جماعت اہل حدیث کی تصنیفی خدمات' ص ۱۳' ۵۳' ۶۰' ۱۳۲' ۲۴۴' ۲۴۷' ۸۴۷۔

(۱۳۲) نزهة الخواطر' ج ۸' ص ۹۰۔ (۱۳۳) ایضاً

کبار میں سے تھے۔ جلیل القدر عالم اور محدث تھے۔ ۱۲۶۷ھ / ۱۸۵۰ء میں کان پور میں پیدا ہوئے۔ (۱۳۴) تعلیم کا آغاز اپنے بڑے بھائی مولانا بدیع الزمان حیدر آبادی کی زیر نگرانی حفظ قرآنِ مجید سے کیا۔ اور اس کے ساتھ ساتھ اُردو اور فارسی کی ابتدائی کتابیں بھی پڑھیں۔

مولانا وحید الزمان کے اساتذہ کی فہرست طویل ہے۔ مولانا سلامت اللہ کان پوری (م ۱۲۸۱ھ)، مولانا لطف اللہ علی گڑھی، مولانا محمد بشیر الدین قنوجی (م ۱۲۷۳ھ)، مولانا عبدالحی فرنگی محلی، مولانا عبدالعزیز محدث لکھنوی (م ۱۳۲۴ھ) اور مولانا عبدالحق بنارسی (م ۱۲۷۸ھ) سے علومِ اسلامیہ میں استفادہ کیا۔ (۱۳۵)

حدیث آپ نے درج ذیل علمائے کرام سے پڑھی: مولانا عبدالعزیز محدث لکھنوی، مولانا بشیر الدین قنوجی، مولانا فضل رحمٰن گنج مراد آبادی، شیخ الکل مولانا سید محمد نذیر حسین دہلوی، علامہ شیخ حسین بن محسن انصاری الیمانی۔

مولانا عبدالحی الحسنی لکھتے ہیں:

وحصلت له الاجازة عن السيد المحدث نذير حسين الدهلوى، وشيخنا القاضى حسين بن محسن الانصارى اليمانى، وشيخ فضل الرحمٰن بن اهل الله المراد آبادى (۱۳۶)

۱۲۸۷ھ میں اپنے والد کے ہمراہ حج بیت اللہ کے لئے تشریف لے گئے تو مکہ معظمہ میں شیخ احمد بن عیسیٰ بن ابراہیم اور شیخ بدر الدین مدنی سے حدیث کی تحصیل کی۔ (۱۳۷) حجاز سے واپسی کے بعد حیدر آباد دکن میں ملازمت اختیار کی اور نواب نواز وقار جنگ کا خطاب حاصل کیا۔

مولانا وحید الزمان بڑے جلیل القدر عالم اور محدث تھے۔ حافظہ قوی تھا۔ مطالعہ کتب کے بہت زیادہ شوقین تھے۔ ذہانت اور ذکاوت میں بھی بہت عالی مرتبہ تھے۔

---

(۱۳۴) نزہۃ الخواطر، ج ۸، ص ۵۱۳۔
(۱۳۵) حیاتِ وحید الزمان، ص ۱۹۔۲۱۔
(۱۳۶) نزہۃ الخواطر، ج ۸، ص ۵۱۴۔
(۱۳۷) حیاتِ وحید الزمان، ص ۲۲۔

شعر وسخن کا بھی ذوق رکھتے تھے۔

تصنیف و تالیف کا بہت عمدہ ذوق رکھتے تھے۔ آپ کی تصانیف کی تعداد تیس کے قریب ہے۔ آپ کا سب سے بڑا کارنامہ صحاحِ ستہ کا اردو ترجمہ بشمول موطأ امام مالک ہے۔ اس کے علاوہ آپ نے "موضحة الفرقان" کے نام سے قرآنِ مجید کا ترجمہ اور حواشی لکھے۔ علاوہ ازیں ''تبویب القرآن'' کے نام سے قرآنِ مجید کی ایک نہایت تفصیلی فہرست مرتب فرمائی۔ آپ کی ایک مشہور کتاب ''وحید اللغات'' ہے۔ یہ حدیث کی نہایت جامع اور مبسوط لغت ہے جو ۲۸ جلدوں پر مشتمل ہے۔ اس کے علاوہ آپ نے شیخ علی متقی (م ۹۷۵ھ) کی مشہور تصنیف "کنز العمال فی سنن الاقوال والافعال" کی تصحیح کی ہے۔

کنز العمال کی ہر جلد کے خاتمہ پر مولانا وحید الزمان کا ذکر اِن الفاظ میں کیا گیا ہے:

قد اعتنى بتصحيح هذا الكتاب زبدة العلماء رأس الفضلاء قدوة المحققين زبدة المحدثين المولوى محمد وحيد الزمان الملقب بنواب وقار نواز جنگ بهادر لازالت شموس افادته طالعة (۱۳۸)

مولانا وحید الزمان نے ۲۵ شعبان ۱۳۳۸ھ مطابق ۱۵ مئی ۱۹۲۰ء کو آصف نگر حیدر آباد دکن میں انتقال کیا اور وقار آباد میں دفن ہوئے۔ (۱۳۹)

احمد اللہ پرتاب گڑھی

مولانا احمد اللہ بن مولانا امیر اللہ علمائے فحول میں سے تھے۔ جلیل القدر عالم اور محدث تھے۔ آپ کا مولد و مسکن موضع مبارک پور ضلع پرتاب گڑھ تھا۔ آپ کے والد مولانا امیر اللہ مولانا شاہ محمد یعقوب دہلوی مہاجر مکی اور مولانا سخاوت علی جون پوری کے فیض یافتہ تھے۔ (۱۴۰)

مولانا احمد اللہ کے اساتذہ کی فہرست طویل ہے۔ صاحب تراجم علمائے حدیث

---

(۱۳۸) حیاتِ وحید الزمان، ص ۱۶۴۔ (۱۳۹) نزہۃ الخواطر، ج ۸، ص ۵۱۶

(۱۴۰) تراجم علمائے حدیث ہند، ص ۱۷۴۔

ہند نے آپ کے بیس اساتذہ کے نام لکھے ہیں۔ مشہور اساتذہ یہ ہیں: مولانا محمد اسحاق منطقی، مولانا تلطف حسین بہاری، مولانا محمد بشیر سہوانی، شیخ الکل مولانا سید نذیر حسین دہلوی، علامہ حسین بن محسن انصاری الیمانی، مولانا قاضی محمد مچھلی شہری اور مولانا شمس الحق ڈیانوی عظیم آبادی۔ (۱۴۱) مولانا محمد بشیر سہوانی سے سب سے زیادہ استفادہ کیا۔

مولانا عبدالحی الحسنی لکھتے ہیں:

قرأ الكتب الدرسية على العلامة محمد بشير سهواني وتخرج اليه ثم اخذ الحديث من شيخنا حسين بن محسن انصاری الیمانی (۱۴۲)

فراغت تعلیم کے بعد درس و تدریس کا سلسلہ شروع کیا اور بیس سال تک مدرسہ حاجی علی جان دہلی میں تدریس فرمائی۔ (۱۴۳) جب دار الحدیث رحمانیہ دہلی کا قیام عمل میں آیا تو آپ کو شیخ الحدیث مقرر کیا گیا۔ آپ اپنی زندگی کے آخری ایام تک دار الحدیث دہلی میں تدریسی فرائض انجام دیتے رہے۔ (۱۴۴)

آپ کے تلامذہ کی فہرست طویل ہے۔ تاہم مشہور تلامذہ یہ تھے: مولانا عبداللہ رحمانی صاحب مرعاة المفاتيح شرح مشكوٰة المصابيح (م ۱۹۹۴ء)، مولانا نذیر احمد دہلوی رحمانی (م ۱۹۶۵ء) صاحب انوار المصابيح فی رکعات التراويح، اہلحدیث اور سیاست (م ۱۹۶۵ء)، مولانا عبدالرؤف رحمانی جھنڈانگری (م ۱۹۹۹ء) صاحب نصرة الباری فی صحة البخاری و صيانة الحديث (۱۴۵)

مولانا احمد اللہ تصنیف و تالیف کا بھی عمدہ ذوق رکھتے تھے۔ آپ کی تصانیف یہ ہیں:

(۱) تخريج زيلعى (۲) القول المتين فى بيان التامين (۳) برهان المهداة عن مسئلة الزكوٰة (۴) القول المختصر فى زكوٰة العشر (۵) التامل

---

(۱۴۱) تراجم علمائے حدیث ہند، ص ۱۷۵۔۱۷۷۔

(۱۴۲) نزہۃ الخواطر ج ۸ ص ۴۸۔

(۱۴۳) ہندوستان میں اہل حدیث کی علمی خدمات، ص ۱۱۷۔

(۱۴۴) تحریک اہل حدیث تاریخ کے آئینے میں، ص ۳۸۷۔

(۱۴۵) ہندوستان میں اہل حدیث کی علمی خدمات، ص ۱۲۲۔

ی الرد علی رسالۃ التوسل بسیّد الرّسل (۲) تحفۃ تبت من اہل سنت[۱۴۶]

مولانا احمد اللہ نے ۱۳۶۳ھ میں وفات پائی۔

احمد حسن دہلوی

مولانا احمد حسن دہلوی بلند پایہ عالم اور محدث تھے۔ ۱۲۵۸ھ میں دہلی میں پیدا ہوئے۔ تعلیم کا آغاز حفظ قرآنِ مجید سے کیا اور گیارہ سال کی عمر میں قرآن کی دولت سے مالا مال ہو گئے۔ اس کے بعد تعلیم کی ابتدا فارسی کتابوں سے کی اور تین سال میں فارسی میں اس قدر استعداد پیدا کر لی کہ فارسی میں بخوبی خط و کتابت کر سکتے تھے۔[۱۴۷]

۱۸۵۷ء کے ہنگامہ میں آپ کے والد دہلی سے ترک سکونت کر کے ریاست پٹیالہ چلے گئے۔ پٹیالہ میں آپ کا قیام ساڑھے تین سال رہا۔ وہاں آپ نے فارسی میں مزید استعداد پیدا کی۔ پٹیالہ سے آپ ریاست ٹونک تشریف لے گئے۔ یہاں آپ نے صرف ونحو کی کتابیں پڑھیں۔ اتنے عرصہ میں دہلی میں حالات پر سکون ہو گئے اور آپ واپس دہلی تشریف لائے اور دینی علوم کی تحصیل کا آغاز کیا۔ چنانچہ اپنے ایک ہم سبق مولوی عبدالغفور (م ۱۳۳۱ھ) کے ہمراہ خورجہ ضلع بلند شہر تشریف لے گئے۔ وہاں مولانا محمد حسین خاں (م ۱۳۰۷ھ) سے منطق اور اصولِ فقہ کی تعلیم حاصل کی۔[۱۴۸] اس کے بعد دہلی واپس آئے اور مولانا سید محمد نذیر حسین دہلوی سے تفسیر و صحاحِ ستہ کی تکمیل کی۔

مولانا عبدالحی الحسنی لکھتے ہیں کہ:

وقرأ العلم علی اساتذۃ عصرہ ثم لازم شیخنا السید نذیر حسین المحدث واخذ عنہ[۱۴۹]

"اساتذۂ وقت سے تعلیم حاصل کرنے کے بعد مولانا سید محمد نذیر حسین دہلوی سے تفسیر و حدیث میں اکتسابِ فیض کیا۔"

فراغت تعلیم کے بعد کچھ عرصہ حضرت میاں صاحب کی خدمت میں رہ کر تدریس

---

(۱۴۶) جماعت اہل حدیث کی تصنیفی خدمات، ص ۲۰۷، ۲۱۸۔

(۱۴۷) احسن التفاسیر، ج ۱، ص ۱۰۱۔ (۱۴۸) تراجم علمائے حدیث ہند، ص ۱۶۹۔

(۱۴۹) نزہۃ الخواطر، ج ۸، ص ۴۴۔

وفتویٰ نویسی میں مشغول رہے۔(۱۵۰) اس کے بعد آپ کی شادی مولانا حافظ نذیر احمد خاں دہلوی کی صاحبزادی سے ہوئی۔ اُن ہی کی کوشش سے ضلع ناندیر میں ڈپٹی کلکٹر کے عہدہ پر متمکن ہوئے اور سالہا سال تک سرفراز رہے اور پنشن پائی۔ ۱۳۰۸ھ میں حج بیت اللہ کی سعادت حاصل کی۔

مولانا سید احمد حسن تصنیف وتالیف کا بھی عمدہ ذوق رکھتے تھے۔ آپ کی تصانیف درج ذیل ہیں:

(۱) احسن الشواهد (حواشی قرآنِ مجید) (۲) تفسیر احسن التفاسیر (۷جلد) (۳) تفسیر آیات الاحکام من کلام رب الانام (۴) حواشی بلوغ المرام (عربی) (۵) تنقیح الرّواۃ من تخریج احادیث المشکوٰۃ (عربی) (نصف اول) (۶) تلخیص الانظار فیما بنی علیه الانتصار (۱۵۱)

مولانا سید احمد حسن دہلوی نے ۱۷ جمادی الاولیٰ ۱۳۳۸ھ/ ۹ مارچ ۱۹۲۰ء کو بعمر ۸۰ سال انتقال کیا۔(۱۵۲)

عبدالعزیز رحیم آبادی

مولانا عبدالعزیز بن احمد اللہ علمائے فحول میں سے تھے۔ ۱۲۷۰ھ میں بمقام رحیم آباد (بہار) پیدا ہوئے۔ تعلیم کا آغاز حفظ قرآنِ مجید سے کیا اور ۱۳ سال کی عمر میں آپ نے قرآنِ مجید حفظ کر لیا۔ اس کے بعد عربی اور فارسی کی ابتدائی کتابیں مولانا عظمت اللہ اور مولانا یحیٰی بہاری سے پڑھیں۔ اس کے بعد آپ دہلی تشریف لائے اور مولانا سید محمد نذیر حسین محدث دہلوی کی خدمت میں تین سال رہ کر تفسیر، حدیث اور فقہ کی تعلیم حاصل کی۔ مولانا عبدالحق حقانی (م ۱۳۳۵ھ) آپ کے ہم درس تھے۔(۱۵۳)

مولانا عبدالحی الحسنی لکھتے ہیں:

---

(۱۵۰) تفسیر احسن التفاسیر، ج ۱، ص ۱۳۔

(۱۵۱) تراجم علمائے حدیث ہند، ص ۱۶۸۔

(۱۵۲) احسن البیان، ص ط، طبع لاہور، ۱۳۸۵ھ۔

ثم سافر الی دهلی واخذ الفقه والحدیث عن السید محمد نذیر حسین المحدث الدهلوی (۱۵۳)

۱۲۹۳ھ میں دہلی سے فراغت کے بعد واپس وطن گئے اور رحیم آباد میں ایک دینی مدرسہ کی بنیاد رکھی اور درس وتدریس کا سلسلہ شروع کیا۔ (۱۵۴)

آپ کا وعظ بڑا مؤثر ہوتا تھا۔ دورانِ وعظ خود بھی روتے اور سامعین کو بھی رلاتے۔ مناظرہ میں ان کو مکمل دسترس حاصل تھی۔ اپنے ہم درس مولانا عبدالحق حقانی سے "وجوب تقلید شخصی" پر ایک مناظرہ ہوا تھا جس میں ہزاروں کی تعداد میں لوگ اہل حدیث ہوئے تھے۔ (۱۵۵)

جماعت مجاہدین سے بھی آپ کا خاصا تعلق رہا۔ صوبہ بہار میں اعلیٰ قابلیت سے مجاہدین کی خفیہ تنظیم کی قیادت فرماتے تھے۔ جماعت اہل حدیث میں انگریزوں کے خلاف جذبۂ جہاد کی تحریک کے روحِ رواں تھے۔ (۱۵۶) برصغیر میں جماعت اہل حدیث کو منظم اور فعال بنانے میں آپ کی خدمات قابل قدر ہیں۔ آپ آل انڈیا اہل حدیث کانفرنس کے بانیوں میں سے تھے۔ ۱۳۲۹ھ میں شیخ عطاء الرحمٰن مرحوم نے دارالحدیث رحمانیہ دہلی آپ ہی کی تحریک پر قائم کیا تھا۔

مولانا عبدالعزیز تصنیف وتالیف کا بھی عمدہ ذوق رکھتے تھے۔ آپ کی تصانیف درج ذیل ہیں: (۱) سواء الطریق (۴ جلد) (۲) صیانة المؤمنین عن شر المبتدعین (۳) مبرّ التوفیق لابهام التوثیق (۴) روئیدادِ مناظرہ مرشد آباد (۵) الرق المنشور (۶) جوابِ شیعہ (۷) رمی الجمرة (۸) هدایة المعتدی فی قراء ة المقتدی (۹) حسن البیان فیما سیرة النعمان۔

مولانا شبلی نعمانی کی سیرة النعمان کے جواب میں مولانا عبدالعزیز رحیم آبادی نے ایسی گرفت فرمائی کہ اس کتاب کی اشاعت کے بعد مولانا شبلی نعمانی نے اپنے قلم کا

---

(۱۵۳) نزہۃ الخواطر، ج ۸، ص ۲۵۶۔ (۱۵۴) احسن البیان، ص ط، طبع لاہور، ۱۳۸۵ھ۔

(۱۵۵) جماعت اہل حدیث کی تصنیفی خدمات، ص ۴۴۷۔

(۱۵۶) احسن البیان، ص ط، طبع لاہور ۱۳۸۵ھ۔

رخ مذہب کی بجائے تاریخ کی طرف موڑ دیا۔ (۱۵۷)

مولانا عبدالعزیز رحیم آبادی نے اپریل ۱۹۱۹ء/۱۳۳۸ھ میں انتقال کیا۔ (۱۵۸)

حفیظ اللہ خاں

مولانا حفیظ اللہ خاں ولد گاماں خاں دہلی کے رہنے والے تھے۔ ان کے والد گاماں خاں حضرت شاہ عبدالقادر دہلوی سے بیعت تھے۔ مولانا حفیظ اللہ خاں نے ۹ سال کی عمر میں قرآنِ مجید حفظ کیا۔ مولانا شاہ محمد اسحاق دہلوی' مولانا عبدالخالق دہلوی اور مولانا سید محمد نذیر حسین دہلوی سے علومِ اسلامیہ میں استفادہ کیا۔ تدریس کی بجائے وعظ و تبلیغ کا مشغلہ زیادہ تھا اور اس فن میں فردِ یگانہ تھے۔ زورِ بیان تھا کہ قرآن و حدیث کے چشمے ابل رہے ہیں۔ شعبان ۱۳۲۴ھ مطابق اکتوبر ۱۹۰۶ء میں انتقال کیا۔ (۱۵۹)

عبدالجبار عمر پوری

مولانا عبدالجبار بن منشی بدرالدین عمر پوری علمائے کبار میں سے تھے۔ صاحب تقویٰ و طہارت تھے۔ ۱۲۷۷ھ میں عمر پور ضلع مظفر نگر میں پیدا ہوئے۔ ان کے اساتذہ میں مولوی غلام علی قصوری' مولوی عبدالعلی حنفی امرتسری' مولانا احمد مظہر نانوتوی' مولانا احمد علی محدث سہارن پوری اور مولانا فیض الحسن سہارن پوری کے نام ملتے ہیں۔ ان اساتذہ سے آپ نے مختلف علومِ اسلامیہ کی تحصیل کی۔ حدیث کی تعلیم شیخ الکل مولانا سید محمد نذیر حسین محدث دہلوی سے کی۔ (۱۶۰) فراغت تعلیم کے بعد ساری زندگی دہلی میں تدریس فرمائی۔ ان کے تلامذہ کی فہرست طویل ہے۔ شیخ الحدیث مولانا محمد اسمٰعیل السّلفی (م ۱۹۶۸ھ) آپ کے مشہور تلامذہ میں سے تھے۔

مولانا عبدالجبار عمر پوری صاحب تصنیف بھی تھے۔ مندرجہ ذیل کتابیں لکھیں:

(۱) صمصام التوحید فی الرد التقلید (۲) ارشاد السالکین فی مسائل

---

(۱۵۷) جماعت اہل حدیث کی تصنیفی خدمات' ص ۵۷' ۳۹۴' ۸۰۵۔

(۱۵۸) نزھۃ الخواطر' ج ۸' ص ۲۵۷۔ احسن البیان' ص ل' طبع لاہور ۱۳۸۵ھ۔

(۱۵۹) تراجم علمائے حدیث ہند' ص ۱۶۴۔ (۱۶۰) نزھۃ الخواطر' ج ۸' ص ۲۱۸۔

الثلاثین (۳) تذکیر الاخوان فی خطبة الجمعة فی کل لسان (۴) ارشاد الانام فی فریضة الفاتحة خلف الامام (۵) تبصرة الانام فی فریضة الجمعة والفاتحة خلف الامام (۱۶۱)

ماہنامہ ضیاء السنہ کلکتہ کے بھی آپ ایڈیٹر رہے۔ مولانا عبدالجبار عربی کے مشہور شاعر تھے' ان کے عربی اشعار کا دیوان ۱۳۱۸ھ میں طبع ہوا۔ (۱۶۲)

۱۳۳۴ھ / ۱۹۱۶ء میں ۵۷ سال کی عمر میں انتقال کیا۔ (۱۶۳)

عبدالوہاب انصاری المعروف حکیم نابینا

مولانا حکیم عبدالوہاب انصاری المعروف حکیم نابینا بن عبدالرحمٰن انصاری غازی پوری مشہور عالم اور حاذق طبیب تھے۔ دینی علوم کی تحصیل مولانا کفایت اللہ شاہ جہان پوری' مولانا محمد اسحاق منطقی' مولانا محمد بشیر سہسوانی' شیخ الکل حضرت میاں صاحب دہلوی اور علامہ حسین بن محسن انصاری الیمانی سے کی۔ (۱۶۴) طب کی تعلیم حکیم عبدالمجید خاں دہلوی اور حکیم محمد خاں شریفی سے حاصل کی۔

دینی اور طبی تعلیم حاصل کرنے کے بعد حیدر آباد دکن چلے گئے اور وہاں کئی سال تک قیام پذیر رہے۔ (۱۶۵) بعد ازاں دہلی تشریف لائے اور اپنی ساری زندگی دینی و طبی تعلیم کی تدریس میں صرف کردی۔ اس کے ساتھ ساتھ مطب بھی کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کے ہاتھ میں شفا رکھی تھی۔ بہت بڑے حاذق طبیب اور فیاض تھے۔ ان کا وعظ بہت مؤثر ہوتا تھا۔ قرآن وسنت پر بہت زیادہ عبور تھا۔ (۱۶۶)

اواخر جمادی الاخریٰ ۱۳۳۸ھ / مارچ ۱۹۲۰ء میں وفات پائی اور گنگوہ میں دفن ہوئے۔ (۱۶۷)

---

(۱۶۱) تراجم علمائے حدیث ہند' ص ۱۶۶۔ (۱۶۲) نزھة الخواطر ج ۸' ص ۲۱۸۔

(۱۶۳) تراجم علمائے حدیث ہند' ص ۱۶۵۔ (۱۶۴) ایضاً' ص ۱۷۰۔

(۱۶۵) نزھة الخواطر ج ۸' ص ۳۱۸۔ (۱۶۶) تراجم علمائے حدیث ہند' ص ۱۷۰۔

(۱۶۷) ایضاً ونزھة الخواطر ج ۸' ص ۳۱۸۔

امیر حسن سہسوانی

مولانا سید امیر حسن سہسوانی علمائے فحول میں سے تھے۔ ۱۲۴۳ھ میں پیدا ہوئے۔ مولانا عبدالجلیل شہید علی گڑھی' مولانا قاضی بشیر الدین قنوجی' مفتی صدر الدین دہلوی' مولانا شیخ عبدالحق بنارسی' مولانا شاہ عبدالغنی مجددی اور مولانا سید محمد نذیر حسین دہلوی سے علوم عقلیہ و نقلیہ اور تفسیر و حدیث کی تحصیل کی۔ (۱۶۸)

فراغت تعلیم کے بعد سہسوان تشریف لائے اور ایک دینی درس گاہ قائم کر کے درس و تدریس کا سلسلہ شروع کیا۔ تھوڑا ہی عرصہ گزرا تھا کہ اصحابِ دہلی نے آپ کو دہلی بلالیا۔ چنانچہ آپ دہلی تشریف لے گئے اور کچھ مدت تدریس فرمائی۔ اس کے بعد میرٹھ تشریف لے گئے اور وہاں بھی ایک مدرسہ کی بنیاد رکھی اور برسوں وہاں درس و تدریس کے فرائض انجام دیتے رہے۔ (۱۶۹)

ان کے تلامذہ میں ان کے صاحب زادے مولانا امیر احمد سہسوانی' سید عبدالجبار سہسوانی اور مولانا محمد تقی سہسوانی قابل ذکر ہیں۔ (۱۷۰)

حضرت میاں صاحب کی کتاب ''معیار الحق'' کا جواب مولوی ارشاد حسین رام پوری نے ''انتصار الحق'' کے نام سے دیا۔ آپ نے ''انتصار الحق'' کا جواب ایک دن میں ''براہین اثنا عشر'' کے نام سے دیا۔

آپ بہت بڑے مناظر بھی تھے۔ آپ نے ایک عیسائی پادری اسکاٹ مقیم بریلی سے مناظرہ کیا اور اس نے باوجود فکری تعصب کے آپ کے علمی تبحر کا اعتراف کیا۔ جب آپ کا انتقال ہوا تو پادری اسکاٹ لندن میں تھے۔ آپ کی وفات کی خبر سن کر اخبار میں آپ پر ایک مضمون لکھا۔ (۱۷۱)

مولانا سید امیر حسن سہسوانی نے ۱۲۹۱ھ / ۱۸۷۴ء میں انتقال کیا۔ (۱۷۲)

---

(۱۶۸) تراجم علمائے حدیث ہند' ص ۲۳۹۔ (۱۶۹) ایضاً'

(۱۷۰) ہندوستان میں اہل حدیث کی علمی خدمات' ص ۱۲۶۔

(۱۷۱) تراجم علمائے حدیث ہند' ص ۲۴۰۔ (۱۷۲) ایضاً' ص ۲۳۹۔

امیر احمد سہسوانی

مولانا سید امیر احمد سہسوانی بن مولانا سید امیر حسن سہسوانی کبار علمائے حدیث میں سے تھے۔ ۱۲۶۲ھ میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم اپنے والد مولانا امیر حسن اور مولوی قلندر علی پانی پتی سے حاصل کی۔ تفسیر، حدیث اور فقہ کی تحصیل مولانا سید محمد نذیر حسین دہلوی سے کی۔ (۱۷۳)

اخذ الحدیث عن الشیخ السید نذیر حسین الدھلوی المحدث (۱۷۴)

فراغت کے بعد تدریس کا سلسلہ شروع کیا اور مدتوں سہسوان میں تدریس فرماتے رہے۔ آپ کے مشہور تلامذہ میں مولانا احمد اللہ پرتاب گڑھی، مولانا ابوسعید شرف الدین دہلوی اور مولوی سید اقتدار احمد سہسوانی شامل ہیں۔ (۱۷۵)

تصنیف میں "نقض الاباطیل فی الذب عن الشیخ اسمٰعیل" "ذو الجلة فی حکم الصلوٰة علی العجلة" (۱۷۶) مشہور ہیں۔ مشہور انگریزی جج مسٹر ہاولی (عربی دان) آپ کے شاگرد تھے۔ (۱۷۷)

مولانا سید امیر احمد سہسوانی نے ۱۳۰۶ھ/۱۸۸۸ء میں انتقال کیا۔ (۱۷۸)

محمد بشیر سہسوانی

مولانا محمد بشیر سہسوانی بن حکیم بدر الدین سہسوانی مشہور عالمِ ربانی اور محدث جلیل تھے۔ مولوی ابویحیٰی امام خاں نوشہروی لکھتے ہیں:

"سہسوان کی سرزمین جو صدیوں سے علماء کی مہبط ہے، وہاں سے کسی ایسے صاحب علم کا ظاہر ہونا کچھ بعید نہ تھا۔ مگر ۱۴ویں صدی کے اس بزرگ نے اپنے عہد کو جو

---

(۱۷۳) نزھة الخواطر، ج ۸، ص ۷۲۔
(۱۷۴) ایضاً۔
(۱۷۵) ہندوستان میں اہل حدیث کی علمی خدمات، ص ۱۲۷۔
(۱۷۶) جماعت اہل حدیث کی تصنیفی خدمات، ص ۷۳، ۱۴۹۔
(۱۷۷) تراجم علمائے حدیث ہند، ص ۳۴۶۔
(۱۷۸) ایضاً، ص ۳۴۵۔

زینت بخشی اس نے سہوان کی عظمت کو اور بھی چار چاند لگا ئے۔"(۱۷۹)

۱۲۵۱ھ میں سہوان میں پیدا ہوئے۔ تعلیم کا آغاز سہوان سے مولانا سید امیر حسن سے کیا'(۱۸۰) اس کے بعد لکھنؤ جا کر علمائے فرنگی سے اکتسابِ فیض کیا۔ حدیث' تفسیر اور فقہ کی تحصیل شیخ الکل مولانا سید محمد نذیر حسین دہلوی سے کی۔ علامہ شیخ حسین بن محسن انصاری الیمانی سے بھی استفادہ کیا۔ جب حج بیت اللہ کے لئے تشریف لے گئے تو مکہ معظمہ میں شیخ محمد بن عبدالرحمٰن سہارن پوری اور شیخ احمد بن عیسیٰ الشرقی سے حدیث کی تحصیل کی۔ (۱۸۱)

تکمیل کے بعد سینٹ کالج آگرہ میں عربی و فارسی کے پروفیسر رہے۔ اس کے بعد محی السنۃ امیر الملک مولانا سید نواب صدیق حسن خاں نے آپ کو بھوپال بلا لیا۔ بھوپال میں بھی آپ نے درس و تدریس کا سلسلہ جاری رکھا اور نواب صاحب مرحوم نے آپ کو دینی مدارس کا مہتمم بھی مقرر کر دیا۔ (۱۸۲)

نواب شاہ جہاں بیگم صاحبہ کے دور میں مرزا غلام احمد قادیانی نے نبوت کا دعویٰ کیا اور مرزا قادیانی نے حضرت شیخ الکل میاں صاحب کو مناظرہ کا چیلنج کیا۔ میاں صاحب ان دنوں پیرانہ سالی کی وجہ سے گوشہ نشین تھے۔ چنانچہ مرزا قادیانی کا چیلنج مولانا محمد بشیر سہوانی نے قبول کیا اور دہلی جا کر مرزا قادیانی سے تحریری مناظرہ کیا۔ یہ تحریری مناظرہ "حیاتِ مسیح" کے عنوان سے تھا۔ اس مناظرہ میں مرزا قادیانی کو شکست فاش ہوئی۔ یہ تحریری مناظرہ "الحق الصریح فی حیات المسیح" کے عنوان سے ۱۳۶ صفحات پر ۱۳۰۹ھ میں مطبع انصاری دہلی سے شائع ہوا۔ (۱۸۳) یہ کتاب مولانا عبدالمجید خادم سوہدروی مرحوم کے کتب خانہ میں موجود ہے اور راقم کی نظر سے گزری ہے۔

مولانا محمد بشیر سہوانی صاحب تصنیف بھی تھے۔ آپ کی تصانیف حسب ذیل ہیں:

---

(۱۷۹) تراجم علمائے حدیث ہند' ص ۲۵۰۔

(۱۸۰) ایضاً

(۱۸۱) نزہۃ الخواطر ج ۸' ص ۴۱۵۔

(۱۸۲) ایضاً' ص ۴۱۵۔

(۱۸۳) جماعت اہل حدیث کی تصنیفی خدمات' ص ۲۰۸۔

(۱) البرهان العجاب فی فرضیة اُمّ الکتاب (۲) ایام النحر (۳) القول المحدود فی ردّ جواز السود (۴) رسالة فی اثبات البیعة المروّجة (۵) صیانة الانسان عن الوسوسة؟ الشیخ دهلان (عربی) (۶) اتمام الحجة علی من اوجب الزیادة کالحجة المعروف به السعی المشکور (۷) الحق الصریح فی اثبات حیات المسیح (۱۸۴)

آخری عمر میں دہلی منتقل ہو گئے مدرسہ علی جان دہلی میں تدریس فرماتے رہے۔ اوراس کے ساتھ حوض والی مسجد (نئی سڑک) میں درس قرآن بھی دیتے رہے۔

۲۹ جمادی الاولیٰ ۱۳۲۶ھ/ ۲۹ جون ۱۹۰۸ء بمقام دہلی انتقال کیا اور شیدی پورہ کے قبرستان میں حضرت میاں صاحب کے پہلو میں دفن ہوئے۔ (۱۸۵)

عبدالعزیز فرخ آبادی

مولانا سید عبدالعزیز فرخ آبادی مشہور عالم اور محدث تھے۔ حضرت میاں صاحب نے ان کو ''عزیز العلماء'' کا خطاب دیا تھا۔ مولانا حافظ عبدالمنان وزیر آبادی اور مولانا شمس الحق عظیم آبادی کے دوش بدوش تھے۔ مولانا عبدالحق دہلوی مصنف تفسیر حقانی سے بھی پڑھا۔ تفسیر و حدیث کی تکمیل حضرت میاں صاحب سے کی۔ مولانا سید نذیر حسین کا ان سے خاص تعلق تھا۔ حضرت میاں صاحب کے ان کے نام بعض خطوط مولانا فضل حسین بہاری نے اپنی کتاب ''الحیاۃ بعد المماۃ'' میں درج کئے ہیں۔ وعظ میں خاص ملکہ حاصل تھا۔ تصنیف و تالیف کا بھی عمدہ ذوق رکھتے تھے اور فارسی میں شعر بھی کہتے تھے۔ ان کی تصانیف کی تعداد صاحب تراجم علمائے حدیث نے ۱۶ لکھی ہے۔

مشہور تصانیف یہ ہیں:

(۱) مثنوی حمید الکلام (فارسی) (۲) عزیز الاخلاق (۳) عزیز الآفاق (۴) عزیز التفاسیر (۵) تاریخ فرخ آباد (۶) عزیز السوانح (۷) عزیز الطب

---

(۱۸۴) جماعت اہل حدیث کی تصنیفی خدمات' ص ۱۹۱، ۲۳۷، ۲۹۴، ۳۲۰۔

(۱۸۵) تراجم علمائے حدیث ہند' ص ۲۴۹۔

(۸) عزیز المنطق (۹) عزیز الفلسفة

مولانا سید عبدالعزیز نے رجب ۱۳۴۱ھ / مارچ ۱۹۲۳ء میں وفات پائی۔ (۱۸۶)

نذیر الدین احمد جعفری بنارسی

مولانا سید نذیر الدین بن مولانا سید حمید الدین بن سید جلال الدین احمد جعفری بنارسی علمائے فحول میں سے تھے۔ مولانا سید محمد مچھلی شہری، مولانا عبدالحق بنارسی، مولانا حافظ عبداللہ غازی پوری سے مختلف علوم میں استفادہ کیا۔ مولانا محمد سعید بنارسی، مولانا شیخ الکل السید نذیر حسین دہلوی اور علامہ حسین بن محسن انصاری الیمانی سے تفسیر، حدیث اور فقہ میں تحصیل کی۔

فراغت تعلیم کے بعد مدرسہ شاہ جہانی بھوپال، مدرسہ احمد سلفیہ دربھنگہ اور بنارس میں تعلیم و تدریس میں مصروف رہے۔

تصنیف میں "ترجمہ الشفاء قاضی عیاض" اور "تذکرۃ الاعلیٰ" مشہور کتابیں ہیں۔

۶ جمادی الاخریٰ ۱۲۸۴ھ کو پیدا ہوئے اور ۱۴ ذی الحجہ ۱۳۵۲ھ کو انتقال کیا۔ (۱۸۷)

محمد سعید بنارسی

مولانا محمد سعید بنارسی کبار علمائے اہلحدیث میں سے تھے۔ کنجاہ ضلع گجرات کے ایک غیر مسلم گھرانے سے تعلق رکھتے تھے۔ والد کا نام کھڑک سنگھ اور اسم سابق جول سنگھ تھا۔ مولانا شیخ عبیداللہ نومسلم صاحب تحفۃ الہند کی تحریک پر اسلام قبول کیا۔ (۱۸۸)

تعلیم کا آغاز دارالعلوم دیوبند سے کیا۔ صرف و نحو، فقہ اور دوسرے علوم کی تحصیل علمائے دیوبند سے کی۔ اس کے بعد دہلی جا کر شیخ الکل مولانا سید محمد نذیر حسین دہلوی سے حدیث پڑھی۔ پھر مولانا حافظ عبداللہ غازی پوری کی خدمت میں مدرسہ امام بخش جون پور تشریف لے گئے اور بقیہ کتب درسیہ پڑھیں۔ علامہ حسین بن محسن انصاری سے بھی اکتساب فیض کیا۔

---

(۱۸۶) تراجم علمائے حدیث ہند، ص ۲۶۴، ۲۶۵۔

(۱۸۷) ایضاً، ص ۳۵۱۔ (۱۸۸) ایضاً، ص ۳۵۳۔

مولانا عبدالحی الحسنی لکھتے ہیں کہ:

فسافر الی دیوبند وقرأ النحو والعربیة والفقه وشیئا من المنطق والحکمة علی اساتذة المدرسة العربیة' ثم سافر الی دهلی واخذ الحدیث عن السید المحدث نذیر حسین الحسینی الدهلوی ثم لازم الشیخ عبدالله الغازی بوری' وقرأ علیه ما بقی له من الکتب الدرسیة (۱۸۹)

اس کے بعد حج بیت اللہ کے لئے حجاز تشریف لے گئے اور شیخ عباس بن عبدالرحمٰن تلمیذ امام شوکانی (م ۱۲۵۰ھ) سے بھی سند و اجازت حاصل کی۔ (۱۹۰)

تکمیل کے بعد واپس ہندوستان تشریف لائے اور کچھ عرصہ مولانا حافظ ابراہیم آروی کے مدرسہ احمدیہ آرہ میں تدریس فرمائی۔ وہاں سے بنارس تشریف لائے اور بنارس کو اپنا مسکن بنایا۔ ایک دینی مدرسہ بنام مدرسہ سعیدیہ قائم کیا اور اس میں ساری زندگی تدریس فرماتے رہے۔ (۱۹۱)

آپ کے تلامذہ کی فہرست طویل ہے۔ مولانا عبدالسلام مبارک پوری' مولانا شاہ عین الحق پھلواروی' مولانا ابوالقاسم سیف بنارسی آپ کے ارشد تلامذہ میں سے ہیں:

مولانا محمد سعید صاحب تصانیف کثیرہ تھے۔ آپ کی تصانیف کی تعداد ۴۰ کے قریب ہے۔ مشہور تصانیف میں (۱) هدایة المُرتاب (۲) تعلیم المبتدی فی تحقیق القراءة للمقتدی (۲ جلد) (۳) البرهان الجلی فی ردّ الدّلیل القوی (۴) الجهر بالتامین بالرّدّ علی القول المتین (۵) التّسکین لقطع حبل المتین ہیں۔ (۱۹۲)

مولانا محمد سعید نے ۱۸ رمضان المبارک ۱۳۲۲ھ / ۲۷ نومبر ۱۹۰۴ء کو بنارس میں انتقال کیا۔ (۱۹۳)

---

(۱۸۹) نزهة الخواطر ج ۸' ص ۱۳۱-۴۳۲۔ (۱۹۰) تراجم علمائے حدیث ہند' ص ۳۵۵۔
(۱۹۱) نزهة الخواطر ج ۸' ص ۴۳۱۔ (۱۹۲) جماعت اہلحدیث کی تصنیفی خدمات' ص ۱۹۲' ۲۰۲۔
(۱۹۳) نزهة الخواطر ج ۸' ص ۴۳۲۔

ابوالقاسم سیف بنارسی

مولانا ابوالقاسم سیف بنارسی بن مولانا محمد سعید بنارسی مشہور عالم' محدث' مدرس اور مناظر تھے۔ حدیث کی جزئیات پر بڑی گہری نظر رکھتے تھے۔ اسلامی تاریخ پر بھی مکمل دسترس حاصل تھی۔ وقت کی تمام سیاسی وغیر سیاسی تحریکوں میں حصہ لیا اور متعدد بار اسیر زندان ہوئے۔ (۱۹۴)

مولانا ابوالقاسم یکم شوال ۱۳۰۷ھ کو بنارس میں پیدا ہوئے۔ (۱۹۵)

آپ کے اساتذہ کی فہرست طویل ہے: مولانا قاضی محمد مچھلی شہری' مولانا سید عبدالکبیر بہاری' مولانا سید نذیر الدین احمد جعفری بنارسی' مولانا سعید بنارسی' مولانا شمس الحق ڈیانوی عظیم آبادی' مولانا حافظ عبدالمنان محدث وزیر آبادی اور حضرت شیخ الکل مولانا سید محمد نذیر حسین محدث دہلوی رحمہم اللہ علیہم۔

۱۶ سال کی عمر میں فارغ ہو کر تدریس و تصنیف فرمانے لگے۔ اپنے والد محترم مولانا محمد سعید بنارسی کے قائم کردہ مدرسہ سعیدیہ میں تدریس شروع کی اور مدرس اول مقرر ہوئے۔ اپنی زندگی میں ۵۰ مرتبہ صحیحین کا درس دیا۔ (۱۹۶)

مولانا ابوالقاسم بنارسی نے ایک ماہانہ رسالہ "السعید" بھی جاری کیا' مگر ۱۳۳۰ھ میں بند ہو گیا۔

مولانا ابوالقاسم سیف بنارسی مصنف بھی تھے۔ آپ نے ۷۰ کے قریب کتابیں لکھیں۔ حدیث نبوی ﷺ کے معاملہ میں معمولی سی مداہنت بھی برداشت نہیں کرتے تھے۔ پٹنہ کے ایک جاہل بریلوی عمر کریم نے امام بخاری اور حدیث نبوی ﷺ پر بے جا قسم کے اعتراضات کئے اور ایک کتاب "الجرح علی البخاری" چار جلدوں میں لکھی۔ اس کے علاوہ کئی ایک اشتہار بھی شائع کئے۔ مولانا ابوالقاسم بنارسی نے عمر کریم کی خرافات کا جواب کتابی صورت میں دیا' جس کی تفصیل حسب ذیل ہے:

---

(۱۹۴) میاں فضل حق اور ان کی خدمات' ص ۱۲۷۔

(۱۹۵) تراجم علمائے حدیث ہند' ص ۳۵۷۔ (۱۹۶) ایضاً

(۱) حل مشکلات البخاری مسمی به الکوثر الجاری فی جواب الجرح علی البخاری (۴جلد) (۲) الامر المبرم لابطال الکلام المحکم (۳) ماء حمیم للمولوی عمر کریم (۴) صراط مستقیم لهدایة عمر کریم (۵) الریح العقیم لحسم بناء عمر کریم (۶) الخزی العظیم للمولوی عمر کریم (۷)العرجون القدیم فی افشاء هفوات عمر کریم (۸) الجرح علی ابی حنیفة (۹)السیر الحثیث فی براء ة اهل الحدیث (۱۰) دفع بهتان عظیم (۱۹۷)

ان کے علاوہ آپ کی یہ کتابیں بھی مشہور ہوئیں:

(۱۱) جمع القرآن والحدیث (۱۲) اللؤلؤ والمرجان فی تکلّم المراءة بآیات القرآن (۱۳) قضیة الحدیث فی حجة الحدیث (۱۴) معیارِ نبوت (۱۵) التنقید فی ردّ التقلید (۱۹۸)

مولانا ابوالقاسم بناری نے ۴ سفر ۱۳۶۹ھ/ ۲۵ نومبر ۱۹۴۹ء کو بنارس میں انتقال کیا۔ (۱۹۹)

حیات محمد

مولانا حیات محمد بن شاہ فقیر محمد مشہور اہلحدیث عالم تھے۔ ۱۲۷۹ھ میں پیدا ہوئے۔ علومِ اسلامیہ کی تعلیم مولوی عبدالرحمٰن حنفی، مولوی قطب الدین بنارسی حنفی اور مولوی علی جواد (شیعہ مجتہد) سے حاصل کی۔ حدیث اور تفسیر کی تحصیل مولانا سید محمد نذیر حسین دہلوی سے کی۔ طب کی تعلیم حکیم خدا بخش بنارسی اور حکیم بدرالدین بنارسی سے حاصل کی۔ بعد ازاں شیخ علامہ حسین بن محسن الیمانی سے بھی حدیث کی سند و اجازت حاصل کی۔ تکمیل تعلیم کے بعد وعظ و تبلیغ میں مشغول ہوئے۔ ان کی تبلیغ سے بنارس اور اس کے گرد و نواح میں توحید و سنت کی بہت اشاعت ہوئی۔ تقلیدیانِ احناف کی طرف

---

(۱۹۷) جماعت اہلحدیث کی تصنیفی خدمات، ص ۳۶۸۔۳۷۰۔

(۱۹۸) تراجم علمائے حدیث ہند، ص ۳۵۹۔

(۱۹۹) میاں فضل حق اور ان کی خدمات، ص ۱۲۶۔

سے بہت ایذائیں دی گئیں' لیکن آپ کے پائے ثبات میں لغزش نہیں آئی۔ بنارس کی شاہی مسجد کے خطیب بھی رہے۔ تصنیف و تالیف کا ذوق مطلق نہ تھا۔ اتباعِ سنت میں بہت زیادہ متشدد تھے اور اس معاملہ میں کسی کی ملامت کی پروانہ کرتے تھے۔

۱۹ شوال ۱۳۴۱ھ / ۵ جون ۱۹۲۳ء کو بنارس میں انتقال کیا۔ (۲۰۰)

عبدالسلام مبارک پوری

مولانا عبدالسلام مبارک پوری بن میاں خان محمد مشہور عالم حدیث تھے' جنہوں نے درس و تدریس اور تصنیف و تالیف کے ذریعے دین اسلام کی خدمت کی۔ ۱۲۸۲ھ میں پیدا ہوئے۔ مولانا عبدالرحمٰن محدث مبارک پوری صاحب تحفۃ الاحوذی' مولانا حافظ عبداللہ محدث غازی پوری' مولانا قاضی محمد مچھلی شہری' مولانا سید محمد نذیر حسین محدث دہلوی اور علامہ حسین بن محسن انصاری الیمانی سے علومِ اسلامیہ کی تحصیل کی۔ (۲۰۱)

تکمیل تعلیم کے بعد مختلف دینی مدارس میں تدریسی خدمات انجام دیں۔ پندرہ سال تک صادق پور پٹنہ میں پڑھاتے رہے۔ چار سال تک مدرسہ فیض عام مئو میں تدریس فرمائی اور چار سال تک ضلع گونڈہ کے موضع بونڈھیال میں پڑھایا۔ اس کے بعد دارالحدیث رحمانیہ دہلی میں تدریسی خدمات انجام دیں اور اپنی زندگی اسی مدرسہ میں ختم کردی۔ (۲۰۲)

تدریس کے ساتھ ساتھ تصنیف و تالیف کا سلسلہ جاری رکھا۔ ان کی مشہور کتابیں درج ذیل ہیں: (۱) سیرت البخاری (۲) اثبات الاجازۃ لتکرار صلوٰۃ الجنازۃ (۳) کتاب التمدن (۴) تصوف (۵) تاریخ منوال (۲۰۳)

---

(۲۰۰) تراجم علمائے حدیث ہند' ص ۳۶۵۔

(۲۰۱) تذکرہ علمائے اعظم گڑھ' ص ۱۵۹۔

(۲۰۲) تراجم علمائے حدیث ہند' ص ۴۰۰۔

(۲۰۳) جماعت اہل حدیث کی تصنیفی خدمات' ص ۶۹' ۳۵۴' ۵۶۱۔

مولانا عبدالسلام مبارک پوری نے ۱۸ رجب ۱۳۴۲ھ / ۲۴ فروری ۱۹۲۴ء کو دہلی میں انتقال کیا۔ (۲۰۴)

عبدالرحمٰن مبارک پوری

مولانا عبدالرحمٰن مبارک پوری بن مولانا حافظ عبدالرحیم مبارک پوری عالم اسلام کی نامور شخصیت تھے۔ آپ بلند پایہ عالم دین' محدث' مؤرخ' مدرس' فقیہہ اور بلند پایہ مصنف تھے۔ ان کے علم وفضل اور تبحر علمی کا اعتراف عالم اسلام کے نامور علماء نے کیا ہے۔

مولانا عبدالرحمٰن ۱۲۸۳ھ میں مبارک پور میں پیدا ہوئے۔ (۲۰۵) قرآن مجید سے تعلیم کا آغاز کیا۔ ابتدائی کتابیں اپنے والد محترم مولانا حافظ عبدالرحیم سے پڑھیں۔ اس کے بعد مختلف علوم وفنون کی تحصیل مولانا محمد اسلم فراہی' مولانا سلامت اللہ جیراج پوری' مولانا فیض اللہ مئوی' مولانا خدا بخش اعظم گڑھی' مولانا حافظ عبداللہ غازی پوری' مولانا محمد فاروق چڑیا کوٹی اور مولوی عبدالرحمٰن جیراج پوری سے کی۔ (۲۰۶) مولانا قاضی محمد مچھلی شہری سے بھی استفادہ کیا۔ حدیث کی تحصیل مولانا سید محمد نذیر حسین دہلوی اور شیخ حسین بن محسن انصاری الیمانی سے کی۔

مولانا عبدالحی الحسنی لکھتے ہیں کہ:

ثم اشتغل علی مولانا عبدالله الغازی پوری وقرأ علیه ثم سافر الی دهلی واخذ الحدیث من السید محمد نذیر حسین دهلوی المحدث واسند عن شیخنا حسین بن محسن انصاری الیمانی والقاضی محمد بن عبدالعزیز الجعفری المجهلی شهری (۲۰۷)

''پھر مولانا عبداللہ غازی پوری کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان سے علومِ اسلامیہ کی تحصیل کی۔ اس کے بعد دہلی کا سفر کیا اور مولانا سید محمد نذیر حسین دہلوی سے حدیث کی تحصیل کی۔ بعد ازاں مولانا حسین بن محسن انصاری الیمانی اور قاضی محمد بن عبدالعزیز مچھلی شہری سے بھی حدیث میں استفادہ کیا۔''

---

(۲۰۴) تراجم علمائے حدیث ہند' ص ۳۹۹۔ (۲۰۵) نزہۃ الخواطر ج ۸' ص ۲۴۲۔
(۲۰۶) تراجم علمائے حدیث ہند' ص ۴۰۱۔ (۲۰۷) نزہۃ الخواطر ج ۸' ص ۲۴۲۔

تعلیم سے فراغت کے بعد مولانا عبدالرحمٰن مبارک پوری نے تدریس کا آغاز کیا۔ پہلے مبارک پور میں پڑھایا' پھر بلرام پور (گونڈہ) میں درس و تدریس کی۔ بعد میں اللہ نگر (گونڈہ) چلے گئے اور وہاں بھی تدریسی خدمات انجام دیں۔ مدرسہ سراج العلوم گونڈہ میں بھی تدریس فرمائی۔ اس کے بعد مولانا حافظ عبداللہ غازی پوری کی تحریک پر مدرسہ احمدیہ آریہ تشریف لے گئے اور کافی عرصہ اس مدرسہ میں درس و تدریس فرماتے رہے۔ بعدازاں مدرسہ دارالقرآن والسنۃ کلکتہ تشریف لے گئے اور وہاں بھی کافی عرصہ درس و تدریس کا مشغلہ جاری رکھا۔ یہ مولانا مبارک پوری کے تدریسی سفر کی آخری منزل تھی۔ (۲۰۸)

اس کے بعد مولانا مبارک پوری تصنیف و تالیف میں مصروف ہو گئے۔ ۱۳۲۰ھ سے ۱۳۲۳ھ تک مولانا شمس الحق ڈیانوی عظیم آبادی کے ساتھ رہ کر عون المعبود کی تالیف میں پوری مدد کی۔ (۲۰۹)

مولانا عبدالرحمٰن مبارک پوری کے تلامذہ کی فہرست طویل ہے۔ مشہور تلامذہ یہ ہیں:
مولانا عبدالسلام مبارک پوری صاحب سیرۃ البخاری' مولانا عبید اللہ رحمانی مبارک پوری صاحب مرعاۃ المفاتیح' مولانا عبدالجبار محدث کھنڈیلوی' مولانا نذیر احمد دہلوی' علامہ تقی الدین الہلالی المراکشی' مولانا عبدالرحمٰن مئوی اور مفسر قرآن مولانا امین احسن اصلاحی وغیرہم۔ (۲۱۰)

مولانا عبدالرحمٰن مبارک پوری کے تبحر علمی اور علم حدیث میں ان کی مہارت پر ان کی تصانیف شاہد ہیں۔ مولانا حبیب الرحمٰن قاسمی لکھتے ہیں:

''مولانا کو اللہ تعالیٰ نے علم و عمل سے نوازا تھا۔ دقت نظر' جدت ذہن' ذکاوتِ طبع اور کثرتِ مطالعہ کے اوصاف و کمالات نے آپ کو جامع شخصیت بنا دیا تھا۔ خاص طور پر علم حدیث میں تبحر اور امامت کا درجہ رکھتے تھے۔ روایت کے ساتھ درایت کے مالک اور جملہ علومِ آلیہ و عالیہ میں یگانہ روزگار تھے۔ قوتِ حافظہ

---

(۲۰۸) تذکرہ علمائے اعظم گڑھ' ص ۱۴۵۔ (۲۰۹) عون المعبود' مطبوعہ مکۃ المکرمہ (مقدمہ)

(۲۱۰) تراجم علمائے حدیث ہند' ص ۳۰۳و۴۰۳۔

خداداد تھی۔ بینائی سے محروم ہو جانے کے بعد بھی درسی کتابوں کی عبارتیں زبانی پڑھا کرتے تھے اور ہر قسم کے فتاویٰ لکھوایا کرتے تھے۔ مولانا اپنی تصانیف میں مجتہدانہ شان رکھتے تھے۔ فقہاء خاص طور پر احناف کے بارے میں نہایت شدید رویہ رکھتے تھے اور بڑی شد و مد سے ان کا ردّ کرتے تھے' مگر یہ معاملہ صرف تصانیف تک محدود تھا جو سراسر علمی و تحقیقی تھا۔"(۲۱۱)

مولانا مبارک پوری کی تصانیف کو جو شہرت اور مقبولیت حاصل ہوئی شاید ہی کسی اور عالم کی تصانیف کو ہوئی ہو۔ مولانا کی تصانیف یہ ہیں:

(۱) تحفة الاحوذی فی شرح جامع الترمذی (عربی) مع مقدمة تحفة الاحوذی (۲) ابکار المنن فی تنقید آثار السنن (عربی) (۳) تحقیق الکلام فی وجوب القراءة خلف الامام (۴) کتاب الجنائز (۵) نور الابصار (۶) ضیاء الابصار (۷) تنویر الابصار (۸) المقالة الحسنیٰ (۹) شفاء العلل فی شرح کتاب العلل (عربی) اعلام اهل الزمن من تبصرة آثار السنن (اُردو)(۲۱۲)

مولانا عبدالرحمٰن مبارک پوری نے ۱۶ شوال ۱۳۵۳ھ / ۲۲ جنوری ۱۹۳۵ء کو انتقال کیا۔ (۲۱۳)

مولوی ابویحییٰ امام خاں نوشہری مرحوم لکھتے ہیں کہ:

"جنازہ پر زائرین کا ہجوم علاقہ بھر میں اپنی نظیر تھا۔ بلاتفریق مشرب تمام فرقہ اسلامیہ شامل تھے۔ قصبہ مئو سے جو مبارک پور سے چوتھا ریلوے اسٹیشن ہے' زائرین سے بھری ہوئی ٹرین آئی اور راہ میں کسی اسٹیشن پر نہ رکی کہ مبادا زائرین نماز سے محروم رہ جائیں۔"(۲۱۴)

محمد علی مئوی (ابوالمکارم)

مولانا ابوالمکارم محمد علی بن مولانا فیض اللہ مئوی مشہور علماء میں سے تھے۔ ۱۳۰۸ء

---

(۲۱۱) تذکرہ علمائے اعظم گڑھ' ص ۱۴۵۔

(۲۱۲) جماعت اہل حدیث کی تصنیفی خدمات' ص ۵۳' ۱۶۹' ۱۷۷' ۱۸۹۔

(۲۱۳) نزھة الخواطر' ج ۸' ص ۲۴۳۔ (۲۱۴) تراجم علمائے حدیث ہند' ص ۴۰۶۔

میں پیدا ہوائے۔ ابتدائی کتابیں اپنے والد مولانا فیض اللہ مئوی سے پڑھیں۔ ملا حسام الدین مئوی سے بھی استفادہ کیا۔(۲۱۵) بعد ازاں مولانا حافظ عبداللہ غازی پوری سے پڑھا۔ حدیث کی تحصیل مولانا سید محمد نذیر حسین محدث دہلوی سے کی۔ مولانا عبدالحی الحسنی لکھتے ہیں:

وقرأ العلم علی مولانا عبداللّٰہ بن عبدالرحیم الغازی بوری ثم سافر الی دھلی واخذ الحدیث عن السید محمد نذیر حسین الدھلوی المحدث (۲۱۶)

طب کی تعلیم حکیم سید عبدالحفیظ دہلوی سے حاصل کی۔(۲۱۷) تکمیل کے بعد مولانا محمد علی مئوی واپس وطن آئے۔ صاحب جائداد و املاک تھے۔ تجارت ذریعۂ معاش تھا۔ اپنی جیب خاص سے مئو اور اس کے اطراف میں مساجد بنوائیں۔ اللہ کی راہ میں بہت زیادہ خرچ کرتے تھے۔ بالخصوص مسلک اہل حدیث کی اشاعت میں بڑی فراخ دلی سے خرچ کرتے تھے۔ (۲۱۸)

تصنیف و تالیف کا بھی عمدہ ذوق رکھتے تھے۔ آپ کی چھوٹی بڑی تصانیف کی تعداد ۴۰ کے قریب ہے۔ مشہور تصانیف یہ ہیں:

(۱) زینت الجیش بخلافۃ القریش (۲) البحث عن سیرۃ النبی۔ پہلا رسالہ حدیث خلافت قریش سے متعلق ہے اور دوسرا رسالہ مولانا شبلی نعمانی کی سیرۃ النبی جلد اوّل کے چند مباحث پر تنقید ہے۔ (۳) الجواب السدید عن مقالات اہل التقلید (مولانا عبدالحی لکھنوی کے بعض فتاویٰ پر تنقید) (۲۱۹)

ان کے علاوہ آپ کے بعض بہت مفید علمی و تحقیقی رسائل ہیں۔ مولانا محمد علی مئوی نے ۷ رجب ۱۳۵۲ھ/ ۲۶ اکتوبر ۱۹۳۳ء کو انتقال کیا۔ (۲۲۰)

---

(۲۱۵) تراجم علمائے حدیث ہند' ص ۴۲۳۔ (۲۱۶) نزھۃ الخواطر ج ۸' ص ۴۴۹۔

(۲۱۷) تذکرہ علمائے اعظم گڑھ' ص ۲۹۶۔ (۲۱۸) ایضاً

(۲۱۹) جماعت اہل حدیث کی تصنیفی خدمات' ص ۴۴۸۔

(۲۲۰) تراجم علمائے حدیث ہند' ص ۴۲۴ و ۴۲۵۔

محمد علی مئوی (ابوالمعالی)

مولانا ابوالمعالی محمد علی مئوی بن میاں حسام الدین مشہور عالم حدیث تھے۔ ۱۲۸۲ھ میں پیدا ہوئے۔ مولانا فیض اللہ مئوی اور مولانا سید محمد نذیر حسین دہلوی سے تفسیر، حدیث، فقہ اور دوسرے علومِ اسلامیہ کی تعلیم حاصل کی۔ تکمیل کے بعد دعوت و تبلیغ کا سلسلہ جاری رکھا۔ (۲۲۱)

تصنیف و تالیف کا بھی عمدہ ذوق رکھتے تھے۔ آپ نے جو کتابیں تصنیف کیں ان کی تفصیل یہ ہے:

(۱) نظم اللآلی بلطائف القرآن (۲) رسالۃ مسواک (۳) القول المحکم (۴) اظہار الھفوات التی صدرت عن مؤلف ازالۃ الشبہات (۵) مصابیح ترجمہ رسالہ تراویح (۶) الاقوال المحققۃ فی ردّ جواز النکاح غیر المطلقۃ (۷) صید البحر المقلب بہ "طیبات فیضی" (۸) جامع المسائل (۹) ابرار الغمّہ من ترجمۃ کتاب السنۃ (۱۰) البیان فی تحقیق الجلالۃ ودعوۃ الفتان (۱۱) تحریم الربا (۱۲) زلۃ فضل الرحمٰن فی تائید مذھب النعمان (۱۳) الانتباہ فی تردید عن جواز السجدۃ لغیر اللہ (۱۴) تحفۂ حبیب ترجمۂ نالۂ حبیب (۱۵) تفریح المؤمنین فی مناقب امام زین العابدین (۱۶) روائیداد جلسہ اسلامیہ مدرسہ شمس الہدیٰ دلال پور دمکا (۱۷) شرح طبقات ابن سعد (۲۲۲) (۱۸) البحر الراقۃ (۲۲۳)

مولانا محمد علی مئوی (ابوالمعالی) نے ۱۳۵۳ھ مطابق ۱۹۳۴ء میں وفات پائی۔ (۲۲۴)

عبداللہ غازی پوری

مولانا حافظ عبداللہ بن عبدالرحیم غازی پوری اپنے وقت کے مشاہیر علماء میں سے تھے۔ آپ کے چمنستانِ علم سے بے شمار علماء اور فضلاء نے خوشہ چینی کی، اور علمی دنیا میں شہرت و مقبولیت حاصل کی۔

---

(۲۲۱) تراجم علمائے حدیث ہند، ص ۴۲۶۔ (۲۲۲) جماعت اہل حدیث کی تصنیفی خدمات، ص ۸۱۵۔
(۲۲۳) تراجم علمائے حدیث ہند، ص ۴۲۶۔ (۲۲۴) ایضاً۔

مولانا حافظ عبداللہ کا اصل وطن مئو ضلع اعظم گڑھ تھا۔ یہاں آپ ۱۲۶۱ھ میں پیدا ہوئے۔ (۲۲۵) بارہ سال کی عمر میں قرآنِ مجید حفظ کیا۔ اس کے بعد تعلیم کا آغاز کیا اور مولانا محمد قاسم مئوی سے فارسی اور عربی کی ابتدائی کتابیں پڑھیں کہ اسی دوران ۱۸۵۷ء کا ہنگامہ ہوگیا جس کی لپیٹ میں مولانا کا قصبہ مئو بھی آ گیا اور شہری زندگی نہایت ابتر ہوگئی۔ مولانا عبداللہ کے والدین مئو سے ترکِ سکونت کر کے غازی پور آ گئے۔ اس وقت غازی پور میں مولانا رحمت اللہ لکھنوی' کا مدرسہ چشمہ رحمت علم وفن کا مرکز تھا۔ حافظ عبداللہ اس مدرسہ میں داخل ہو گئے۔ اس مدرسہ میں آپ نے بانی مدرسہ مولانا رحمت اللہ لکھنوی مولانا مفتی نعمت اللہ اور مولانا محمد فاروق چڑیا کوٹی سے درسی کتابوں کی تکمیل کی۔ (۲۲۶)

اس کے بعد حافظ عبداللہ جون پور چلے گئے۔ وہاں آپ نے مولانا مفتی محمد یوسف فرنگی محلی سے استفادہ کیا۔ فنون سے فراغت کے بعد آپ دہلی تشریف لائے اور شیخ الکل مولانا سید محمد نذیر حسین دہلوی سے تفسیر و حدیث پڑھ کر سند حاصل کی۔ مولانا عبدالحی الحسنی لکھتے ہیں:

"ثم سافر للعلم الی غازی پور وقرأ العلم علی المولوی رحمة اللّٰه اللکھنوی المفتی نعمت اللّٰه ثم سافر الی جون بور وقرأ علی المفتی یوسف بن محمد اصغر اللکھنوی فی المدرسة الامامية الحنفية ثم سار الی دهلی واخذ الحديث عن شيخنا السيد نذير حسين الدهلوی المحدث۔ (۲۲۷)

۱۲۹۷ھ میں حج بیت اللہ کے لئے حجاز تشریف لے گئے۔ وہاں آپ نے تلمیذ علامہ شوکانی شیخ عباس یمنی سے حدیث کی سند و اجازت حاصل کی۔ (۲۲۸) حج سے واپسی کے بعد مدرسہ چشمہ رحمت غازی پوری سے تدریس کا آغاز کیا اور سات سال تک مسلسل یہاں تدریسی خدمات انجام دیں۔ (۲۲۹) ۱۳۰۴ھ/۱۸۸۶ء میں مولانا

---

(۲۲۵) نزہۃ الخواطر ج ۸، ص ۲۸۷۔ (۲۲۶) ایضاً و تذکرہ علمائے اعظم گڑھ۔ ص ۱۹۷۔ (۲۲۷) ایضاً

(۲۲۸) تذکرہ علمائے اعظم گڑھ، ص ۱۹۷۔ (۲۲۹) ایضاً' ص ۱۹۸۔

حافظ ابراہیم آروی کے مدرسہ احمدیہ آریہ چلے گئے اور وہاں آپ نے ۱۳۲۷ھ/۱۹۰۶ء تک درس وتدریس کا سلسلہ جاری رکھا۔ اس کے بعد دہلی تشریف لے آئے اور ۸ برس تک درس و افادہ کا بازار گرم کر کے سینکڑوں طلبہ کو اپنے علمی فیوض سے بہرہ ور رکھا۔ (۲۳۰) مولانا حافظ عبداللہ کی ساری زندگی درس وتدریس میں بسر ہوئی۔ اس لئے آپ کے تلامذہ کی فہرست طویل ہے۔ مولانا سید سلیمان ندوی (م۱۹۵۳ء) لکھتے ہیں:

''مولانا حافظ اللہ غازی پوری نے درس وتدریس کے ذریعہ خدمت کی۔ اور کہا جا سکتا ہے کہ مولانا سید محمد نذیر حسین صاحب کے بعد درس کا اتنا بڑا حلقہ اور شاگردوں کا مجمع ان کے سوا کسی کو ان کے شاگردوں میں نہیں ملا۔'' (۲۳۱)

آپ کے مشاہیر تلامذہ یہ ہیں:

مولانا محمد سعید محدث بنارسی' مولانا شاہ عین الحق پھلواروی' مولانا عبدالسلام مبارک پوری صاحب سیرۃ البخاری' مولانا محمد ابوبکر شیث جون پوری' مولانا عبدالرحمٰن مبارک پوری صاحب تحفۃ الاحوذی' مولانا فضل الرحمٰن پروفیسر مدرسہ عالیہ کلکتہ اور مولانا سید محمد داؤد غزنوی رحمہم اللہ اجمعین۔ (۲۳۲)

مولانا حافظ عبداللہ غازی پوری تصنیف وتالیف کا بھی ذوق رکھتے تھے۔ ان کی چند تصانیف یہ ہیں:

(۱) ابراء اهل الحديث والقرآن (۲) تسهيل الفرائض (۳) رسالة تراويح (۴) البحر المواج مقدمة صحيح مسلم (عربی) (۲۳۳)

مولانا حافظ عبداللہ غازی پوری علوم اسلامیہ کا بحر زخار تھے اور اس قدر تبحر علمی کے اور درس و تدریس میں اس قدر مشغول ہونے کے باوصف وہ نہایت متقی اور پرہیزگار تھے۔ (۲۳۴)

مولانا سید محمد نذیر حسین دہلوی فرمایا کرتے تھے کہ:

---

(۲۳۰) ہندوستان میں اہل حدیث کی علمی خدمات، ص ۱۴۹ (۲۳۱) تراجم علمائے حدیث ہند، ص ۳۷۔

(۲۳۲) تذکرہ علمائے اعظم گڑھ، ص ۱۹۸، تراجم علمائے حدیث ہند، ص ۳۶۴۔

(۲۳۳) نزہۃ الخواطر، ج ۸، ص ۲۸۸۔ (۲۳۴) ایضاً

''میرے درس میں دو عبداللہ آئے ہیں: ایک عبداللہ غزنوی اور دوسرے عبداللہ غازی پوری''۔ (۲۳۵)

مولانا حافظ عبداللہ غازی پوری دہلی میں درس و تدریس میں مشغول تھے کہ ان کے ایک قریبی ڈاکٹر عبدالرحیم لکھنؤ میں انتقال کر گئے۔ حافظ صاحب دہلی سے لکھنؤ تعزیت کے لئے گئے اور وہاں کچھ ایسے حالات پیدا ہوگئے کہ ان کو مستقل لکھنؤ ہی میں قیام کرنا پڑا۔ اور آخر چند روز بیمار رہ کر ۲۱ صفر ۱۳۳۷ھ/۲۶ نومبر ۱۹۱۸ء کو انتقال کیا اور عیش باغ کے قبرستان میں دفن ہوئے۔ (۲۳۶)

ابو یحییٰ محمد شاہ جہان پوری

مولانا ابو یحییٰ محمد شاہ جہان پوری بن مولانا کفایت اللہ متبحر عالم دین تھے۔ ابتدائی کتابیں اپنے والد محترم سے پڑھیں۔ اس کے بعد آپ رام پور چلے گئے اور مولوی ارشاد حسین رام پوری (م ۱۳۱۱ھ) سے مختلف علوم کی تعلیم حاصل کی۔ مولوی ارشاد حسین غالی مقلد تھے۔ انہوں نے حضرت میاں صاحب دہلوی کی کتاب ''معیار الحق'' کا جواب ''انتصار الحق'' کے نام سے لکھا تھا۔ مولانا محمد شاہ جہان پوری نے استاد کا اثر قبول کیا اور ان کے فیضانِ صحبت سے حنفی مسلک اختیار کر لیا اور ایسے غالی مقلد ہوئے کہ اہل حدیث پر تبرّا کرتے تھے' اپنے والد کو گمراہ کہتے اور ہر وقت اہلحدیث علماء سے مباحثہ و مناظرہ کے لئے تیار رہتے۔ ایک دن مولانا بدر الحسن پھوانی سے' جو کہ مشہور اہل حدیث عالم تھے' ان سے ٹکر ہوگئی۔ انہوں نے فرمایا کہ حضرت امام ابو حنیفہؒ کے دو قول ہیں: (۱) اترکوا قولی بخبر الرسول ﷺ (۲) واذا صحّ الحدیث فھو مذھبی۔ ان دونوں قولوں پر آپ حنفی حضرات عمل نہیں کرتے۔ مولانا بدر الحسن کی گفتگو سے اتنے متاثر ہوئے کہ تقلید شخصی سے توبہ کر لی اور مولانا بدر الحسن سے الجامع الصحیح البخاری پڑھی۔ اور اس کے بعد حضرت میاں صاحب دہلوی کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان سے مکرر حدیث پڑھ کر سند حاصل کی۔ علامہ حسین بن محسن انصاری الیمانی سے بھی حدیث

---

(۲۳۵) تراجم علمائے حدیث ہند' ص ۴۵۵۔ (۲۳۶) نزھۃ الخواطر' ج ۸' ص ۲۸۸۔

میں سندواجازت حاصل کی۔ تکمیل کے بعد کچھ عرصہ دہلی میں تدریس فرمائی۔ (۲۳۷)

تصنیف وتالیف کا بھی عمدہ ذوق رکھتے تھے۔ آپ کی تصانیف یہ ہیں:

(۱) **تعلیقات علیٰ سنن النسائی** (عربی) (۲) **عین المشابۃ فی تحقیق تکرار الجماعۃ** (۳) **اصول فقہ** (۴) **ردّ جوامع الشواھد فی اخراج الوھابیین عن المساجد** (۵) **الارشاد الیٰ سبیل الرشاد فی بحث التقلید والاجتھاد**۔ یہ کتاب مولانا رشید احمد گنگوہی کے رسالہ "سبیل الرشاد" کے جواب میں ہے۔ اس میں ثابت کیا گیا ہے کہ بڑے بڑے فقہاءِ امت حدیث نبوی میں کم مایہ تھے۔ ثبوت میں تاریخی واقعات اور بزرگانِ دین کے اقوال وغیرہ پیش کئے گئے ہیں۔ (۲۳۸)

مولانا ابو یحییٰ نے "تذکرۂ علماء اہل حدیث" کے نام سے بھی ایک کتاب مرتب کی لیکن اس کی تکمیل نہ ہوسکی۔ مولانا ابو یحییٰ محمد شاہ جہان پوری نے ۱۳۳۸ھ/۱۹۲۰ء میں انتقال کیا۔ (۲۳۹)

عبدالحلیم شرر

مولانا عبدالحلیم شرر لکھنوی بن تفضّل حسین مشہور مصنف' صحافی اور عالم تھے۔ نسباً ہاشمی وعباسی تھے۔ اوران کا سلسلہ نسب امین الرشید سے ملتا ہے۔ محمد تغلق کے عہد میں ان کے آباء واجداد ہندوستان میں آکر آباد ہوئے تھے۔ (۲۴۰)

۱۸۶۰ء میں لکھنؤ میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی کتابیں اپنے والد تفضّل حسین سے پڑھیں۔ اس کے بعد مختلف علوم وفنون میں مولوی محمد علی شیعی لکھنوی' مولانا عبدالحی بن عبدالحلیم لکھنوی اور مفتی عباس بن علی شیعی لکھنوی سے تعلیم حاصل کی۔ (۲۴۱)

حدیث کی تحصیل شیخ الکل مولانا سید محمد نذیر حسین دہلوی سے کی اور دوسال تک حضرت میاں صاحب کی خدمت میں رہے۔ مولانا عبدالحی الحسنی لکھتے ہیں:

---

(۲۳۷) تراجم علمائے حدیث ہند' ص ۴۷۷۔

(۲۳۸) جماعت اہل حدیث کی تصنیفی خدمات' ص ۴۵۷،۰۷۔

(۲۳۹) تراجم علمائے حدیث ہند' ص ۴۱۷۔ (۲۴۰) نزھۃ الخواطر ج ۸' ص ۲۲۵۔ (۲۴۱) ایضاً۔

ثم سافر الی دهلی واخذ الحدیث عن السید محمد نذیر حسین المحدث الدهلوی وصحبه سنتین (۲۴۲)

''پھر دہلی کا سفر کیا اور دو سال مولانا سید محمد نذیر حسین دہلوی کی خدمت میں رہ کر حدیث کی تحصیل کی۔''

دہلی سے تعلیم حاصل کرنے کے بعد لکھنؤ آئے اور ''اودھ'' اخبار میں مضامین کا سلسلہ شروع کیا اور آخر اودھ اخبار کے اسسٹنٹ ایڈیٹر مقرر ہو گئے۔ کچھ عرصہ بعد اپنا اخبار ''محشر'' جاری کیا اور اودھ اخبار سے علیحدگی اختیار کر لی۔ ۱۸۸۶ء میں مولوی بشیر الدین ایڈیٹر ''البشیر'' اٹاوہ کی تحریک اور مشورہ پر ایک ادبی رسالہ ''دلگداز'' جاری کیا۔ (۲۴۳)

مولانا عبدالحلیم شرر بلند پایہ مؤرخ اور ناول نگار تھے۔ اس کے علاوہ حدیث میں ان کا شہرہ بہت زیادہ تھا۔ بے شمار علمائے کرام نے آپ سے حدیث میں استفادہ کیا۔ (۲۴۳) تفسیر اور عربی ادب سے خاص لگاؤ تھا۔ حضرت میاں صاحب نے ان کا لقب داؤد ظاہری رکھا ہوا تھا۔ (۲۴۴) مولانا شرر لکھنوی صاحب تصانیف کثیرہ تھے۔ ان کی تصانیف ۶۰ سے زیادہ ہیں۔ مشہور تصانیف میں جویائے حق' خاتم المرسلین' تاریخ خلافت' تاریخ سندھ' تاریخ یہود' مسیح و مسیحیت' عرب قبل از اسلام اور تاریخ بغداد مشہور ہیں۔ (۲۴۵)

مولانا عبدالحلیم شرر نے جمادی الاخریٰ ۱۳۴۵ھ / دسمبر ۱۹۲۶ء میں لکھنؤ میں وفات پائی۔ (۲۴۶)

عبدالحی الحسنی

حکیم مولانا عبدالحی الحسنی بن فخر الدین حسنی مشاہیر علماء میں سے تھے۔ آپ حضرت سید احمد شہید رائے بریلوی کے خاندان میں سے تھے۔ ۱۸ رمضان ۱۲۸۶ھ / ۲۲ دسمبر ۱۸۶۹ء کو دائرہ شاہ علم اللہ رائے بریلی میں پیدا ہوئے۔ (۲۴۷)

---

(۲۴۲) نزهۃ الخواطر' ج ۸' ص ۲۲۵۔ (۲۴۳) تراجم علمائے حدیث ہند' ص ۵۳۳۔

(۲۴۴) ایضاً' ص ۵۳۶' ۵۳۷۔ (۲۴۵) جماعت اہل حدیث کی تصنیفی خدمات' ص ۵۷۷۔

(۲۴۶) تراجم علمائے حدیث ہند' ص ۵۲۲' نزهۃ الخواطر' ج ۸' ص ۲۲۶۔

(۲۴۷) حیاتِ عبدالحی' ص ۳۳۔

آپ نے جن اساتذہ سے مختلف علوم وفنون میں تعلیم حاصل کی ان میں مولانا سید عبدالسلام، مولانا شاہ ضیاء النبی اور مولوی سید سعید الدین شامل ہیں۔ (۲۴۸)

اس کے بعد لکھنؤ چلے گئے۔ وہاں آپ نے مولانا سید امیر علی ملیح آبادی، مولوی الطاف حسین، مولانا فضل اللہ اور مولانا محمد نعیم فرنگی محلی سے کتب درسیہ پڑھیں۔ (۲۴۹)

حدیث کی تحصیل مولانا سید محمد نذیر حسین دہلوی اور علامہ حسین بن محسن انصاری الیمانی سے کی۔ (۲۵۰) طب کی تعلیم مولانا حکیم عبدالعلی لکھنوی سے حاصل کی۔ (۲۵۱)

تکمیل تعلیم کے بعد لکھنؤ میں مطب شروع کیا اور اس کے ساتھ قومی وملّی اور اصلاحی کاموں میں دلچسپی لینے لگے۔ ۱۳۱۳ھ میں ندوۃ العلماء لکھنؤ کے ناظم مقرر ہوئے اور ۹ سال تک آپ ندوہ کے ناظم رہے۔ (۲۵۲)

مولانا حکیم سید عبدالحی الحسنی متبحر عالم دین، نامور طبیب حاذق اور بلند پایہ مصنف تھے۔ عربی، فارسی اور اُردو میں بلند پایہ کتابیں لکھیں۔ آپ کی مشہور تصانیف یہ ہیں:

(۱) نزهة الخواطر وبهجة المسامع والنواظر (عربی): یہ کتاب آٹھ جلدوں میں ہے۔ اس میں پہلی صدی ہجری سے لے کر ۱۴ویں صدی ہجری تک تقریباً ساڑھے چار ہزار مشاہیر علماء کے حالات ہیں۔ اس کا اُردو ترجمہ مولوی ابو یحییٰ امام خاں نوشہروی نے کیا ہے۔ پہلی ۴ جلدیں مقبول اکیڈمی لاہور نے شائع کی ہیں۔ بقیہ چار جلدوں کا مسودہ مترجم مرحوم کے صاحبزادہ ملک عبدالباقی ایڈووکیٹ کے پاس موجود ہے۔

(۲) الثقافة الاسلامية في الهند (عربی): اس کتاب میں اسلامی علوم وفنون پر جو کتابیں شائع ہوئی ہیں ان کی فن کے لحاظ سے فہرست درج کی ہے۔ اس کا اُردو ترجمہ بنام ''اسلامی علوم وفنون ہندوستان میں'' مولانا عمران خاں ندوی کے قلم سے دارالمصنفین اعظم گڑھ سے شائع ہو چکا ہے۔

(۳) گل رعنا: اس کتاب میں اردو شعراء کا تذکرہ ہے۔ اور شروع میں ایک جامع

---

(۲۴۸) تراجم علمائے حدیث ہند، ص ۵۴۵۔ (۲۴۹) ایضاً، ص ۵۴۶۔

(۲۵۰) حیاتِ عبدالحی، ص ۶۱۔ (۲۵۱) ایضاً، ص ۶۶۔ (۲۵۲) ایضاً، ص ۱۳۶۔

مقدمہ ہے جس میں اُردو شاعری کی تاریخ نہایت تحقیق سے لکھی گئی ہے۔

ان کے علاوہ مولانا عبدالحی لکھنوی کی درج ذیل کتابیں بھی اپنے موضوع کے اعتبار سے لاجواب ہیں: تاریخ گجرات بنام یادِ ایام' نور الایمان' تعلیم الاسلام اور ارمغانِ احباب۔ (۲۵۳) مولانا عبدالحی الحسنی نے ۱۵ جمادی الاخریٰ ۱۳۴۱ھ/ ۲ فروری ۱۹۲۳ء کو انتقال کیا۔ (۲۵۴)

تلطف حسین عظیم آبادی

مولانا تلطف حسین عظیم آبادی مشہور عالم تھے۔ ۱۲۶۴ھ میں عظیم آباد میں پیدا ہوئے۔ مولانا حافظ عبداللہ غازی پوری' مولانا قاضی بشیر الدین قنوجی اور مولانا عبدالحی بن عبدالحلیم لکھنوی سے علومِ اسلامیہ کی تحصیل کی۔ حدیث کی تحصیل مولانا سید محمد نذیر حسین دہلوی اور علامہ حسین بن محسن انصاری الیمانی سے کی۔

مولانا سید عبدالحی الحسنی لکھتے ہیں:

ثم لازم الشيخ المحدث نذير حسين الدهلوي واخذ عنه الحديث واسند عن شيخنا العلامة حسين بن محسن السبعي الانصاري اليماني

''مولانا سید محمد نذیر حسین دہلوی اور علامہ حسین بن محسن انصاری الیمانی سے حدیث میں سند و اجازت حاصل کی۔''

اس کے بعد حضرت میاں صاحب کی خدمت میں رہے اور ان کے انتقال تک ان کی خدمت کرتے رہے۔ حج بیت اللہ کے وقت بھی میاں صاحب کے ساتھ تھے اور جب میاں صاحب کا انتقال ہوا تو اس وقت بھی ان کے پاس موجود تھے۔ میاں صاحب سے ان کی رفاقت ۲۶ سال ہے۔

مولانا تلطف حسین مناظرہ میں یدطولیٰ رکھتے تھے اور وراثت کے مسائل میں بھی ان کو مہارت حاصل تھی۔ ان کا ذریعۂ معاش تجارت کتب تھا۔ (۲۵۵)

---

(۲۵۳) تراجم علمائے حدیث ہند' ص ۵۵۰۔۵۵۲۔ (۲۵۴) ایضاً' ص ۵۴۳۔

(۲۵۵) نزہۃ الخواطر' ج ۸' ص ۹۴۔

ان کے سن وفات کا پتہ نہیں چل سکا کہ کب اس دنیائے فانی سے کوچ کیا۔

امیر علی ملیح آبادی

مولانا امیر علی بن معظم علی الحسنی ملیح آبادی ثم لکھنوی مشاہیر علماء میں سے تھے۔ ۱۲۷۴ھ میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی فارسی کی کتابیں اور صرف ونحو اور ریاضی وغیرہ کی تعلیم مولوی حیدر علی اور سید عبداللہ آروی سے حاصل کی۔

اس کے بعد اصولِ فقہ کی تعلیم مولانا قاضی بشیر الدین قنوجی سے حاصل کی۔ حدیث کی تعلیم شیخ الکل مولانا سید محمد نذیر حسین محدث دہلوی سے حاصل کی اور طب میں حکیم عبدالمجید خاں بن حکیم محمود خاں دہلوی سے استفادہ کیا۔ فراغت تعلیم کے بعد لکھنؤ واپس آئے اور مطبع نولکشور لکھنؤ میں کتابوں کی تصحیح پر مامور ہوئے۔ کچھ عرصہ نولکشور لکھنؤ میں قیام کے بعد مدرسہ عالیہ کلکتہ میں تدریس پر مامور ہوئے اور دو سال تک اس مدرسہ میں تدریسی خدمات سرانجام دیں۔ اس کے بعد دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ میں تدریس فرمائی اور بے شمار حضرات ان سے مستفیض ہوئے۔ (۲۵۶)

مولانا امیر علی ملیح آبادی بلند پایہ مصنف اور مفسر قرآن بھی تھے۔ آپ نے جو کتابیں لکھیں ان کی تفصیل یہ ہے:

(۱) تفسیر مواھب الرحمٰن (۳۰ جلد) (۲) شرح صحیح بخاری (اردو) (۳) حاشیۃ تقریب التھذیب ابن حجر (عربی) (۴) التعقیب تکملۃ التھذیب (عربی) (۵) المستدرک فی الرجال (عربی) (۶) عین الھدایۃ شرح ھدایۃ الفقہ (اردو) (۷) ترجمہ فتاویٰ عالمگیری (۸) حواشی التوضیح والتلویح (عربی)(۲۵۷)

مولانا سید امیر علی ملیح آبادی نے رجب ۱۳۳۷ھ میں لکھنؤ میں انتقال کیا۔(۲۵۸)

آلِ حسن امروہی

مولانا آل حسن امروہی بن نذیر احمد امام الدین الحسینی المودودی علمائے کبار میں

---

(۲۵۶) نزھۃ الخواطر ج ۸ ص ۵۵۔ (۲۵۷) جماعت اہل حدیث کی تصنیفی خدمات ص ۷۰۔۷۱

(۲۵۸) نزھۃ الخواطر ج ۸ ص ۵۶۔

سے تھے۔ امروہہ میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی کتابیں اپنے چچا مولوی کریم بخش سے پڑھیں۔ اس کے بعد دارالعلوم دیوبند چلے گئے۔ وہاں آپ نے مولانا محمود الحسن اور مولانا محمد یعقوب بن مملوک نانا توی سے فقہ کی تعلیم حاصل کی۔ اس کے بعد علی گڑھ کا رخ کیا۔ اور وہاں مولانا فیض الحسن سہارن پوری اور مولانا مفتی لطف اللہ علی گڑھ سے استفادہ کیا۔ اس کے بعد کان پور تشریف لے گئے اور وہاں شیخ عبدالحق بن غلام رسول کان پوری سے فقہ، اصولِ فقہ اور علم کلام میں استفادہ کیا۔ کان پور سے مراد آباد پہنچے اور مولانا عالم علی مراد آبادی سے الجامع الصحیح البخاری پڑھی۔ مراد آباد سے دہلی تشریف لائے اور شیخ الکل مولانا سید محمد نذیر حسین محدث دہلوی سے صحاحِ ستہ کی تحصیل کی۔

فراغت تعلیم کے بعد حیدر آباد دکن چلے گئے اور وہاں درس و تدریس کا سلسلہ شروع کیا۔ مولانا سید آل حسن شعر و ادب کا بھی خاص ذوق رکھتے تھے۔ عربی و فارسی کے بے شمار اشعار زبانی یاد تھے۔ تصنیف میں ''نخبۃ التواریخ'' کے نام سے فارسی میں ایک کتاب لکھی۔ مولانا سید آل حسن نے ۱۳۳۶ھ میں انتقال کیا۔ (۲۵۹)

ملا صدیق پشاوری

ملا صدیق پشاوری بڑے عالم، فاضل، محدث، فقیہ اور اصولی تھے۔ تمام علومِ اسلامیہ پر ان کی نظر وسیع تھی۔ حدیث اور فقہ میں ان کو کمال حاصل تھا۔ فقہ اور اصولِ فقہ کی کئی کتابوں کی عبارتیں ازبر تھیں۔ شیخ الکل حضرت مولانا سید محمد نذیر حسین دہلوی کے خاص تلامذہ میں ان کا شمار ہوتا تھا۔ ان کی ولادت اور سن وفات کے بارے میں معلوم نہیں ہوسکتا۔ (۲۶۰)

شاہ عین الحق پھلواروی

مولانا شاہ عین الحق بن علی حبیب بن ابوالحسن علمائے ربانی میں سے تھے۔ مولانا نعمت اللہ پھلواروی اور مولانا حافظ عبداللہ محدث غازی پوری سے علومِ اسلامیہ کی تعلیم حاصل کی۔ حدیث کی سند مولانا سید محمد نذیر حسین دہلوی سے حاصل کی۔ (۲۶۱)

---

(۲۵۹) نزھۃ الخواطر، ج ۸، ص ۲،۳۔ (۲۶۰) الحیاۃ بعد المماۃ، ص ۳۵۳۔

(۲۶۱) نزھۃ الخواطر، ج ۸، ص ۳۳۷۔

مولانا عین الحق پھلواروی بڑے عبادت گزار اور صالح عالم تھے۔ (۲۶۲) تصنیف میں سورۂ ق کی تفسیر بنام "المغراف فی تفسیر سورۃ ق" لکھی (۲۶۳)۔ ۱۲۸۷ھ میں پیدا ہوئے اور ۱۳۴۳ء میں لکھنؤ میں وفات پائی۔ (۲۶۴)

عبدالاعلیٰ غزنوی

مولانا عبدالاعلیٰ غزنوی بن مولانا عبدالعزیز غزنوی بن مولانا سید عبداللہ غزنوی مشاہیر علماء میں سے تھے۔ علومِ اسلامیہ کی تحصیل مولانا عبدالاول غزنوی، مولانا عبدالجبار غزنوی اور مولانا سید عبدالواحد غزنوی سے حاصل کی۔ حدیث کی تحصیل حضرت میاں صاحب دہلوی سے کی۔ فراغت تعلیم کے بعد درس و تدریس اور وعظ و تبلیغ کا سلسلہ جاری رکھا۔ بہت عبادت گزار اور تقویٰ و طہارت کا اعلیٰ نمونہ تھے۔ ان کے سن وفات کا علم نہیں ہوسکا۔

نوٹ: مولانا سید عبداللہ غزنوی کے پانچ صاحبزادے اور تین پوتے شیخ الکل مولانا سید محمد نذیر حسین دہلوی کے شاگرد تھے۔ یعنی صاحبزادگانِ عالی مقام:

۱۔ مولانا عبداللہ بن عبداللہ غزنوی

۲۔ مولانا محمد بن عبداللہ غزنوی

۳۔ مولانا عبدالجبار بن عبداللہ غزنوی

۴۔ مولانا عبدالواحد بن عبداللہ غزنوی

۵۔ مولانا عبدالقدوس بن عبداللہ غزنوی

اور پوتے:

۱۔ مولانا سید عبدالاول بن مولانا محمد بن عبداللہ غزنوی

۲۔ مولانا عبدالغفور بن مولانا محمد بن عبداللہ غزنوی

۳۔ مولانا عبدالاعلیٰ بن مولانا عبدالعزیز بن عبداللہ غزنوی

---

(۲۶۲) نزہۃ الخواطر، ج۸، ص۳۳۷۔ (۲۶۳) تذکرہ علمائے اعظم گڑھ، ص۲۰۰۔

(۲۶۴) جماعت اہل حدیث کی تصنیفی خدمات، ص۱۵۔

یہ سعادت غزنوی خاندان کو حاصل ہوئی کہ اس خاندان کے ۸ علمائے کرام نے حضرت شیخ الکل مولانا سید محمد نذیر حسین دہلوی سے حدیث کی تعلیم حاصل کی۔ (۲۶۵)

عبدالحق حقانی دہلوی

مولانا عبدالحق حقانی بن محمد میر مشاہیر علماء میں سے تھے۔ ۱۲۶۲ھ میں گمتھلہ ضلع انبالہ (پنجاب) میں پیدا ہوئے۔ تعلیم کا آغاز کان پور میں کیا۔ مولانا عبدالحق بن غلام رسول کان پوری سے عربی و فارسی کی کتابیں پڑھیں اور اس کے ساتھ مختلف علوم وفنون میں استفادہ کیا۔ پھر مراد آباد جا کر مولانا عالم علی سے صحاحِ ستہ کی بعض کتابیں پڑھیں۔ اس کے بعد دہلی تشریف لائے اور مولانا سید محمد نذیر حسین دہلوی سے تفسیر و حدیث کی تعلیم حاصل کی۔ مولانا عبدالحی الحسنی لکھتے ہیں:

ثم سار الی مراد آباد وقرأ بعض الکتب من الصحاح الستة علی مولانا عالم علی النگینوی ثم سار الی دھلی و اخذ عن شیخنا السید نذیر حسین الدھلوی المحدث (۲۶۶)

تعلیم سے فراغت کے بعد مدرسہ فتح پوری دہلی میں تدریسی خدمات انجام دیں۔ آخر میں درس وتدریس چھوڑ کر تصنیف وتالیف میں مشغول ہوئے۔ حیدرآباد دکن سے آپ کو مقرر ماہانہ وظیفہ ملتا رہتا تھا۔ آپ نے بہت سی کتابیں تصنیف کیں۔ آپ کی مشہور تصنیف ''تفسیر حقانی'' ہے جو پانچ جلدوں میں لکھی۔ اس کے علاوہ عقائد اسلام اور البیان فی علومِ القرآن آپ کی مشہور کتابیں ہیں۔

۱۲ جمادی الاولیٰ ۱۳۳۵ھ کو دہلی میں انتقال کیا۔ (۲۶۷)

عبدالتواب ملتانی

مولانا عبدالتواب بن مولانا قمر الدین ملتانی مشاہیر علماء میں سے تھے۔ ۱۲۸۸ھ کو ملتان میں پیدا ہوئے۔ علومِ اسلامیہ کی تحصیل اپنے والد مولانا قمر الدین سے کی۔

(۲۶۵) الحیاۃ بعد المماۃ، ص ۳۵۲۔ (۲۶۶) نزہۃ الخواطر ج ۸، ص ۲۳۲۔
(۲۶۷) تذکرہ علمائے اعظم گڑھ، ص ۱۵۹۔

اس کے بعد دہلی جا کر شیخ الکل مولانا سید محمد نذیر حسین دہلوی سے تفسیر و حدیث اور فقہ کی تحصیل کی اور ۱۳۱۲ھ میں آپ نے دہلی سے تعلیم میں فراغت پائی۔ فراغت کے بعد ملتان واپس آئے اور محلہ قدیر آباد ملتان میں ایک دینی درس گاہ قائم کی اور درس و تدریس کا سلسلہ شروع کیا۔ آپ کے تلامذہ میں مولانا عزیز زبیدی محشی الجامع الصحیح البخاری شامل ہیں۔

مولانا عبدالتواب ملتانی نے کتب حدیث کی اشاعت کی طرف بھی توجہ کی اور کئی کتابیں شائع کیں۔ اس کے علاوہ تصنیف و تالیف کا بھی عمدہ ذوق رکھتے تھے۔ حدیث کی کئی کتابوں پر حواشی اور تعلیقات لکھیں۔ حدیث میں آپ کا مرتبہ بہت بلند تھا۔(۲٦۸)

آپ کی تصانیف درج ذیل ہیں:

(۱) ترجمہ اردو الجامع الصحیح البخاری (۸ پارے)

(۲) ترجمہ اردو بلوغ المرام من ادلّة الاحکام

(۳) تعلیق حاشیة صحیح مسلم ابی الحسن سندھی (عربی)

(۴) حواشی تحفة الودود باحکام المولود (عربی)

(۵) تعلیق مشکوٰة المصابیح (عربی)

(٦) تعلیق المصنف لابن ابی شیبه (عربی)

(۷) تعلیق عون المعبود شرح ابی داؤد (عربی)

(۸) تعلیق مختصر قیام اللیل للمروزی (عربی)

(۹) حواشی الحزب المقبول (اُردو)

(۱۰) حواشی الحزب الاعظم (اُردو)

(۱۱) نمازِ نبوی مترجم (اُردو) (۲٦۹)

مولانا عبدالتواب ملتانی نے ۹ رجب ۱۳٦٦ھ کو ملتان میں انتقال کیا۔(۲۷۰)

---

(۲٦۸) بلوغ المرام مترجم ص ۹۔

(۲٦۹) جماعت اہل حدیث کی تصنیفی خدمات، ص ۴۷، ۴۸، ۱۸۹، ۸۰۳۔

(۲۷۰) بلوغ المرام، مترجم، ص ۱۲۔

ابوالحسن محمد سیالکوٹی

مولانا محمد ابوالحسن سیالکوٹی جید عالم حدیث تھے۔ تفسیر و حدیث پر ان کی نظر وسیع تھی۔ ابتدائی تعلیم مقامی علماء سے حاصل کی۔ بعد ازاں حدیث کی سند حضرت شیخ الکل مولانا سید محمد نذیر حسین دہلوی سے حاصل کی۔

آپ صاحب تصانیف کثیرہ تھے۔ خدمت حدیث کے علاوہ دوسرے علومِ اسلامی پر بھی کتابیں لکھیں۔ آپ کی تصانیف درج ذیل ہیں:

۱۔ فیض الباری ترجمة و شرح صحیح بخاری (۳۰ جلد)

۲۔ فیض الآثار ترجمة کتاب الآثار امام محمد بن حسن الشیبانی

۳۔ اکمال ترجمة اسماء الرجال

۴۔ ترجمة مشکوة المصابیح (مکمل)

۵۔ تلخیص الصحاح ترجمة تیسیر الوصول حصہ پنجم وششم

۶۔ کامن نور الرحمة فی احوال القیامة

۷۔ فقہ محمدیہ کلاں

۸۔ فقہ محمدیہ خورد

۹۔ انتفاء المرھون فی جواب کشف المرھون

۱۰۔ ترجمة فتوح الغیب

۱۱۔ الکلام المبین فی رد تلبیسات المقلدین

۱۲۔ خلاصة البراھین فی روضة المبین

۱۳۔ تردید الجاھلین او المشرکین

۱۴۔ خطبات التوحید

۱۵۔ مناقب مرتضوی در شان علی کرم اللہ وجھه

۱۶۔ تجلی آسمانی بر سر دجال قادیانی (۲ جلد)

مولانا ابوالحسن محمد سیالکوٹی نے ۱۳۲۵ھ میں وفات پائی۔ (۲۷۱)

فضل حسین بہاری

مولانا فضل حسین بہاری ساکن مہدانوں ۲۷ محرم ۱۲۷۱ھ/۲۰ اکتوبر ۱۸۵۴ء کو پیدا ہوئے۔ مقامی علماء سے علومِ اسلامیہ کی تحصیل کی اور تفسیر و حدیث اور فقہ کی تحصیل حضرت شیخ الکل مولانا سید محمد نذیر حسین محدث دہلوی سے کی۔ فراغت کے بعد اپنی ساری زندگی درس و تدریس میں صرف کردی۔ حضرت میاں صاحب کے انتقال کے بعد ان کی سوانح حیات بنام ''الحیاۃ بعد المماۃ'' چار صد صفحات میں لکھی۔ یہ میاں صاحب کی پہلی سوانح عمری ہے جو ان کے انتقال کے بعد لکھی گئی۔ (۲۷۲)

شہود الحق عظیم آبادی

مولانا شہود الحق عظیم آبادی مشاہیر علماء میں سے تھے اور موضع پٹھاناں ضلع عظیم آباد آپ کا مولد و مسکن تھا۔ مقامی علماء سے تعلیم حاصل کرنے کے بعد شیخ الکل مولانا سید محمد نذیر حسین دہلوی سے تفسیر، حدیث اور فقہ کی تحصیل کی۔

حضرت میاں صاحب کی کتاب ''معیار الحق'' کی تردید میں مولوی ارشاد حسین رام پوری نے ''انتصار الحق'' لکھی، جس کے جواب میں حضرت میاں صاحب کے چار تلامذہ نے کتابیں لکھیں۔ ان میں مولانا شہود الحق عظیم آبادی بھی شامل تھے۔ آپ کی کتاب کا نام ''بحر زخار'' ہے۔ (۲۷۳)

عبدالغفار مہدانوی

مولانا ابوالنصر عبدالغفار مہدانوی المتخلص نشتر مشاہیر علماء میں سے تھے۔ مصنف الحیاۃ بعد المماۃ مولانا فضل حسین مہدانوی بہاری کے چچا زاد بھائی تھے۔ حضرت شیخ الکل مولانا سید محمد نذیر حسین دہلوی سے تفسیر، حدیث اور فقہ میں تعلیم حاصل کی۔ تصوف

---

(۲۷۱) جماعت اہل حدیث کی تصنیفی خدمات، ص ۶۷، ۱۲۵، ۲۵۹، ۲۷۹۔

(۲۷۲) الحیاۃ بعد المماۃ، ص ۳۴۳۔ (۲۷۳) ایضاً، ص ۳۴۶۔

اور اتباع سنّت کی طرف میلان زیادہ تھا۔ شعر و سخن کا عمدہ ذوق رکھتے تھے۔ فارسی اور اردو میں شعر کہتے تھے۔ اہل حدیث ضلع سارن کے متفق علیہ مقتدا تھے۔ تصنیف میں ادب المفرد للبخاری کا اردو ترجمہ بنام "سلیقہ" کیا۔ ۱۳۱۵ھ میں مچھیرہ (بہار) میں انتقال کیا۔ (۲۷۴)

محمد بن غلام رسول سورتی

مولانا محمد بن غلام رسول سورتی علمائے ربانی میں سے تھے۔ سورت ان کا آبائی وطن تھا۔ مفتی نعمت اللہ لکھنوی، مولانا محمد سعید عظیم آبادی اور دوسرے علمائے کرام سے علومِ اسلامیہ کی تعلیم حاصل کرنے کے بعد سہارن پور چلے گئے اور مولانا احمد علی محدث سہارن پوری سے حدیث پڑھی۔ اس کے بعد حجاز تشریف لے گئے۔ پہلے حج بیت اللہ کی سعادت سے مشرف ہوئے۔ بعد ازاں مولانا شیخ رحمت اللہ کیرانوی، شیخ امداد اللہ تھانوی اور شیخ السید احمد دحلان سے استفادہ کیا۔ (۲۷۵)

حجاز سے واپسی کے بعد شیخ الکل مولانا سید محمد نذیر حسین دہلوی سے بھی حدیث پڑھ کر سند و اجازت حاصل کی۔ (۲۷۶) اس کے بعد بمبئی میں کتابوں کی دکان کھولی اور اسلامی ممالک سے علومِ اسلامیہ کی کتابیں منگواتے اور شائقین کو مہیا کرتے۔

مولانا محمد بن غلام رسول سورتی نے محرم ۱۳۲۴ھ میں انتقال کیا۔ (۲۷۷)

عبدالحق املوی

مولانا ابو محمد عبدالحق بن شیخ غازی جہانگیر مشاہیر علماء میں سے تھے۔ ان کے والد شیخ جہانگیر حضرت سید احمد شہید بریلوی کی تحریک جہاد کے سرگرم غازیوں میں سے تھے۔ مولانا سید محمد نذیر حسین دہلوی کے ارشد تلامذہ میں ان کا شمار ہوتا ہے۔ فراغت کے بعد مسجد پھاٹک حبش خاں میں ساری زندگی تدریس فرمائی۔ (۲۷۸)

(۲۷۴) الحیاۃ بعد المماۃ، ص ۳۴۴۔ (۲۷۵) قرآنِ حکیم کے اردو تراجم، ص ۴۱۵۔

(۲۷۶) الحیاۃ بعد المماۃ، ص ۳۴۹۔ (۲۷۷) نزہۃ الخواطر ج ۸ ص ۳۹۹۔

(۲۷۸) تذکرہ علمائے اعظم گڑھ ص ۱۴۲۔

مولانا حبیب الرحمٰن قاسمی لکھتے ہیں:

''مولانا عبدالحق املوی مسلک کے اعتبار سے اہل حدیث تھے۔ نہایت ذی علم اور نیک نفس عالم تھے۔ ان کے علمی تبحر اور حدیث وفقہ اور افتاء میں وسعت نظر کا پتہ چلتا ہے۔ فتاویٰ نذیریہ میں ان کے بہت سے افتاء درج ہیں اور بہت سے فتاویٰ پر دستخط ہیں۔'' (۲۷۹)

تصنیف میں امام ابن جوزی کی کتاب ''تلبیس ابلیس'' کا اُردو ترجمہ کیا۔ مولانا عبدالحق املوی نے دہلی میں انتقال کیا۔ (۲۸۰)

عبدالقادر مئوی

مولانا عبدالقادر مئوی بن شیخ عبداللہ مئوی بڑے جلیل القدر عالم تھے۔ ۱۲۷۹ھ میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی کتابیں ملا حسام الدین مئوی اور مولانا ابوالمکارم محمد علی مئوی سے پڑھیں (۲۸۱) اور علوم متعارفہ کی تکمیل مولانا فیض اللہ مئوی سے کی۔ (۲۸۲) حدیث کی سند شیخ الکل مولانا سید محمد نذیر حسین محدث دہلوی سے حاصل کی۔ (۲۸۳)

فراغت تعلیم کے بعد ۴ برس مدرسہ اسلامیہ مئو' ۳ سال مدرسہ کاشی ناگ پور اور ۳ سال مدرسہ احمدیہ آرہ میں تدریس فرمائی۔ اور مدرسہ احمدیہ آرہ کے قیام میں مولانا قاضی محمد مچھلی شہری سے فخر تلمذ حاصل ہوا۔ (۲۸۴)

درس و تدریس کے ساتھ ساتھ تصنیف و تالیف کا بھی عمدہ ذوق رکھتے تھے۔ آپ کی تصانیف حسب ذیل ہیں:

(۱) تفریح الجنان باحکام قیام رمضان (۲) حل المعلقات فی بحث الطلقات (۳) عمدۃ الاحکام فی ردّ عمل درۃ النظام (۴) سیرت عمر بن عبدالعزیزؒ (۵) الروضۃ الناظرۃ فی علم المناظرۃ (۲۸۵)

---

(۲۷۹) تذکرہ علمائے اعظم گڑھ' ص ۱۴۲۔ (۲۸۰) ایضاً

(۲۸۱) تراجم علمائے حدیث ہند' ص ۴۲۱۔ (۲۸۲) تذکرہ علمائے اعظم گڑھ' ص ۱۹۱۔

(۲۸۳) نزہۃ الخواطر ج ۸' ص ۲۷۴۔ (۲۸۴) تراجم علمائے حدیث ہند' ص ۴۲۲۔

(۲۸۵) نزہۃ الخواطر ج ۸' ص ۲۷۴۔

مولانا عبدالقادر مئوی مسلک اہل حدیث کے پابند تھے۔ لیکن مشائخ اور صوفیاء کے ساتھ بڑی عقیدت رکھتے تھے۔ ۱۳۳۱ھ/۱۹۱۲ء میں انتقال کیا۔ (۲۸۶)

عبیداللہ (تحفۃ الہند)

مولانا عبیداللہ نومسلم کا اسم سابق اننت رام بن کوٹی مل تھا۔ ۱۲۶۴ھ میں مالیر کوٹلہ میں پیدا ہوئے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو اسلام کی نعمت سے مالا مال کیا اور اس کے بعد کئی غیر مسلم ان کی تبلیغ سے حلقہ بگوشِ اسلام ہوئے۔ مولانا عبیداللہ اپنے مذہب اسلام میں بڑے راسخ تھے۔ عقیدۂ توحید اور اتباع سنت میں بڑے پکے تھے۔ شرک و بدعت اور کفر سے سخت نفرت تھی۔ کثرت سے ذکر و عبادت کرتے تھے۔ خشیت الٰہی کا ان پر بہت زیادہ غلبہ تھے۔ کثرت سے لَآ اِلٰـهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَکَ اِنِّیْ کُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ کا ورد کرتے تھے۔ رمضان المبارک کے مہینہ میں بہت زیادہ عبادت کرتے تھے اور خواہش رکھتے تھے کہ میری وفات رمضان کے مہینہ میں ہو۔ (۲۸۷)

مولانا عبیداللہ نے درج ذیل کتابیں تصنیف کیں:

(۱) فهرست قرآن (۲) تحفة المتقين (۳) تحفة الاخوان (۴) تحفة الهند (۵) حجّة الهند (۶) لذّة الهند (۷) اقتباس الانوار من كلام الغفّار (۲۸۸)

مولانا عبیداللہ نے شعبان ۱۳۱۰ھ میں انتقال کیا۔ (۲۸۹)

احتشام الدین مرادآبادی

محقق کبیر، محدث، فقیہ، مولانا قاضی احتشام الدین مرادآبادی اپنے زمانے کے قابل الفن علماء میں سے تھے۔ آپ مرادآباد میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی کتابیں مرادآباد میں پڑھیں اور کتب درسیہ کی تحصیل مولانا قاضی بشیرالدین قنوجی سے کی۔ حدیث کی تحصیل مولانا سید محمد نذیر حسین دہلوی سے کی۔ مولانا عبدالحی الحسنی لکھتے ہیں:

ثم سافر ولازم القاضي بشير الدين القنوجي واخذ عنه ...... وسافر الى

(۲۸۶) تراجم علمائے حدیث ہند، ص ۳۲۲۔ (۲۸۷) نزہۃ الخواطر، ج ۸، ص ۳۰۲۔
(۲۸۸) جماعت اہل حدیث کی تصنیفی خدمات۔ (۲۸۹) نزہۃ الخواطر، ج ۸، ص ۳۰۲۔

دهلي واخذ الحديث عن شيخنا السيد نذير حسين المحدث (۲۹۰)
تکمیل تعلیم کے بعد مراد آباد واپس آئے اور تدریس وتصنیف میں مشغول ہوئے۔ اپنے عہد کے فعال علماء میں ان کا شمار ہوتا تھا۔ مراد آباد میں آپ کی ذات سے تحریک عمل بالحدیث کو بڑی تقویت ملی۔ مولانا عزیز الدین مراد آبادی صاحب اکمل البیان (م ۱۳۶۷ھ) آپ کے شاگرد تھے۔ (۲۹۱)

مولانا احتشام الدین تصنیف وتالیف کا عمدہ ذوق رکھتے تھے۔ ان کے قلم سے جو کتابیں نکلیں ان کی تفصیل یہ ہے:

(۱) تفسیر القرآن بنام اکسیر اعظم (۲) اختیار الحق (۳) نصیحة الشیعة
(۴) ترجمہ فتاویٰ عالمگیری (۵) ترجمہ منتخب التواریخ (۶) کتاب العقائد (۲۹۲)

مولانا قاضی احتشام الدین نے ۱۳۳۰ھ/۱۹۱۲ء میں وفات پائی۔ (۲۹۳)

حافظ نذیر احمد دہلوی

مولانا حافظ ڈپٹی نذیر احمد خاں دہلوی بن سعادت علی مشاہیر علماء میں سے تھے۔ ۱۲۵۲ھ/۱۸۳۶ء میں بجنور میں پیدا ہوئے۔ (۲۹۴) ابتدائی فارسی اور عربی کی کتابیں اپنے والد سے پڑھیں۔ اس کے بعد مولوی نصر اللہ خاں اور مولوی عبدالخالق سے بھی کسب علم کیا۔ ۱۴ سال کی عمر میں دہلی آکر مولانا عبدالخالق دہلوی سے مسجد اورنگ آبادی میں علوم اسلامیہ کی تحصیل کی۔ حدیث کی تحصیل مولانا سید محمد نذیر حسین دہلوی سے کی۔ فراغت تعلیم کے بعد کان پور میں ڈپٹی انسپکٹر مدارس مقرر ہوئے۔ بعد ازاں ڈپٹی کلکٹر ہوگئے۔ گورکھ پور اور اعظم گڑھ میں بحیثیت کلکٹر تعینات رہے۔ ۱۸۷۷ء میں نظام حیدر آباد نے ان کو حیدر آباد بلالیا اور بورڈ آف ریونیو کے ممبر بنے۔ قیامِ حیدر آباد میں چھ ماہ کی مدت میں قرآنِ مجید حفظ کیا۔ اس کے بعد حافظ نذیر احمد خاں نے قرآنِ

---

(۲۹۰) نزھۃ الخواطر ج ۸ ص ۱۴۔
(۲۹۱) تراجم علمائے حدیث ہند ص ۵۶۳۔
(۲۹۲) نزھۃ الخواطر ج ۸ ص ۱۴۔
(۲۹۳) الاعتصام لاہور ۲۸ جنوری ۲۰۰۰ء۔
(۲۹۴) نزھۃ الخواطر ج ۸ ص ۴۹۳۔

مجید کا بڑے غور و خوض سے مطالعہ کیا اور قرآنِ مجید کا با محاورہ اُردو میں ترجمہ کیا۔ یہ ترجمہ مع تفسیر ''غرائب القرآن'' پہلی بار ۱۳۱۳ھ/۱۸۹۵ء میں شائع ہوا۔ یہ ترجمہ قرآنِ مجید حافظ نذیر احمد خان دہلوی کی دینی اور ادبی زندگی کا زندۂ جاوید کارنامہ ہے۔

مولانا حافظ نذیر احمد خاں دہلوی مصلح اُمت بھی تھے اور معلم اخلاق بھی' ساتھ ہی اعلیٰ درجہ کے ادیب بھی تھے۔ انہوں نے اردو میں ناول کے فن کی ابتدا کی اور مستقبل میں اس کے امکانات کے لئے ایک تعمیری انداز اور اصلاحی نقطہ نظر بخشا۔ نذیر احمد کا یہ ایسا ادبی کارنامہ ہے جسے تاریخ اُردو کبھی فراموش نہیں کر سکتی۔

مولانا حافظ نذیر احمد خاں کا شمار صاحب تصانیف کثیرہ میں ہوتا ہے۔ ان کی مشہور کتابیں یہ ہیں:

(۱) الحقوق والفرائض (۲) الاجتہاد (۳) امہات الامۃ (۴) ادعیۃ القرآن (۵) مرأۃ العروس (۶) بنات النعش (۷) توبۃ النصوح (۸) ابن الوقت (۹) رؤیائے صادقہ (۲۹۵)

مولانا عبدالحی الحسنی لکھتے ہیں:

وکان لہ الید الطولی فی العلوم العربیۃ والکعب العالی فی الفنون الادبیۃ

''علوم عربیہ اور فنون ادبیہ میں ان کو ید طولیٰ حاصل تھا''۔ (۲۹۶)

مولانا حافظ نذیر احمد خاں نے ۱۳۳۱ھ/۱۹۱۲ء میں دہلی میں انتقال کیا۔ (۲۹۷)

حافظ محمد لکھوی

مولانا حافظ محمد بن بارک اللہ لکھوی کا شمار اہل اللہ علماء میں ہوتا ہے۔ ۱۲۲۱ھ میں لکھو کے ضلع فیروز پور (مشرقی پنجاب) میں پیدا ہوئے۔ تعلیم کا آغاز حفظ قرآنِ مجید سے کیا۔ اس کے ساتھ عربی اور فارسی کی کتابیں بھی اپنے والد حافظ بارک اللہ سے پڑھیں۔ اس کے بعد لدھیانہ چلے گئے اور وہاں کے علمائے کرام سے استفادہ کیا۔ بعد

---

(۲۹۵) قرآن حکیم کے اردو تراجم' ص ۴۱۲' ۴۱۳۔ (۲۹۶) نزہۃ الخواطر' ج ۸' ص ۴۹۴۔

(۲۹۷) قرآن حکیم کے اردو تراجم' ص ۴۱۵

ازاں دہلی تشریف لے گئے اور حدیث کی سند شیخ الکل مولانا سید محمد نذیر محدث دہلوی سے حاصل کی۔ ان کے علاوہ شیخ عبدالغنی مجددی اور مولانا احمد علی محدث سہارن پوری سے بھی حدیث کی سند حاصل کی۔ (۲۹۸)

مولانا حافظ محمد کا حافظہ بہت قوی تھا۔ جو کتاب ایک بار دیکھ لیتے دوبارہ اس کو دیکھنے کی نوبت نہیں آتی تھی۔ زہد و عبادت اور تقویٰ و طہارت میں بھی بلند مرتبہ و مقام کے حامل تھے۔ مولانا شمس الحق ڈیانوی آپ کے بارے میں لکھتے ہیں:

العالم الکامل الصالح بن الصالح محمد بن بارک اللہ اللکھوی (۲۹۹)

''عالم' کامل' نیک اور نیک باپ کے بیٹے محمد بن بارک اللہ لکھوی۔''

فراغت تعلیم کے بعد لکھوکے میں جامعہ محمدیہ کے نام سے ایک دینی درس گاہ قائم کی اور آپ کی ساری زندگی درس و تدریس میں بسر ہوئی۔ آپ کے تلامذہ کی فہرست طویل ہے۔ مشہور تلامذہ یہ ہیں:

مولانا محی الدین عبدالرحمٰن لکھوی' مولانا غلام نبی الربانی سوہدروی' مولانا رحیم بخش لاہوری' مولانا عبدالوہاب صدری دہلوی اور مولانا عبدالغنی دہلوی (۳۰۰)

حافظ محمد لکھوی صاحب کرامات تھے اور بہت بڑے واعظ اور مبلغ تھے۔ آپ کی تقریر سادہ' قرآن و سنت سے مزین اور ٹھوس علمی مسائل پر مشتمل ہوتی تھی۔ پنجابی اشعار کا کثرت سے استعمال کرتے تھے۔ (۳۰۱)

حافظ صاحب تصنیف و تالیف کا بھی عمدہ ذوق رکھتے تھے۔ آپ کی تصانیف عربی اور پنجابی نظم میں ہیں' جن کی تفصیل یہ ہے:

(۱) نصاب الفقہ (انواع بارک اللہ) (پنجابی نظم)

(۲) شیر طریقت (پنجابی نظم)

(۳) حواشی انواع عبداللہ لاہوری (پنجابی نظم) حافظ صاحب نے اس پر حواشی فارسی

---

(۲۹۸) الفیوض المحمدیۃ' ص ۶۷۔

(۲۹۹) غایۃ المقصود فی حل سنن ابی داؤد' ص ۱۳۔

(۳۰۰) الفیوض المحمدیۃ' ص ۱۱۰۔ (۳۰۱) ایضاً' ص ۹۳

زبان میں رقم فرمائے۔

(۴) حواشی وتعلیقات سنن ابی داؤد (عربی)

(۵) التعلیقات علیٰ مشکوٰۃ المصابیح (عربی)

(۶) سیف السنۃ (پنجابی نظم)

(۷) احوال الآخرت (پنجابی نظم)

(۸) حصن الایمان (پنجابی نظم)

(۹) زینت الاسلام (پنجابی نظم)

(۱۰) تفسیر محمدی (پنجابی نظم)(۳۰۲)

مولوی ابویحییٰ امام خاں نوشہروی مرحوم لکھتے ہیں کہ:

لکھوکے پنجاب کا اوّلین ادارۂ علم وعمل ہے۔ اس خاندان کے تمام افراد ہر عہد میں آفتاب علم و ماہتاب عمل رہے ہیں کہ دوسروں نے ان سے کسب ضیاء کیا۔ حافظ محمد صاحب نے تدریس وتبلیغ کے علاوہ قرآنِ مجید کی تفسیر پنجابی نظم میں بعنوان ''تفسیر محمدی'' لکھی۔ (۳۰۳)

یہ تفسیر گویا معالم التنزیل پنجابی میں نظم کردی ہے۔ آیات کا ترجمہ فارسی میں ہے (غالباً شاہ ولی اللہ دہلوی کی فتح الرحمٰن کا)۔ بہت جامع اور نافع ہے۔ اس سے پنجاب کے مسلمان خصوصاً مستورات کو بہت فائدہ حاصل ہوا۔ (۳۰۴)

(۱۱) انواع محمدی (پنجابی نظم)

(۱۲) دین محمدی (مجاہد اسلام) (پنجابی نظم)

(۱۳) ردِ نیچری (سرسید احمد خاں دہلوی کے افکار ونظریات کی تردید) (پنجابی نظم)

(۱۴) فرقہ اسماعیلیہ (پنجابی نظم)

(۱۵) محاسن اسلام (عقائد محمدی) (پنجابی نظم)

(۱۶) وصیت نامہ (پنجابی نظم)

---

(۳۰۲) الفیوض المحمدیۃ، ص ۱۴۲۔۱۶۴۔

(۳۰۳) جماعت اہل حدیث کی علمی خدمات، ص ۱۷۲۔ (۳۰۴) ایضاً، ص ۳۸، ۳۹۔

(۱۷) قصہ شیخ قصوری

(۱۸) خوجہ نامہ

(۱۹) عجالة ضادية (عربی)

(۲۰) فضائل ابوحنیفہ (پنجابی نظم)

(۲۱) سبیل الرشاد (علامہ اسمٰعیل یمانی صاحب سبل السلام کی تالیف **تطہیر الاعتقاد عن ادران الالحاد** کا فارسی نثر میں ترجمہ

(۲۲) ابواب الصرف (فارسی نثر)

(۲۳) قوانین الصرف (فارسی نثر)

(۲۴) علم الصرف (فارسی نثر)

(۲۵) علم النحو (فارسی نثر)

(۲۶) علم المعانی (فارسی نثر)(۳۰۵)

مولانا حافظ محمد لکھوی نے ۹۰ سال کی عمر میں ۱۳ صفر ۱۳۱۱ھ مطابق ۲۷ اگست ۱۸۹۳ء کو ہفتہ کے دن لکھو کے ضلع فیروز پور میں وفات پائی۔(۳۰۶)

ثناء اللہ امرتسریؒ

مولانا ابوالوفاء ثناء اللہ امرتسریؒ بن محمد خضر ممتاز علمائے اہل حدیث میں سے تھے۔ اوران جیسی باکمالات ہستی صدیوں میں کہیں پیدا ہوتی ہے۔ علامہ اقبال کا یہ شعر اُن پر صحیح صادق آتا ہے ؎

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے
بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا!

آپ کی باکمال ہستی مجموعہ حسنات و مجسمہ صفات تھی۔ آپ بذاتِ خود ایک انجمن تھے۔ آپ بیک وقت مفسر بھی تھے اور محدث بھی، مؤرخ بھی تھے اور محقق بھی، ادیب بھی تھے اور انشا پرداز بھی، مصنف بھی تھے اور صحافی بھی، متکلم بھی تھے اور معلم بھی، خطیب بھی

(۳۰۵) الفیوض المحمدیة، ص۱۶۹تا۱۷۹۔ (۳۰۶) ایضاً ص۱۳۷۔

تھے اور مقرر بھی‘ جید عالم دین بھی تھے اور فاضل بھی۔ اور فن مناظرہ کے تو امام تھے۔ (۳۰۷)

مولانا ثناء اللہ کی ہستی اسلامی دنیا میں یکتائے روزگار تھی۔ ان کی نظیر نہ ان کے معاصرین میں ملتی ہے اور نہ بعد والوں میں۔ ان کی ساری زندگی دین اسلام کی نشر و اشاعت‘ کتاب وسنت کی ترقی و ترویج‘ ادیانِ باطلہ اور شرک و بدعت کی تردید و توبیخ میں گزری۔

مولانا ابوالوفاء ثناء اللہ ۱۲۸۷ھ/۱۸۶۸ء میں امرتسر میں پیدا ہوئے۔ اصل وطن کشمیر تھا۔ ان کے والد محمد خضر پشمینہ کی تجارت کرتے تھے اور کشمیر سے نقل مکانی کر کے امرتسر میں آباد ہو گئے تھے۔ سات سال کے تھے کہ ان کے والد انتقال کر گئے۔ ان کے بڑے بھائی ابراہیم رفوگری کا کام کرتے تھے۔ ۱۴ سال کے ہوئے تو والدہ بھی داغِ مفارقت دے گئیں۔ آپ کے بھائی نے آپ کو اپنے ساتھ رفوگری کے کام پر لگا لیا۔ جب آپ کی عمر ۱۵ سال کی ہوئی تو ایک عالم کی تحریک پر تعلیم کا آغاز کیا۔ چنانچہ آپ نے ابتدائی تعلیم مولانا احمد اللہ امرتسری سے حاصل کی۔ اس کے بعد آپ وزیر آباد تشریف لائے اور مولانا حافظ عبدالمنان وزیر آبادی سے علومِ اسلامیہ کی تحصیل کی۔ وزیر آباد میں تعلیم مکمل کرنے کے بعد دیوبند تشریف لے گئے اور وہاں علمائے دیوبند سے علومِ عقلیہ ونقلیہ میں استفادہ کیا۔ دیوبند سے فارغ ہوئے تو کان پور چلے گئے۔ وہاں آپ نے مولانا احمد حسن کان پوری سے‘ جو بریلوی مکتب کے جید عالم تھے‘ علومِ اسلامیہ اور خاص طور پر حدیث میں اکتسابِ فیض کیا۔

مولانا عبدالحی الحسنی لکھتے ہیں کہ:

واشتغل بالعلم ایاما علی مولانا احمد اللہ امرتسری ثم قرأ الحدیث علی الشیخ عبدالمنان الضریرالوزیر آبادی ثم سار الی دیوبند وقرأ المنطق والحکمۃ والاصول والفقہ علی اساتذۃ المدرسۃ العالیۃ بھا.

ثم دخل کان بور وقرأ علی مولانا احمد حسن الکانپوری کبار

---

(۳۰۷) یادِ رفتگان‘ ص ۳۶۹۔

الکتب الدرسیۃ۔ (۳۰۸)

''مولانا احمد اللہ امرتسری سے تعلیم کا آغاز کیا۔ پھر مولانا حافظ عبدالمنان محدث وزیر آبادی سے حدیث پڑھی۔ اس کے بعد دیوبند چلے گئے۔ وہاں آپ نے علمائے دیوبند سے منطق، حکمت، حدیث اور اصول فقہ کی تعلیم حاصل کی۔ اس کے بعد کان پور کا رخ کیا اور مولانا احمد حسن کان پوری سے کتب درسیہ پڑھیں۔''

مولانا ثناء اللہ امرتسری نے حدیث کی تعلیم تینوں مکاتب فکر (اہل حدیث، دیوبندی، بریلوی) سے حاصل کی۔ مولانا ثناء اللہ امرتسری خود لکھتے ہیں:

''پنجاب میں مولانا حافظ عبدالمنان محدث وزیر آبادی مرحوم (اہل حدیث مشرب) میرے شیخ الحدیث تھے۔ دیوبند میں مولانا محمود الحسن صاحب اور کان پور میں مولانا احمد حسن استاذ العلوم والحدیث رحمہم اللہ اجمعین میرے شیخ الحدیث تھے۔ اس لئے میں نے حدیث کے تینوں استادوں سے جو طرزِ تعلیم سیکھا وہ بالکل ایک دوسرے سے مختلف ہے۔'' (۳۰۹)

۱۳۰۷ھ/۱۸۸۹ء میں مولانا ثناء اللہ امرتسری نے وزیر آباد سے فراغت پائی۔ اس کے بعد حضرت مولانا سید محمد نذیر حسین محدث دہلوی کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان سے حدیث میں سند و اجازت حاصل کی۔ (۳۱۰)

۱۳۱۰ھ/۱۸۹۲ء میں مولانا ثناء اللہ امرتسری مدرسہ فیض عام کان پور سے فارغ ہوئے تو دستار بندی کے موقع پر مولانا سید محمد علی مونگیری اور مولانا شبلی نعمانی کی تحریک پر ندوۃ العلماء کا قیام عمل میں آیا۔ ندوۃ العلماء کے قیام میں درج ذیل علمائے کرام شریک تھے:

۱۔ مولانا سید محمد علی مونگیری
۲۔ مولانا لطف اللہ علی گڑھی
۳۔ مولانا شبلی نعمانی

---

(۳۰۸) نزہۃ الخواطر، ج ۸، ص ۹۵۔

(۳۰۹) اہل حدیث امرتسر، ۲۲ جنوری ۱۹۴۲ء بحوالہ حیاتِ ثنائی، ۱۷۹۔ (۳۱۰) حیاتِ ثنائی، ص ۱۷۸۔

۴۔ مولانا خلیل احمد سہارن پوری

۵۔ مولانا ثناء اللہ امرتسری (۳۱۱)

کان پور سے فراغت کے بعد مولانا ثناء اللہ امرتسری واپس امرتسر آئے اور جس مدرسہ تائید الاسلام سے تعلیم کا آغاز کیا تھا وہاں تدریسی خدمات پر مامور ہوئے۔ کچھ عرصہ تائید الاسلام امرتسر میں خدمات سرانجام دینے کے بعد مالیر کوٹلہ کے ایک دینی مدرسہ میں صدر مدرس کی حیثیت سے تشریف لے گئے۔ مالیر کوٹلہ میں بھی آپ نے کچھ عرصہ درس و تدریس فرمائی۔

اس کے بعد آپ نے درس و تدریس کا سلسلہ چھوڑا اور واپس امرتسر آ کر تصنیف و تالیف میں مشغول ہوئے۔ اس دور میں جب آپ مالیر کوٹلہ سے امرتسر واپس آئے تین گروہ اسلام کے خلاف برسرِ پیکار تھے: ۱۔عیسائی ۲۔آریہ سماج ۳۔قادیانی

ان تینوں گروہوں کے خلاف مولانا ثناء اللہ امرتسری نے جو قابل قدر خدمات انجام دیں برصغیر (پاک و ہند) کی تاریخ میں اس کی مثال ملنی مشکل ہے۔ آپ نے ان تینوں گروہوں سے تحریری و تقریری مناظرے کئے اور ان کی طرف سے دین اسلام کے خلاف جو کتابیں شائع ہوئیں ان کے جوابات لکھے۔ عیسائیت کی تردید میں مولانا امرتسری نے جو قابل قدر خدمات انجام دیں اس کی مختصر تفصیل یہ ہے کہ پادری ٹھاکر دت کی کتاب ''عدم ضرورتِ قرآن'' کے جواب میں ''تقابل ثلاثہ'' (تورات، انجیل، قرآنِ مجید کا مقابلہ) لکھی۔ اس کے علاوہ متعدد عیسائی رسائل کے جواب میں ''جواباتِ نصاریٰ'' تصنیف کی۔ اس کے بعد عیسائیوں کی طرف سے تین کتابیں شائع ہوئیں جن میں اسلام پر بے جا قسم کے اعتراضات کئے گئے تھے، جن کے نام یہ ہیں:

(۱) عالمگیر مذہب اسلام ہے یا مسیحیت؟

(۲) دین فطرت اسلام ہے یا مسیحیت؟

(۳) اصول البیان فی توضیح القرآن

---

(۳۱۱) حیاتِ شبلی، ص ۳۰۳۔

مولانا ثناء اللہ امرتسری نے ان تینوں کتابوں کے جواب میں ''اسلام اور مسیحیت'' لکھی جس نے اسلامی جرائد سے خراجِ تحسین حاصل کیا۔

برصغیر میں آریہ سماج نے بھی اسلام کے خلاف اودھم مچا رکھا تھا۔ ان کی طرف سے آئے دن اسلام اور پیغمبر اسلام ﷺ کے خلاف جو کتابیں اور رسائل شائع ہوتے رہتے تھے مولانا ثناء اللہ امرتسری نے ان کا بھی بروقت نوٹس لیا اور ان کی کتابوں کے جوابات لکھے، جن کی مختصر تفصیل یہ ہے:

سوامی دیانند سرسوتی نے اپنی کتاب ''ستیارتھ پرکاش'' کے ۱۴ ویں باب میں قرآنِ مجید پر ۱۵۹ اعتراضات کیے۔ مولانا امرتسری نے اس کا جواب ''حق پرکاش'' سے دیا۔ اس کے بعد مسلم مولوی عبدالغفور مرتد ہو کر آریہ ہو گیا اور اپنا نام ''دھرم پال'' رکھا۔ اس نے پہلی کتاب ''ترکِ اسلام'' لکھی۔ مولانا امرتسری نے اس کا جواب ''ترکِ اسلام'' سے دیا۔ بعد ازاں دھرم پال نے اور کتابیں بھی لکھیں جن کا جواب مولانا ثناء اللہ نے اسی وقت دیا۔ آریہ دھرم پال کی کتاب ''تہذیب الاسلام'' (۴ جلد) کے جواب میں ''تغلیب الاسلام'' (۴ جلد) لکھی۔ ''نخلِ اسلام'' کے جواب میں ''تبر اسلام'' لکھی۔ آریوں کی طرف سے ایک کتاب شائع ہوئی جس کا نام ''کتاب اللہ وید'' ہے ۔ مولانا امرتسری نے اس کا جواب ''کتاب الرحمٰن'' سے دیا۔

اس کے بعد آریوں کی طرف سے ایک کتاب ''رنگیلا رسول'' شائع ہوئی جس میں پیغمبر اسلام ﷺ کی ذاتِ اقدس پر ناپاک حملے کیے گئے تھے۔ اس کتاب کی اشاعت میں برصغیر کے مسلمانوں میں سراسیمگی پھیل گئی۔ مولانا امرتسری نے اس ناپاک کتاب کا جواب ''مقدس رسول ﷺ'' کے نام سے دیا۔

برصغیر میں تیسرا گروہ جس نے اسلام کو سخت نقصان پہنچایا' قادیانی تھے۔ اس گروہ کا بانی مرزا غلام احمد قادیانی تھا، جس نے پہلے مجدد کا دعویٰ کیا' پھر مسیح موعود بن بیٹھا' آخر میں اس نے اپنے نبی ہونے کا دعویٰ کر دیا۔ مرزا قادیانی انگریز کا خود کاشتہ پودا تھا۔ انگریزوں نے اس کو مسلمانوں کے خلاف استعمال کیا۔

مولانا ثناء اللہ امرتسری اس باطل گروہ کے خلاف ساری زندگی نبرد آزما رہے۔ ان سے مناظرے بھی کئے اور ان کے خلاف کتابیں بھی لکھیں۔ آخرکار مرزا قادیانی نے تنگ آکر مباہلہ کا چیلنج بھی دیا اور "آخری فیصلہ" کے نام سے ایک اشتہار شائع کرایا' جس میں مرزا قادیانی نے لکھا کہ میری اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہم دونوں میں جو جھوٹا ہے وہ سچے کی زندگی میں مر جائے۔ چنانچہ مرزا قادیانی جھوٹا تھا' اس نے مولانا ثناء اللہ امرتسری کی زندگی میں ۱۹۰۸ء میں ہیضہ سے لاہور میں وفات پائی' جبکہ مولانا ثناء اللہ نے مرزا کے انتقال کے ۴۰ سال بعد مارچ ۱۹۴۸ء میں سرگودھا میں وفات پائی۔

مولانا ثناء اللہ امرتسری نے مرزا قادیانی کے خلاف جو کتابیں لکھیں ان کی فہرست طویل ہے۔ تاہم یہاں چند مشہور کتابوں کے نام درج کئے جاتے ہیں۔

(۱) الہاماتِ مرزا (۲) شہاداتِ مرزا (۳) فاتح قادیان (۴) تاریخ مرزا (۵) مراقِ مرزا (۶) نکاتِ مرزا (۷) نکاحِ مرزا (۸) فیصلہ مرزا (۹) محمد قادیانی (۱۰) علم کلامِ مرزا۔

مولانا ثناء اللہ امرتسری بلند پایہ مفسر قرآن بھی تھے۔ آپ نے عربی اور اردو میں چار تفسیریں لکھیں' جن کے نام یہ ہیں:

(۱) تفسیر القرآن بکلام الرحمٰن (عربی) (۲) تفسیر ثنائی (۸ جلد (اردو) (۳) تفسیر بالرائے (اردو) (۴) بیان الفرقان علی علم البیان (عربی)

مولانا ثناء اللہ امرتسری بلند پایہ صحافی بھی تھے۔ سب سے پہلے ۱۹۰۰ء میں جریدہ "مسلمان" جاری کیا۔ یہ اخبار عامۃ المسلمین کے مفاد و نفع کے لئے جاری کیا گیا۔ دوسرا اخبار ۱۳ نومبر ۱۹۰۳ء کو جاری کیا' جس کا نام "اہل حدیث" رکھا۔ یہ ہفت روزہ اخبار ۴۴ سال تک بغیر کسی ناغہ کے شائع ہوتا رہا۔ اس کا آخری پرچہ یکم اگست ۱۹۴۷ء کو شائع ہوا۔ تیسرا اخبار "مرقع قادیانی" کے نام سے جاری کیا۔ یہ اخبار صرف قادیانیت کے استیصال کے لئے جاری کیا گیا۔

مولانا ثناء اللہ امرتسری برصغیر کی سیاسی و غیر سیاسی اور قومی و ملّی تحریکوں میں بھی

برابر حصہ لیتے رہے۔ ندوۃ العلماء لکھنؤ اور جمعیۃ العلماء کے قیام میں شریک رہے۔ جمعیۃ العلماء کا پہلا اجلاس جو ۱۹۲۰ء میں امرتسر میں ہوا تھا' ان ہی کی تحریک پر ہوا۔

جماعت اہل حدیث کو منظم اور فعال بنانے میں بھی ان کی خدمات قدر کے قابل ہیں۔ دسمبر ۱۹۰۶ء میں آرہ (بہار) میں آل انڈیا اہل حدیث کانفرنس کا قیام عمل میں آیا تو مولانا ثناء اللہ اس کے ناظم اعلیٰ مقرر ہوئے اور تقسیم ملک تک آپ ناظم اعلیٰ رہے۔

مولانا ثناء اللہ برصغیر کے مشاہیر علماء میں سے تھے۔ مولانا سید سلیمان ندوی (م ۱۹۵۳ء) لکھتے ہیں:

''اسلام اور پیغمبر اسلام کے خلاف جس نے بھی زبان کھولی اور قلم اٹھایا اس کے حملے کو روکنے کے لئے ان کا قلم شمشیر بے نیام ہوتا تھا اور اسی مجاہدانہ خدمت میں انہوں نے عمر بسر کردی۔ فجزاہ اللّٰہ عن الاسلام خیر الجزاء''۔ (۳۱۲)

مولانا ثناء اللہ امرتسری نے ۱۵ مارچ ۱۹۴۸ء مطابق ۱۳۶۷ھ سرگودھا میں ۸۰ سال کی عمر میں انتقال کیا۔ (۳۱۳)

آپ کے انتقال پر مولانا عبدالرؤف رحمانی جھنڈانگری (م ۱۹۹۹ء) نے اپنے ایک مضمون میں لکھا کہ:

''اگر پوری دنیائے اسلام کے اکابر علماء کسی ایک مجلس علمی میں جمع ہوں اور بیک وقت عیسائیوں' آریوں' سناتن دھرمیوں' ملحدوں' نیچریوں' قادیانیوں' شیعوں' منکرین حدیث' چکڑالویوں' بریلویوں' دیوبندیوں' ست دھرمیوں' غرض ہر فرقے سے ایک ایک گھنٹہ مسلسل ۹ گھنٹے بحث و مذاکرہ کی نوبت آئے تو عالم اسلام کی طرف سے کون کون ہستیاں ہوں گی' مجھے معلوم نہیں' لیکن پاکستان' ہندوستان' برما اور لنکا' جزیرہ جاوا اور سماٹرا کی طرف سے ایک ہستی پیش ہوسکتی ہے' اور وہ حضرت شیخ الاسلام مولانا ابوالوفاء ثناء اللہ امرتسریؒ کی تھی۔ آج ان کی رحلت کے بعد ہندوستان و پاکستان کی یہ سربلندی شاید باقی نہیں رہی۔ ان کے جاتے ہی بازارِ علمی کی یہ صدر نشینی بھی شاید اب ختم ہوگئی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ

(۳۱۲) یادِ رفتگان' ص ۴۷۰۔ (۳۱۳) سیرتِ ثنائی' ۳۹۷۔

رَاجِعُوْنَ (۳۱۴)

مولانا عبدالحی الحسنی لکھتے ہیں:

وکان قوی الحافظة حاد الذهن' قوی البدیهة سریع الجواب عالی الکعب فی المناظرة (۳۱۵)

"(مولانا ثناء اللہ) قوی الحافظ' ذہین و طباع' فطین وقوی' حاضر جواب اور مناظرہ کے امام تھے۔"

محمد ابراہیم میر سیالکوٹی

مولانا محمد ابراہیم میر سیالکوٹی بن سیٹھ غلام قادر مفسر قرآن' مناظر' خطیب اور معلم و متکلم تھے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں علم و وجاہت دونوں سے نوازا تھا۔ علم و فضل اور تحقیق و مطالعہ میں درجۂ کمال تک پہنچے ہوئے تھے۔ برصغیر (پاک و ہند) میں ایک دور تھا کہ تین جلیل القدر علمائے اہل حدیث اپنے علم و فضل' جلالت شان' ذوقِ تحقیق' وسعت مطالعہ اور تحریر و تقریر میں صاحب کمال اور فن مناظرہ میں امام تسلیم کئے جاتے تھے۔ اور یہ تھے:

مولانا ثناء اللہ امرتسری (م ۱۹۴۸ء)

مولانا ابوالقاسم سیف بنارسی (م ۱۹۴۹ء)

مولانا محمد ابراہیم میر سیالکوٹی (م ۱۹۵٦ء)

مولانا محمد ابراہیم میر کثیر المطالعہ عالم تھے۔ تفسیر' حدیث' فقہ' اصولِ فقہ' تاریخ و سیر' ادب و لغت' فلسفہ اور تقابل ادیان وغیرہ علوم سے متعلق ان کا دائرہ بہت وسیع تھا۔ برصغیر (پاک و ہند) میں اسلام اور پیغمبر اسلام ﷺ کے خلاف ہر اٹھنے والے فتنے کے خلاف تحریری و تقریری جہاد کیا۔ تفسیر قرآن میں آپ کو خاص ملکہ حاصل تھا۔

مولانا محمد ابراہیم میر سیالکوٹی کا حافظہ بہت قوی تھا۔ قدرت کی طرف سے بڑا اچھا دل و دماغ لے کر پیدا ہوئے تھے۔ ٹھوس اور قیمتی مطالعہ ان کا سرمایہ علم تھا۔ عربی و فارسی کی بلند پایہ کتابیں ان کے زیر مطالعہ رہتی تھیں۔ بلند پایہ عالم اور مناظر

(۳۱۴) حیاتِ ثنائی' ص ۲۰٦۔ (۳۱۵) نزہۃ الخواطر' ج ۸' ص ۹٦۔

ہونے کے ساتھ ساتھ ملکی سیاست سے بھی پوری طرح باخبر تھے اور عالمی سیاست پر بھی ان کی معلومات وسیع تھیں۔ برصغیر (پاک و ہند) کی تمام قومی و ملی اور سیاسی و غیر سیاسی تحریکات سے مکمل واقفیت تھی۔ ہر تحریک کے قیام اور پس منظر سے واقف تھے اور ہر تحریک کے بارے میں اپنی ایک ناقدانہ رائے رکھتے تھے۔

۱۹۱۶ء میں مسلم لیگ سے وابستہ ہوئے اور اپنے انتقال ۱۹۵۶ء تک مسلم لیگ ہی سے وابستہ رہے۔ ۱۹۳۰ء کے اجلاس الٰہ آباد میں شریک ہوئے اور ۱۹۴۰ء کے اجلاس لاہور میں بھی شرکت کی۔ تحریک پاکستان کی تائید کے سلسلہ میں پورے برصغیر کا دورہ کیا اور مسلمانوں کو تحریک پاکستان سے روشناس کرایا۔ تحریک پاکستان کی حمایت و تائید میں بے شمار مضامین روز نامہ نوائے وقت لاہور میں لکھے' جو بعد میں ''پیغامِ ہدایت'' اور ''تائید مسلم لیگ'' کے نام سے کتابی صورت میں شائع ہوئے۔

مولانا محمد ابراہیم میر سیالکوٹی شروع ہی سے دو قومی نظریہ کے حامی تھے۔ دو قومی نظریہ کی حمایت میں مضامین بھی لکھے' تقریریں بھی کیں اور واضح الفاظ میں اس کا پرچار بھی کیا کہ مسلمانوں کی بقاء اسی میں ہے کہ وہ اپنا علیحدہ خطہ برصغیر میں بنائیں۔ مولانا محمد ابراہیم نے تحریر و تقریر دونوں طرح مسلم لیگ کی تنظیم اور قیامِ پاکستان کے لئے جدوجہد کی۔

جب جمعیۃ العلماء ہند نے قیامِ پاکستان کی مخالفت کی اور دو قومی نظریہ کی بجائے متحدہ قومیت کا نعرہ لگایا تو مولانا محمد ابراہیم میر سیالکوٹی نے مولانا شبیر احمد عثمانی کے ساتھ مل کر ''جمعیۃ علمائے اسلام'' کے نام سے ایک جماعت بنائی۔ اس جماعت کی تشکیل کا مقصد قیامِ پاکستان تھا۔ جمعیۃ علماء اسلام کا پہلا تاسیسی جلسہ اکتوبر ۱۹۴۵ء میں کلکتہ میں ہوا اور اس کی صدارت مولانا محمد ابراہیم میر سیالکوٹی نے کی۔ مولانا شبیر احمد عثمانی ناسازیٔ طبع کے سبب شریک نہ ہو سکے۔ اس اجلاس میں پاکستان کے حامی علماء نے کثرت سے شرکت کی۔ مولانا محمد ابراہیم نے ''تمدن و معاشرتِ اسلامیہ'' کے موضوع پر صدارتی خطبہ ارشاد فرمایا' جس میں کتاب و سنّت کی روشنی میں آزاد و خود مختار مملکت کے قیام کے لئے پاکستان کو اسلامیانِ ہند کی سیاسی' اقتصادی' معاشرتی'

دینی اور ملی ضرورت قرار دیا اور اس کے ساتھ ہندو ذہنیت کا پوسٹ مارٹم کیا اور گاندھی جی کے تعصب اور اس کے کردار کو بھی بے نقاب کیا۔

مولانا سیالکوٹی کا یہ خطبہ کلکتہ کے ''عصر جدید'' کی اشاعت نومبر ۱۹۴۵ء میں شائع ہوا۔ بعد میں پنجاب مسلم سٹوڈنٹس فیڈریشن نے کتابی صورت میں چھاپ کر وسیع پیمانے پر تقسیم کیا۔

مولانا ابوالقاسم بنارسی کا شمار ممتاز علمائے اہل حدیث میں ہوتا ہے۔ سیاسی اعتبار سے کانگرس سے وابستہ تھے۔ انہوں نے قیامِ پاکستان کے سلسلہ میں دوقومی نظریہ کی بجائے متحدہ قومیت کی حمایت کی اور اس سلسلہ میں ایک مضمون اخبار میں شائع کرایا۔ مولانا سیالکوٹی نے فوراً اپنے دوست کے مضمون کا جواب دیا اور قیامِ پاکستان کے خلاف اعتراضات کو غیر حقیقت پسندانہ قرار دیتے ہوئے ثابت کیا کہ اہل اسلام کی قومیت کی بنیاد دین اسلام ہے۔ مولانا سیالکوٹی کا یہ مضمون ''روزنامہ احسان لاہور'' میں دسمبر ۱۹۴۵ء میں شائع ہوا۔

۱۹۴۶ء کے انتخابات میں' جو قیامِ پاکستان کے نام پر لڑے گئے تھے' متحدہ قومیت کے حامی علماء مولانا ابوالکلام آزاد اور مولانا حسین احمد مدنی قیامِ پاکستان کی مخالفت میں پیش پیش تھے۔ دوسری طرف مولانا محمد ابراہیم میر سیالکوٹی اور مولانا شبیر احمد عثمانی دوقومی نظریہ کے حامی اور متحدہ قومیت کے مخالف تھے۔ مولانا سیالکوٹی اور مولانا عثمانی نے پورے ملک کا دورہ کیا جس کا یہ نتیجہ ہوا کہ دوقومی نظریہ کے حامی علماء کامیاب رہے اور مسلم لیگ نے قیامِ پاکستان کے نام پر الیکشن میں بھاری اکثریت حاصل کی۔

مولانا محمد ابراہیم میر سیالکوٹی اپنے عہد کے جلیل القدر عالم تھے اور تمام علومِ اسلامیہ میں ان کو ید طولیٰ حاصل تھا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو دین و دنیا دونوں نعمتوں سے نوازا تھا۔ دین اسلام کے معاملہ میں معمولی سی مداہنت بھی برداشت نہیں کرتے تھے۔ تفسیر قرآن میں ان کو خاص ملکہ حاصل تھا۔ قرآنِ مجید سے ان کو بہت زیادہ شغف تھا اور اس کے ترجمہ و تفسیر کو مرکز توجہ قرار دیئے رکھنا ان کے مقاصد حیات کا لازمی حصہ تھا۔

برصغیر میں جماعت اہل حدیث کو منظم اور فعال بنانے میں ان کی خدمات قدر کے قابل ہیں۔ دسمبر ۱۹۰۶ء میں آرہ (بہار) میں جماعت اہلحدیث کا ایک جلسہ ہوا' جس میں آل انڈیا اہل حدیث کانفرنس کی تشکیل ہوئی' جس کے پہلے صدر مولانا حافظ عبداللہ غازی پوری اور ناظم اعلیٰ مولانا ثنا اللہ امرتسری منتخب ہوئے۔

اس کے بعد کانفرنس کو متعارف کرانے کے لئے ایک کمیٹی تشکیل دی گئی۔ کمیٹی کے ارکان یہ تھے:

۱۔ مولانا عبدالعزیز رحیم آبادی (وفات ۱۹۲۰ء)

۲۔ مولانا ثناءاللہ امرتسری (وفات ۱۹۴۸ء)

۳۔ مولانا محمد ابراہیم میر سیالکوٹی (وفات ۱۹۵۶ء)

مولانا محمد ابراہیم میر سیالکوٹی کے علم وفضل اور تبحر علمی کا اعتراف برصغیر کے ممتاز اہل علم وقلم نے کیا ہے۔ مولانا سید سلیمان ندوی (م ۱۹۵۳ء) جو برصغیر کے نامور محقق اور مؤرخ تھے اور جن کی تحقیقات کا مغربی مستشرقین نے بھی اعتراف کیا ہے' مولانا محمد ابراہیم میر سیالکوٹی سے بہت محبت وعقیدت رکھتے تھے۔ ان کی محبت وعقیدت کا ایک واقعہ مولانا ابوعلی اثری مرحوم سابق رفیق دارالمصنفین اعظم گڑھ نے لکھا ہے کہ ۱۹۴۵ء میں آل انڈیا اہل حدیث کانفرنس کا سالانہ اجلاس مئو ناتھ بھجن ضلع اعظم گڑھ میں مولانا محمد ابراہیم میر سیالکوٹی کی صدارت میں منعقد ہوا۔ اس کانفرنس میں مولانا ثناءاللہ امرتسری کی تحریک پر آپ نے یہ قرارداد منظور کرائی تھی کہ "برصغیر کے اہل حدیث حضرات کو مسلم لیگ کی حمایت کرنی چاہیے۔"

مولانا سید سلمان ندوی نے مولانا محمد ابراہیم میر سیالکوٹی کو مئو ناتھ بذریعہ تار اطلاع دی کہ واپسی پر دارالمصنفین اعظم گڑھ سے ہوتے ہوئے واپس اپنے وطن پنجاب جائیے۔ چنانچہ مولانا محمد ابراہیم کانفرنس کے اختتام پر اعظم گڑھ تشریف لے گئے۔

مولانا ابوعلی اثری مرحوم لکھتے ہیں کہ:

"ان سے اس درجہ ارادت تھی کہ ان کی آمد پر سید صاحب واجب الاحترام قبلہ

نے خود اپنے ہاتھوں سے مہمان خانہ کا فرش فروش' میز کرسی اور دوسرے سامانِ آرائش سے سجایا تھا اور اتنا خوش تھے کہ بس دیکھنے سے تعلق رکھتا تھا۔ جب موصوف کی گاڑی مہمان خانہ کے سامنے پہنچی آگے بڑھ کر استقبال کیا اور دیر تک بغلگیر رہے۔ خود ہی سامان اتروایا اور گاڑی کا کرایہ اپنی جیب سے دیا۔ منظر بڑا پُراثر اور قابلِ دید تھا۔'' (۳۱۶)

پروفیسر حکیم عنایت اللہ نسیم سوہدروی مرحوم برصغیر (پاک و ہند) کے نامور ادیب اور طبیب حاذق تھے اور برصغیر کی سیاست میں ان کو خاصا دخل تھا۔ مولانا ظفر علی خاں کے دیرینہ رفیق تھے۔ ان کو برصغیر کی بے شمار سیاسی' علمی' دینی اور ادبی شخصیات سے اپنی زندگی میں ملنے کا اتفاق ہوا۔ مولانا محمد ابراہیم میر سیالکوٹی کے بارے میں فرمایا کرتے تھے کہ:

''میں نے مولانا محمد ابراہیم میر سیالکوٹی جیسا جید عالم دین اپنی زندگی میں نہیں دیکھا۔ ان سے زندگی میں کئی بار ملاقات کا شرف حاصل ہوا' دینی اور سیاسی موضوعات پر ان سے گفتگو ہوئی اور دونوں میں ان کو وسیع المعلومات پایا۔ دینی اعتبار سے بڑے سخت مذہبی تھے۔ حدیث نبوی ﷺ کے معاملہ میں معمولی سی مداہنت برداشت نہیں کرتے تھے۔ تفسیر قرآن میں ان کو خاص ملکہ حاصل تھا۔ اس کا ثبوت ان کی تفسیر واضح البیان ہے جو سورۂ فاتحہ کی تفسیر ہے۔ اتنی بڑی بسیط تفسیر اِس سے پہلے کسی عالم نے نہیں لکھی۔ اور دوسری ان کی کتاب شہادۃ القرآن ہے جو دو جلدوں میں ہے کہ وہ صرف ایک آیت قرآنی ﴿اِنِّیْ مُتَوَفِّیْکَ وَرَافِعُکَ اِلَـیَّ﴾ کی تفسیر ہے۔ اور یہ کتاب حیات عیسیٰ علیہ السلام پر ایسی منفرد اور لاجواب کتاب ہے کہ تاریخ میں اس کی مثال ملنی مشکل ہے۔

سیاسی اعتبار سے مولانا محمد ابراہیم میر سیالکوٹی مسلم لیگ سے وابستہ تھے۔ مسلم لیگ کی تائید اور قیامِ پاکستان کی حمایت میں ان کے مضامین نوائے وقت لاہور میں شائع ہوئے جو میں نے سارے کے سارے پڑھے۔ ان مضامین کے مطالعہ سے یہ بات روزِ روشن کی طرح واضح ہوتی ہے کہ مولانا محمد ابراہیم میر

(۳۱۶) الاعتصام لاہور ۱۶ مارچ ۱۹۵۱ء۔

سیالکوٹی کٹر مسلم لیگی تھے اور دو قومی نظریہ کے سخت حامی تھے۔ مولانا ابوالقاسم سیف بنارسی کے مضمون کے جواب میں انہوں نے جو مضمون روزنامہ احسان لاہور میں شائع کرایا وہ بھی میں نے پڑھا۔ اس کے علاوہ ان کا خطبہ صدارت ''تمدن و معاشرت اسلامیہ'' کے عنوان سے شائع ہوا' وہ بھی میں نے پڑھا اور یہ خطبہ میرے کتب خانہ میں موجود ہے۔

مولانا محمد ابراہیم سیالکوٹی بلند پایہ مناظر بھی تھے۔ گوجرانوالہ میں ان کا مناظرہ جو پادری عبدالحق سے ہوا تھا' میں بھی اس میں شریک ہوا اور مولانا سیالکوٹی کے دلائل سننے کا اتفاق ہوا۔ اس کے علاوہ مولانا سیالکوٹی کے جنازہ میں شرکت کی سعادت بھی مجھے حاصل ہے۔ علامہ اقبال کا یہ شعر اُن پر صحیح صادق آتا ہے ؎

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے
بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا''

مولانا میر محمد ابراہیم کو اللہ تعالیٰ نے اوصاف و فضائل سے نوازا تھا۔ آپ مفسر قرآن بھی تھے اور محدث بھی' مؤرخ بھی تھے اور محقق بھی' معلم بھی تھے اور متکلم بھی' مبلغ بھی تھے اور مقرر و خطیب بھی' مناظر بھی تھے اور مصنف بھی۔ آپ نے مختلف موضوعات پر ایک سو کے قریب چھوٹی بڑی کتابیں لکھیں۔ آپ کی مشہور تصانیف یہ ہیں:

(۱) واضح البیان فی تفسیر القرآن (۲) تفسیر سورۃ کہف (۳) شہادۃ القرآن (۲ جلد) (۴) ریاض الحسنات (۵) تاریخ اہل حدیث (۶) سیرۃ مصطفیٰ ﷺ (۲ جلد) (۷) احکام المرام باحیاء مآثر علماء اسلام (۸) عصمۃ النبی ﷺ (۹) الخبر الصحیح عن قبر المسیح (۱۰) خلافت راشدہ (۱۱) اربعین ابراہیمی (۱۲) انارۃ المصابیح (۱۳) تعلیم القرآن (۱۴) قادیانی مذہب (۱۵) اعجاز القرآن (۱۶) رسالت و بشریت (۱۷) عصمت انبیاء (۳۱۷)

مولانا محمد ابراہیم بن سیٹھ غلام قادر ۱۸۷۴ء میں سیالکوٹ میں پیدا ہوئے۔ مشن ہائی سکول سے میٹرک کا امتحان پاس کر کے مرے کالج سیالکوٹ میں داخل ہوئے۔

(۳۱۷) جماعت اہل حدیث کی تصنیفی خدمات' ص ۶۸۶۔

علامہ اقبال کالج میں آپ کے کلاس فیلو تھے۔ شمس العلماء مولوی میر حسن سے آپ نے اور علامہ اقبال نے خوب استفادہ کیا۔ دینی تعلیم کا آغاز مولانا ابوعبداللہ عبیداللہ غلام حسین سیالکوٹی سے کیا۔ بعد ازاں استادِ پنجاب مولانا حافظ عبدالمنان محدث وزیرآبادی سے علومِ اسلامیہ میں تعلیم حاصل کی۔ اس کے بعد آپ شیخ الکل مولانا سید محمد نذیر حسین دہلوی کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان سے تفسیر' حدیث اور فقہ میں استفادہ کیا۔ آپ حضرت میاں صاحب کے آخری دور کے شاگرد ہیں۔ دہلی سے فراغت کے بعد سیالکوٹ آکر ایک دینی مدرسہ بنام ''دارالحدیث'' قائم کیا۔ مولانا محمد اسمٰعیل السّلفی (م ۱۹۶۸ء) اور مولانا عبدالمجید سوہدروی (م ۱۹۵۹ء) آپ کے ارشد تلامذہ میں سے تھے۔

مولانا میر سیالکوٹی نے دو علمی جرائد بنام ''الہدیٰ'' اور ''الہادی'' یکے بعد دیگرے شائع کیے۔

مولانا محمد ابراہیم میر سیالکوٹی نے ۱۲ جنوری ۱۹۵۶ء مطابق ۱۳۷۵ء کو ۹۰ سال کی عمر میں سیالکوٹ میں انتقال کیا۔ مولانا حافظ عبداللہ محدث روپڑی (م ۱۹۶۴ء) نے نمازِ جنازہ پڑھائی۔ راقم آثم کو بھی جنازہ میں شرکت کی سعادت حاصل ہے۔ (۳۱۸)

محمد اکرم خاں

مولانا محمد اکرم خاں مشہور عالم اور سیاسی رہنما تھے۔ آپ نے دینی علوم کی تحصیل حضرت مولانا سید محمد نذیر حسین دہلوی سے کی۔ ۱۹۰۷ء میں کلکتہ سے ہفت روزہ ''محمدی'' جاری کیا۔ ۱۹۲۱ء میں کلکتہ سے روزنامہ ''زمانہ'' جاری کیا۔ اس کے بعد تیسرا اخبار ''آزاد'' جاری کیا۔ روزنامہ ''آزاد'' نے تحریک پاکستان میں خوب کام کیا۔ آپ بانی پاکستان کے معتمد خاص تھے۔ تقسیم ملک کے دوران ڈھاکہ منتقل ہو گئے اور اپنا روزنامہ ''آزاد'' باقاعدہ جاری رکھا۔ صوبائی مسلم لیگ کے صدر اور اسمبلی کے رکن رہے۔ مجلس دستور ساز اسمبلی کے بھی آپ رکن تھے۔

(۳۱۸) ... قاضی محمد اسلم سیف

تصنیف میں قرآنِ مجید کی تفسیر اور سیرت مصطفیٰ ﷺ بنگلہ زبان میں لکھیں۔

اگست ۱۹۶۸ء میں ۹۹ سال کی عمر میں ڈھاکہ میں انتقال کیا۔ آپ مولانا سید محمد نذیر حسین دہلوی کے آخری شاگرد تھے جو اس دنیائے فانی سے دارالبقا چلے گئے۔ (۳۱۹)

اسلامی ممالک میں میاں صاحب کے شاگرد

اسلامی ممالک سے بھی بہت سے علماء نے دہلی آ کر حضرت میاں صاحب سے علومِ اسلامیہ میں تعلیم حاصل کی۔ ان میں سے بعض علمائے کرام کے نام مولوی ابو یحییٰ امام خاں نوشہروی مرحوم نے اپنی کتاب ''ہندوستان میں اہل حدیث کی علمی خدمات'' میں درج کیے ہیں۔ مثلاً:

کابل میں مولوی عبدالحمید' مولوی اخوان' مولوی شہاب الدین' مولوی عبدالرحیم باجوڑ میں مولوی زین العابدین۔ یاغستان میں مولوی محمد حسین۔ بخارا میں ملا رجب علی۔ سمرقند میں ملا جلال الدین۔ غزنی میں ملا شہاب الدین۔ قندھار میں ملا عبدالرحمٰن۔ قوقند میں ملا نور الدین قہستانی' ملا عبدالغفور' ملا میر عالم۔ ہرات میں ملا عزیز الدین' ملا سید محمد۔ حجاز میں شیخ عبدالرحمٰن بن عون نعمانی۔ نجد میں شیخ اسحاق بن عبدالرحمٰن' شیخ علی بن قاضی' سید عبداللہ بن سعد بن عبدالعزیز' قاضی محمد بن ناصر بن مبارک' قاضی سعد بن عتیق۔ جزیرہ حبشان میں شیخ محمد ابراہیم۔ سوڈان میں شیخ عبداللہ بن ادریس الحسینی (۳۲۰)

(۳۱۹) ہندوستان میں اہل حدیث کی علمی خدمات' ص ۲۱۷۔

(۳۲۰) ایضاً' ص ۲۱۔

مراجع ومصادر

(عربی وفارسی کتب

کتاب	مصنف
۱- المسوّی من احادیث الموطأ	شاہ ولی اللہ دہلوی
۲- انموذج من اعمال الخیریۃ	علامہ محمد منیر دمشقی
۳- عون المعبود فی شرح سنن ابی داؤد	شمس الحق ڈیانوی عظیم آبادی
۴- مفتاح کنوز السنۃ	فواد عبدالباقی
۵- غایۃ المقصود لحل سنن ابی داؤد	شمس الحق ڈیانوی عظیم آبادی
۶- مقدمۃ تحفۃ الاحوذی	عبدالرحمٰن مبارک پوری
۷- نزھۃ الخواطر، ج ۷ و ۸	سید عبدالحی الحسنی

اُردو کتب

کتاب	مصنف
۹- الحیاۃ بعد المماۃ	فضل حسین مہدانوی بہاری
۱۰- احناف کی تاریخی غلطیاں	محمد احسن اللہ ڈیانوی
۱۱- ۱۸۵۷ء	غلام رسول مہر
۱۲۔ اہل حدیث اور سیاست	نذیر احمد رحمانی
۱۳- آزاد کی کہانی آزاد کی زبانی	عبدالرزاق ملیح آبادی
۱۴- اسلامی علوم وفنون ہندوستان میں	سید عبدالحی الحسنی / عمران خاں ندوی
۱۵- الامر المبرم	ابوالقاسم سیف بنارسی
۱۶- الفیوض المحمدیۃ	محمد ابراہیم خلیل فیروزپوری
۱۷۔ بہادر شاہ ظفر اور اُن کا عہد	رئیس احمد جعفری ندوی
۱۸۔ بلوغ المرام مترجم	عبدالتواب ملتانی
۱۹۔ تراجم علمائے حدیث ہند	ابو یحیٰی امام خاں نوشہروی
۲۰۔ تذکرہ علمائے ہند	رحمٰن علی بریلوی
۲۱۔ تذکرہ علمائے حال	محمد ادریس نگرامی

کتاب	مصنف
۲۲۔ تاریخ اہل حدیث	محمد ابراہیم میر سیالکوٹی
۲۳۔ تاریخ دعوت وعزیمت جلد ۵	سید ابوالحسن علی ندوی
۲۴۔ تحریک اہل حدیث تاریخ کے آئینے میں	قاضی محمد اسلم سیف فیروز پوری
۲۵۔ تواریخ عجیبہ (سوانح احمدی)	محمد جعفر تھانیسری
۲۶۔ تذکرہ علمائے خان پور	قاضی محمد عبداللہ خان پوری
۲۷۔ تذکرۃ المحدثین	ضیاء الدین اصلاحی
۲۸۔ تفسیر احسن التفاسیر	احمد حسن دہلوی
۲۹۔ تذکرہ علمائے اعظم گڑھ	حبیب الرحمٰن قاسمی
۳۰۔ ثام راج سے رام راج تک	رئیس احمد جعفری
۳۱۔ جنگِ آزادی ۱۸۵۷ء	محمد ایوب قادری
۳۲۔ جماعت اہل حدیث کی تصنیفی خدمات	محمد مستقیم سلفی
۳۳۔ حیات شبلی	سید سلیمان ندوی
۳۴۔ حیاتِ شیخ الکل سید محمد نذیر حسین دہلوی	پروفیسر محمد مبارک
۳۵۔ حیات النذیر	سید افتخار علی بلگرامی
۳۶۔ حیاتِ ثنائی	محمد داؤد راز دہلوی
۳۷۔ حیاتِ وحید الزمان حیدر آبادی	محمد عبدالحلیم چشتی
۳۸۔ احسن البیان	عبدالعزیز رحیم آبادی
۳۹۔ حیاتِ عبدالحی	سید ابوالحسن علی ندوی
۴۰۔ داؤد غزنوی	سید ابوبکر غزنوی
۴۱۔ دلی کی آخری بہار	راشد الخیری
۴۲۔ دلی اور اصحابِ دلی	بشیر احمد دہلوی
۴۳۔ سیرتِ ثنائی	عبدالمجید سوہدروی
۴۴۔ سرگزشت مجاہدین	غلام رسول مہر
۴۵۔ سوانح عمری عبداللہ غزنوی	عبدالجبار غزنوی وغلام رسول قلعوی
۴۶۔ سوانح مولانا محمد ابراہیم میر سیالکوٹی	قاضی محمد اسلم سیف فیروز پوری

۴۷۔ شاہ عبدالعزیز دہلوی اور ان کے علمی کارنامے — ڈاکٹر ثریا ڈار
۴۸۔ شاہ ولی اللہ اور ان کی سیاسی تحریک — عبید اللہ سندھی
۴۹۔ شیخ عبداللہ غزنوی — بدر الزمان محمد شفیع نیپالی
۵۰۔ فتاویٰ نذیریہ — سید نذیر حسین دہلوی
۵۱۔ قرآن حکیم کے اردو تراجم — ڈاکٹر صالحہ عبدالحکیم شرف الدین
۵۲۔ موج کوثر — شیخ محمد اکرام
۵۳۔ مقالاتِ شبلی — سید سلیمان ندوی
۵۴۔ مولوی نذیر احمد دہلوی احوال و آثار — ڈاکٹر افتخار احمد صدیقی
۵۵۔ مولانا شمس الحق ڈیانوی عظیم آبادی — محمد عزیز سلفی بہاری
۵۶۔ معیار الحق — سید نذیر حسین دہلوی
۵۷۔ میاں فضل حق اور ان کی خدمات — محمد اسحاق بھٹی
۵۸۔ ہندوستان میں اہل حدیث کی علمی خدمات — ابو یحییٰ امام خان نوشہروی
۵۹۔ یادگارِ گوہری — محمد زبیر ڈیانوی عظیم آبادی
۶۰۔ یادِ رفتگان — سید سلیمان ندوی
۶۱۔ تذکرہ بزرگانِ علوی سوہدرہ — عبدالرشید عراقی
۶۲۔ تاریخی مقالات — خلیق احمد نظامی

رسائل

الاعتصام لاہور — ۲۱/ ۲۸/ جنوری و ۴/ فروری ۱۹۷۷ء
۱۹/ مارچ ۱۹۵۶ء۔ ۲۸/ فروری ۲۰۰۰ء
اہل حدیث امرتسر — ۲۴/ اکتوبر ۱۹۱۹ء/ ۲۲/ جنوری ۱۹۴۲ء
الفرقان لکھنؤ — فروری، مارچ ۱۹۷۷ء
ا نا دہلی — اگست ۱۹۸۶ء
ر ں لاہور — اکتوبر ا
نا ش لاہور — مکاتیب نمبر

ISBN 978-969-8983-18-5